ذالك فضل الله يو تيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم

گنج معرفت

مرتّب

الحاج میر حسن حسینؔ سُبلا شاہ سرہندی وارثی

ناشر
مرکز سرہندیہ وارثیہ،
بچھوارہ ڈلگیٹ، سرینگر کشمیر

ذا لك فضل اللہ یو تیه من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم

گنج معرفت

مرتّب

الحاج میر حسن حسینؔ سُبلا شاہ سرہندی وارثی

ناشر

مرکز سرہندیہ وارثیہ ،

بچھوارہ ڈلگیٹ، سرینگر کشمیر

جملہ حقوق بحق مرتّب محفوظ ہیں

نام کتاب	:	گنجِ معرفت
مرتّب	:	الحاج میر حسن حسین سُبلا سرہندی وارثی
تاریخ اشاعت	:	نومبر ۲۰۰۹
تعداد	:	۵۰۰
کیمپوٹر کمپوزنگ	:	راجہ ارشد احمد سرہندی وارثی
مطبع	:	اسلامک ونڈرس بیورو 2660، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی-2
قیمت	:	۵۰۰ روپئے
ناشر	:	مرکز سرہندیہ وارثیہ
ملنے کا پتہ	:	آشیانہ ارم، بچھوارہ، ڈلگیٹ، سرینگر (کشمیر)

email : mkz.mujadadi.warsi@gmail.com

الحاج میر حسن حسینؔ سُبلا شاہ سرہندی وارثی



انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنی شریکِ حیات الحاج آمنہ اختر سرہندی وارثی سے منسوب کرتا ہوں۔ جنہوں نے قدم قدم پر تلاشِ حق اور جستجوئے معرفت میں مجھے بھرپور سہارا دیا۔

الحاج میر حسن حسینؔ سُبلا شاہ سرہندی وارثی
بچھوارہ، ڈلگیٹ، سرینگر، کشمیر

پیش لفظ

تصوف، معرفت اور علم لدنی کے موضوعات پر اب تک بے شمار رسالے منظر عام پر آچکے ہیں۔ حتٰی کہ علمائے عظام اور اولیائے کرام نے بھی سالکوں اور طالبوں کی رہنمائی کیلیئے رسالے تحریر کیئے ہیں۔ جن سے متلاشئ حق کو راہِ حق پانے میں کافی مدد ملی ہے۔ مگر تنگئ زمانہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس حقیر کمترین نے سالکان راہ معرفت کی رہنمائی کیلیئے اپنے طالبوں، مریدوں اور بہی خواہوں کے بے حد اصرار پر رسالہ " گنجِ معرفت " کی اشاعت کی جسارت کی ہے تا کہ بہت قلیل مدت میں تشنگانِ معرفت گوہرِ مقصود حاصل کر سکیں۔

مجھے " گنجِ معرفت " ترتیب دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ بارہ سو سال (ہجری) سے مختلف اولیاء وصوفیاء کرام معرفت کے مختلف موضوعات پر قلم اُٹھاتے رہے ہیں اور تصوّف و معرفت کے اسرار و رموز سے آشنا کراتے رہے ہیں۔ نیز تشنگان سالکین، عارفین اور عاشقین کی پیاس بجھاتے رہے ہیں۔ دراصل اس کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں میرا مطمحِ نظر اور مقصود یہی رہا کہ کشمیری صوفی شعراء اور اولیاء کرامؒ نے تصوّف، معرفت اور سلوک کی مختلف منازل و مقامات پر سنے جو نقاب کشائی کی ہے اُن کے کشمیری کلام اور اُن کے سلیس و فصیح تراجم کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لاؤں تا کہ کشمیری صوفی شعراء کی کاوشوں اور بیش بہا خدمات کو منظر عام پر لایا جا سکے۔ میں اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا اس کا فیصلہ اہلِ نظر اور اہلِ دل ہی کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں، میں نے خاص طور سے بلند پایہ کشمیری صوفی شعراء جن میں عبدالوہاب کھار صاحب (کھریو)، رحیم صاحب (سوپور)، شمس فقیر صاحب، رحمان صاحب، وازہ محمود صاحب، نعمہ صاحب، قادر صاحب کیہنہ، اور الحاج میر محمد سبحان سُبلا صاحب المعروف لالہ صاحب کے مختلف کلام اور اُنکے تراجم کا احاطہ کیا ہے۔ جن کا تعلق تصوّف کے مختلف سلسلوں مثلاً قادریہ، چشتیہ، سہروردریہ، نقشبندیہ (سرہندیہ)، اور وارثیہ سے تھا۔

اس رسالے کی ترتیب وتہذیب میں جن کرم فرماؤں کا مجھے تعاون حاصل رہا اُن میں بالخصوص

ڈاکٹر سیّد نظام الحسینی (کلکتہ)، صالحہ مظفر سرہندی وارثی، فدا محمد حسین شہبازؔ سرہندی وارثی، راجہ ارشد احمد دلبرؔ سرہندی وارثی اور فیاض عارفؔ سرہندی وارثی سرفہرست ہیں میں ان کا بیحد شکرگزار ہوں اور میں تہہ دل سے ان کے لئے دُعا گو ہوں۔

اس رسالے میں کوتاہ علمی کی وجہ سے اگر کوئی نقص یا کمی رہ گئی ہو تو میں اسکے لئے معذرت خواہ ہوں۔

وہ اور ہونگے جنہیں موت آئے گی بیدم
نگاہِ یار سے پائی ہے زندگی میں نے

بیدمؔ وارثی

الحاج میر حسن حسینؔ سُبلا شاہ سرہندی وارثی

بچھوارہ، ڈلگیٹ، سرینگر، کشمیر

مشمولات

ا۔ مرتّب کا تعارف ایک نظر

نام	:	میر غلام حسن سُبلا
تخلص	:	میر حسینؔ
ولادت	:	۳ دسمبر ۱۹۴۰ء بمقام کاوڈارہ، سرینگر
والد	:	الحاج میر محمد سبحان سُبلا (مرحوم)
والدہ	:	الحاج مختا بیگم (مرحومہ)
رہائش	:	آشیانہ ارم، بچھوارہ چوک بلیوارڈ روڑ، ڈل گیٹ، سرینگر
تعلیم	:	بی ایس سی، امر سنگھ کالج، (کشمیر یونیورسٹی) (سرینگر)
حلقہ بیعت	:	16 سال کی عمر میں
مشائخ مجازی	:	علی محمد گلکار چشتی قادری (سرینگر)
		فقیر عبدالرحمٰن قادری وارثی (سرنیگر)
		شیخ فریدالحسن سرہندی (قادری الٰہ آباد)
		احسن سہروردی، (اننت ناگ)
		عبدالحمید شاہ وارثی، (جے پور)
		غلام محمد مسکینی چشتی، (کلکتہ)
شیخ باطن	:	الحاج میر محمد سبحان سُبلا (والد محترم) روحانی بیعت سے سرفراز کیا۔

سلاسلِ معرفت : سرہندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، وارثیہ

سرپرست : انجمن غلامانِ وارثیہ، سرنیگر، کشمیر

مرکز سرہندیہ وارثیہ، سرنیگر

تصنیفات : ☆ معراج العاشقین

☆ (ترجمہ تصنیف، حضرت بندہ نواز گیسودرازؒ)

☆ عکسِ سرمدی (مجموعہ غزلیات کشمیری)

☆ کشمیر میں سلسلہ وارثیہ کا وُرود

☆ امام العاشقینؒ

☆ گنجِ معرفت

ب۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

علم لدنی یا علم معرفت خداوند کریم کی جانب سے براہ راست انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو نصیب ہوتا ہے البتہ تعلیم و تربیت کے لئے روحانی رہبر یا شیخ کامل کی پیروی اور مریدی ضروری ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت قرآن پاک سے ملتا ہے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کو علم لدنی کی تعلیم و تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس بھیجا جو اللہ کے دوست تھے اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے براہ راست علم لدنی عطا کیا تھا۔ شب معراج سے جب سرور کائنات، خاتم النبیین اور رحمت العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم علم لدنی کا تحفہ لیکر تشریف لائے تو مولائے کائنات حضرت علیؑ بن ابی طالب کرم اللہ وجہ کی طلب اور تمنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم لدنی کی دولت سے حضرت علیؑ کو سرفراز کیا۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر رحیم صاحب سوپوریؒ فرماتے ہیں۔

از سینۂ نبیؐ سِر کتھ آیہ	شاد گیہ شاہِ ولایت
زبونو اس تتھ پھیر ہر شایہ	لگیوژھا یہ ہا مدنو (کشمیری)

ترجمہ: جب نبیؐ کے سینہ مبارک سے رازِ حق آشکار ہوا تو حضرت علیؑ شاہِ ولایت خوش ہوئے۔ اُس راز کو بتانے کے لئے زبان درکار نہیں۔ اے میرے محبوب تیرے سائے کے قربان جاؤں۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا سنت قرار دیدی کہ بغیر طلب کئے ہوئے علم لدنی کسی کو نہ دیا جائے جبکہ آجکل عام ہے کہ مشائخ دنیاوی لوگوں کو پکڑ پکڑ کر طالب اور مرید بنانے میں مصروف ہیں جو کہ سنّت کی خلاف ورزی ہے۔ یہ علم سینہ بہ سینہ اولیائے کرام سے مشائخ کے ذریعے طالبان اور تشنگان معرفت میں منتقل ہوتا رہا ہے۔ علم شریعت ظاہری دین اور علم معرفت باطنی دین ہے یعنی علم الیقین، عین الیقین اور پھر حق الیقین۔

شریعت جسم کی صفائی ہے اور طریقت دل اور روح کی۔ معرفت تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوفی

تزکیہ نفس ودل وروح کراتا ہے۔صوفی کی تین خصوصیات سب سے اہم ہوتی ہیں اُسکی شفقت آفتاب کی مانند ہوتی ہے جوساری دنیا کو روشنی دیتا ہے اور امیر وغریب کی تمیز نہیں کرتا۔سخاوت دریا کی مانند جوساری گندگی کو دھو کر پاک پانی سے دنیا کو سیراب کرتا ہے اور تواضع زمین کی مانند جو ہر طرح کے انسان کو اپنی چھاتی پر پناہ دیتی ہے اور سبھوں کو اناج، پھل، پھول اور سبزہ عطا کر کے حیوانوں اور انسانوں کا پیٹ بھرتی ہے۔

تصوف کے آخری سلسلہ نقشبندیہ کے بانی صوفی بزرگ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند مشکل کشا جن کا آستان عالیہ سرینگر میں ہے، کے والد بزرگوار ایران سے تشریف لائے تھے اور رشد وہدایت کے ذریعے کشمیر میں نقش بندی سلسلے کی ترویج واشاعت میں زندگی گذاردی۔برصغیر میں سلسلۂ نقشبندیہ کی ابتداء حضرت باقی باﷲؒ نے کی جن کا مزار اقدس دہلی ریولے سٹیشن کے نزدیک ہے، اُنکے ایک خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ تھے جن کا مزار اقدس سرہند شریف (پنجاب) میں ہے اسی لئے نقش بندی سلسلے کی شاخ مجدّدی اور سرہندی کہلاتی ہے۔کشمیر کے بزرگ حضرت احمد صاحب مچامیؒ جن کا آستانہ عالیہ شری بھٹ، علم گری بازار سرینگر میں ہے اسی سلسلے سے وابستہ تھے اور اپنے زمانے کے ابدال تھے۔ابدال کی تعریف یہ ہے کہ وہ ریاست کا روحانی گورنر ہوتا ہے اور قطب کسی ملک کا روحانی سربراہ ہوتا ہے جبکہ ہر زمانے میں ساری روحانی دنیا کا ایک سربراہ غوث کی صورت میں موجود رہتا ہے۔

ایک صوفی یا عارف چار باتوں کو گرہ میں رکھ لے تو دنیا اور آخرت دونوں ہی اُس کے لئے جنّت ہیں۔وہ کم بولے اتنا ہی بولے کہ اﷲ کی یاد آتی رہے۔کم کھائے اتنا ہی کھائے کہ زندہ رہ کر یاد الٰہی میں مصروف رہے۔کم سوئے اور زیادہ شبِ بیدار ہو کر یاد الٰہی کرتا رہے۔کم لوگوں سے میل جول رکھے اور گوشہ نشینی اختیار کرے۔

کشمیر میں مجدّدی (سرہندی) سلسلے کے ابدال حضرت احمد صاحب مچامؒ تقریباً 137 سال

پہلے رونق افروز تھے ان کے خاص طالبوں کی تعداد ۲۹ تھی جن میں عبدالوہاب کھار، عبدالرحمٰن لون، عبدالرحمان بٹ، واژہ محمود صاحب وغیرہ کے نام محتاجِ تعارف نہیں۔ ان ہی حضرات میں کاوڈارہ سرینگر کے میر عبدالغفار سبلا صاحب تھے جو اُنکے خلیفہ تھے، جن کی اہلیہ زوجی بیگم، احمد صاحب مجامیؒ کی بھانجی تھیں۔ غفار صاحب کے صاحبزادہ الحاج محمد سبحان سبلا تھے جن کی اہلیہ مختا بیگم تھیں۔ ان تمام لوگوں کا تعلق مجدّدی (سرہندی) سلسلے سے رہا۔ اسی درویش خاندان میں الحاج غلام حسن سبلا صاحب (میر حسین) ۳ دسمبر ۱۹۴۰ کو کاوڈارہ میں پیدا ہوئے۔ جناب سبحان صاحب المعروف لالہ صاحب کے چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں جن میں سے سب سے چھوٹے صاحبزادہ ڈاکٹر محی الدین سبلا، سب سے بڑے صاحبزادہ میر محمد صدیق سُبلا اور بڑی صاحبزادی انتقال کر چکی ہیں۔ غلام حسن صاحب سبلا ترتیب میں صاحبزادوں میں پانچویں نمبر پر ہیں۔ اس طرح اُنکے والد ماجد الحاج میر محمد سبحان سبلا اور دادا معظم میر عبدالغفار سُبلا صاحبان تھے۔ جو اپنے دور کے مشہور و معروف سالک و درویش تھے ان کی والدہ اور دادی میں بھی قلندرانہ صفات موجود تھیں۔ جناب الحاج میر محمد سبحان سبلا صاحب بظاہر کاروباری تھے اور تجارت کی غرض سے انہوں نے ہندوستان کے بیشتر شہروں کا دورہ کیا تھا جن میں نینی تال دہلی اور کلکتہ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے اور آپ سے کافی لوگ روحانی فیض حاصل کر چکے ہیں۔ درویشی کے اسی ماحول میں غلام حسن سُبلا صاحب کی ظاہری اور باطنی تعلیم و تربیت ہوئی۔ آپ کشمیر یونیورسٹی کے تحت امر سنگھ کالج، سرینگر سے سائنس گریجویٹ ہیں۔ آپ کی شادی صوفی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والدِ نسبتی منشی جلال الدین صاحب (Director Sericulture) حکومت کشمیر کے اعلیٰ افسر تھے اور منفرد روحانی مقام رکھتے تھے۔ میر غلام حسن سُبلا صاحب کی اہلیہ محترمہ آمنہ اختر بھی ظاہری اور باطنی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ گریجویٹ ہونے کے ساتھ ساتھ سلوک کے مدراج طے کئے ہوئے ہیں۔ آمنہ اختر صاحبہ المعروف باجی انتہائی مخلص، مشفق؛ پارسا، ذہین اور خداترس خاتون ہیں۔ ان کے تین صاحب

زادے، فرحت حسین سُبلا، اشفاق حسین سبلا اور کامران حسین سبلا اور واحد صاحبزادی شبینہ سبلا المعروف تتلی ہیں۔ سبھی شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہیں۔

غلام حسن سُبلا صاحب کو بچپن ہی سے تصوف سے لگاؤ تھا۔ ایام طالب علمی میں جب لالہ صاحب نے پردہ فرمایا تو انہوں نے غلام حسن صاحب کو ظاہری بیعت نہیں دی بلکہ اُنہیں چشتی سلسلہ کے مشہور ومعروف صوفی علی محمد گلکار عرف کھر کی تحویل میں دے دیا تھا جن کا طرّہ امتیاز یہ تھا کہ "صوتِ سرمدی" طالبان حق کو ابتدا ہی میں عنایت کر دیتے تھے۔ بہر حال گلکار صاحب نے پتھر کو تراش کر ہیرا بنا کر سلسلہ قادریہ کے مشہور صوفی جناب عبدالرّحمان کے حوالے کر دیا جو کہ علی محمد گلکار کے طالب خاص تھے جنہوں نے باقاعدہ بیعت سے سرفراز کر کے غلام حسن صاحب کو روحانی ترقی عطا کی۔ سلطانپور ضلع (یو، پی) کے ممتاز وارثی فقیر جناب روشن شاہ کے طالب جناب عبدالحمید شاہ جو کہ پہلی دفعہ کشمیر میں غلام حسن سبلا صاحب کے گھر بحکم حضرت سیّد وارث علی شاہؒ (دیوہ شریف بارہ بنکی یوپی) تشریف لائے اور غلام حسن سبلا صاحب نے رحمٰن صاحب کو اُن سے ملوایا۔ حضرت حمید شاہ وارثی نے رحمٰن صاحب کو بیعت وارثیہ سے نوازا اور جنہوں نے انہیں احرام پوش فقیر کا درجہ دیا۔ اسی دوران لالہ صاحب نے غلام حسن صاحب کو خواب میں روحانی بیعت سے سرفراز کیا۔ غلام حسن صاحب مختلف سلسلوں کے بزرگوں سے ملتے رہے اور خوب سے خوب تر کی کوشش میں دیگر سلاسل کے فقیروں سے رجوع کرتے رہے۔ دریں اثنا رحمان صاحب سے خلافت ملنے کے بعد انہوں نے کافی مرید اور طالب بنائے، الہ آباد کے سرہندیہ اور قادریہ سلسلہ کے بزرگ مولانا شیخ فریدالحسن صاحب، اننت ناگ (اسلام آباد) کے سہروردیہ سلسلہ کے معروف فقیر حضرت احسن صاحب، میرٹھ (یو، پی) کے ممتاز فقیر حمید شاہ وارثی سے وارثیہ سلسلہ اور کلکتہ کے مشہور فقیر غلام محمد مسکینی چشتی سے چستیہ سلسلہ حاصل کئے۔ انہیں دراصل حمید شاہ صاحب سے وارثیہ سلسلہ لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ جب رحمان شاہ صاحب حمید شاہ وارثی سے وارثیہ سلسلہ لے چکے تھے تو سرہندیہ کے ساتھ ساتھ وارثیہ سلسلہ بھی غلام حسن صاحب کے پاس موجود تھا ان کے تمام طالبان خود بخود سرہندی

کے ساتھ ساتھ وارثی ہو گئے تھے مگر چونکہ غلام حسن صاحب خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اسی لئے انہوں نے وارثی فقیر جناب روشن شاہ کے طالب اور کشمیری فقیر جناب رحمان شاہ کے مرشد جناب حمید شاہ سے براہ راست وارثیہ سلسلہ حاصل کیا۔

فی الوقت جناب غلام حسن سبلا سرہندی وارثی صاحب کے کوئی بھی مرشد بحیات نہیں ہیں سوائے فرید الحسن صاحب کے جواب الہ آباد سے ضعیفی کی بنا پر ملک گیر دورہ نہیں کرتے۔ یوں بھی اب غلام حسن صاحب کو کسی ظاہری رہبر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب ان کا براہ راست روحانی تعلق امام العاشقین عالم پناہ حضرت سید وارث علی شاہ الحسینیؒ سے ہے جو انہیں باطنی اور روحانی فیوض سے مالا مال کر رہے ہیں۔

غلام حسن سبلا سرہندی وارثی المعروف میر حسن حسین سبلا سرہندی وارثی صاحب صرف فنافی اللہ درویش اور فقیر ہی نہیں بلکہ ایک ممتاز صوفی شاعر اور ادیب بھی ہیں جنھوں نے سینکڑوں کشمیری غزلیں، منقبت اور قصائد تشنگان معرفت کی ہدایت و تربیت کیلئے کہے ہیں۔ ان کے کلام میں سے بہت سی غزلیں اور کشمیری صوفیانہ کلام ریڈیو اور ٹی وی پر نشر ہوتا رہتا ہے۔ محفلوں میں گلوکاران کا عارفانہ کلام پیش کر کے شہرت کی بلندیوں پر پہنچ چکے ہیں۔ غلام حسن صاحب نے تصوف کے اسرار و رموز اور اپنے طالبان کی تعلیم و تربیت کے لئے کئی یادگار کتابیں تصنیف کی ہیں جو طالبان اور تشنگان معرفت کے لئے مشعل راہ ثابت ہیں۔ ان کے کئی شعری مجموعے اہل حق میں کافی مقبول ہو چکے ہیں۔ آپ کے طالبان و طالبات کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر چکی ہے۔ جن میں ادیب، شاعر، صحافی، ڈاکٹر، انجینئر، ٹکنیشن، وکیل اور اعلیٰ افسران شامل ہیں۔ اسکے علاوہ کثیر تعداد میں غیر مسلم بھی آپ کے مرید اور طالب ہیں۔ اسپین و ڈنمارک میں بھی آپ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو مرید اور طالب بنایا ہے۔

جناب میر حسن حسین سبلا سرہندی وارثی انتہائی مخلص، مشفق، دردمند، خدا ترس اور انسان دوست

فقیر ہیں جو ظاہری و باطنی دولت سے آراستہ ہیں۔ ۱۳ شعبان اور یکم صفر کو احمدؒ صاحب اور وارث پاکؒ کے سالانہ عرس کے علاوہ ہر ماہ ۱۳ اور ۲۹ تاریخوں کو احمد صاحب اور وارث پاک کی محافل اپنی رہائش گاہ آشیانہ ارم، بچھوارہ چوک، ڈل گیٹ بلوارڈ روڈ، سرینگر میں منعقد کرتے ہیں۔ جہاں خواص و عوام لنگر سے فیض یاب ہوتے ہیں اور رات رات بھر صوفیانہ کلام سے مریدین، طالبین، معتقدین اور متوسلین محظوظ ہوتے ہیں۔

آخر میں عرض ہے کہ میر حسن حسینؔ سُبلا شاہ سرہندی وارثی صاحب کی روحانی صفات کا احاطہ ہمارا قلم نہیں کر سکتا۔ آج ہندستان کیا برصغیر ہند پاک، بنگلہ دیش کے چند منفرد اور ممتاز مرشدین کاملین اور فقراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی تعریف کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

از

کامران حسین سُبلا سرہندی وارثی، اسپین

الحاج منظور احمد مسر ہندی وارثی، بمنہ سرینگر

فیاض عارفؔ سرہندی وارثی، رعناواری، سرینگر

طالبین الحاج میر حسن حسینؔ سُبلا شاہ سرہندی وارثی

بسم الله الرحمن الرحيم

الٓمّٓ ٥ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

الم یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو۔ وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ جو یقین کرتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر (پوشیدہ راز) اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ دیا ہے ہم نے اُن کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اُس پر بھی جو آپ سے پہلے اُتاری جا چکی ہیں اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو اُنکے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب

☆☆☆

ا۔ ﴿توحید کا بیان﴾

توحید یہ ہے کہ بندے کی آخری حالت ابتدائی حالت کی طرف رجوع کرے اور وہ ویسا ہی ہو جائے جیسا کہ عالم وجود میں آنے سے پہلے تھا۔ یقین ہی کا نام توحید ہے۔ خلقت کے تمام حرکات وسکنات خدائے وحدہ الا شریک کے حکم سے ہیں جب تجھے یہ عرفان حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ تو موحد ہے اگر ایک سچا انسان ایک لاکھ برس تک حق تعالیٰ کی طرف توجہ رکھے اور پھر ایک لمحے کے لئے دوسری طرف متوجہ ہو جائے تو جو گھڑی اُس نے کھودی وہ اُس زمانے پر غالب رہے گا جس میں اُسے توجہ حاصل تھی۔ ''اگر اللہ غائب ہے تو غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے اور اگر حاضر ہے تو حاضر کا نام لینا گستاخی اور بے ادبی ہے''۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے اس قول مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جب ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے تو پھر اس کے قول مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جب ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے تو پھر اُس کا ذکر بھی اتنی رازداری کے ساتھ کیا جائے کہ اللہ اور بندے کے سوا کسی تیسرے کو اس بات کی خبر نہ ہو۔

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا	کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وہاب صاحب کھار فرماتے ہیں۔

مے ژھانجیوم سٔنز تہ ووٕنز	سٕہ کۍ حال آمت یور	(کشمیری)

ترجمہ:۔ اُس کا جلوہ ہر طرف نمایاں ہے۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا وہ میرے سامنے موجود تھا۔

کشمیری صوفی شاعرہ لل عارفہؒ فرماتی ہیں

باژے باژے اٹتن بازے	عشقہٕ رازے عاشق گۍ
پانہٕ چھ تختہ تہٕ پانہٕ چھ وازے	پانہٕ چھ شراک تے پانے ماز
پانۍ چھ پانس کران ذیپازے	عشقہٕ رازے عاشق گۍ
پانہٕ چھ نغمہ تہٕ پانہٕ چھ سازے	پانہٕ چھ بم تے پانے زیر

پانٔے پانٔس گنڈِتھ پیشواز ے　　　　عشقٕنہ راز ے عاشق گٔے　　　　(کشمیری)

ترجمہ: عاشق کا جو راز ہے لل عارفہ نے اس انداز میں بیان کیا ہے۔

خود وہ ساز بھی ہے اور آواز بھی ہے، خود زیر بھی ہے خود بم بھی ہے۔ خود ناچنے والا بھی ہے، خود گوشت بھی ہے خود قصائی بھی ہے، خود ہی باورچی بھی ہے، خود طرح طرح کے پکوان بھی تیار کرتا ہے۔

بزرگوں کے نزدیک از روئے شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت اجمالاً توحید کے چار درجے ہیں اور ہر درجے میں مختلف حالات اہل توحید کے ہوا کرتے ہیں۔

توحید کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک گروہ فقط زبان سے لا الہ الااللہ کہتا ہے مگر دل سے رسالت وتوحید حق کا منکر ہے۔ ایسے لوگ زبان شرع میں منافق کہلاتے ہیں۔ یہ توحید مرنے کے وقت یا قیامت کے دن کچھ فائدہ بخش نہیں ہوگی۔ سراسر وبال اور عذاب آخرت کا باعث ہوگی۔

توحید کا دوسرا درجہ اس کی دس شاخیں ہیں ایک گروہ زبان سے بھی لا الــہ الااللہ کہتا ہے اور دل میں بھی تقلیداً اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے کوئی اسکا شریک نہیں ہے جیسے کہ ماں باپ وغیرہ سے سُنا ہے جس پہ ثابت قدم ہے اس جماعت کے لوگ عام مسلمانوں میں ہیں۔ دوسرا گروہ زبان سے بھی لا الــہ الااللہ کہتا ہے اور دل میں اعتقادِ صحیح رکھتا ہے۔ علاوہ اسکے علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر سینکڑوں دلیلیں رکھتا ہے۔ اس جماعت کے لوگ علماء ظاہر کہلاتے ہیں۔

توحید کا تیسرا درجہ مؤحد مومن بہ اتباع پیر طریقت مجاہدہ وریاضت میں مشغول ہے۔ رفتہ رفتہ یہ ترقی اُس نے کی ہے کہ نور بصیرت دل میں پیدا ہوا ہے۔ اس نُور سے اسکا مُشاہدہ کرتا ہے کہ فاعل حقیقی ایک ہی ذات ہے۔

توحید کا چوتھا درجہ کثرت اذکار واشغال وریاضت ومجاہدات سے ترقی کرتے کرتے یہاں تک کہ سالک ترقی کرتا ہے کہ بعض وقت چار جہات میں اللہ تعالےٰ کے سوا اسکو کچھ نظر نہیں آتا۔ تجلّیات صفاتی کا ظہور

اس شدت سے سالک کے دل پر ہوتا ہے کہ ساری ہستیاں اُسکی نظر میں گم ہوجاتی ہیں۔ جس طرح ذرے سے آفتاب کی پھیلی ہوئی روشنی نظر نہیں آتی ہے۔ دھوپ میں جو ذرہ دکھائی نہیں دیتا اُسکا سبب یہ نہیں کہ ذرہ نیست ہوجاتا یا ذرہ آفتاب ہوجاتا ہے بلکہ جہاں آفتاب کی پوری روشنی ہوگی ذروں کو چھپ جانے کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعرہ للہ عارفہ نے یوں فرمایا ہے۔

ے کلمے پۆرم کلمے سۆرم کلمے کوۆرم پنٛن پان

کلمے مولیس ہنہِ ہنہِ تۆرم ادِ لل واٰژس لامکان (کشمیری)

ترجمہ: میں نے کلمہ یعنی لا الـــہ الااللہ تحقیق کیا پھر اپنے اندر یعنی باطن میں بسایا یہاں تک کہ میرا سارا وجود کلمہ ہی بن گیا جس نے میرے جسم کے ہر ذرے کو بھی "لا" اور الا اللہ کے ضرب لگادئے تب جاکے لل منزل لامکاں کو پہنچ سکی۔

۲۔ عشق خداوندی

ایک بار بابا فریدؒ کی ایک مرد قلندر حضرت شیخ عبدالواحدؒ (گوشہ تنہائی والا) سے اچانک ملاقات ہوگئی۔ اس نے غار میں فرید کو آتے دیکھ کر کہا کہ مجھے دیکھ، میں عشق کی اولیٰ ترین مثال ہوں۔ میرے چشم پر نظر کر کہ یہ آتش فراق میں بوند بوند پگھل رہی ہے۔ پس کچھ دنوں کی بات ہے کہ پگھلتے ہی خاک میں جذب ہوگی۔ میرے پیروں کی جانب دیکھ کہ میں ایک ٹانگ سے محروم ہوں مجھے دنیا کو طلاق دیئے ہوئے یوں صدی گزر چکی ہے۔ میں ستر (۷۰) سال سے اس گوشۂ تنہائی میں پڑا ہوں اور میں نے تمام اسباب ظاہری کی نفی کر دی ہے۔ بہت دن پہلے اس غار میں ایک عورت آئی تھی اس کے حسن فریب کار کو دیکھ کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی غار سے باہر چلا جاؤں مگر جیسے ہی قدم اٹھایا ایک غیبی آواز نے میرے پیروں میں ہمیشہ کے لئے زنجیر ڈال دی۔ کہنے والا کہہ رہا تھا۔ کہاں جا رہے ہو "محبت کا دعویٰ تو ہم سے کیا تھا"، میں واپس لوٹ آیا اور اُسی وقت اور ایک ٹانگ کاٹ کر پھینک دی۔ اب تیس (۳۰) سال سے شرم وندامت کی آگ میں جھلس رہا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے دوست کو یہ چہرہ کس طرح دکھاؤں گا۔

حضرت عبدالواحدؒ کی داستان حیات سن کر بابا فریدؒ اس قدر روئے کہ آپ کی ہچکیاں بندھ گئیں پھر خود کلامی کے انداز میں فرمانے لگے۔ فرید تجھے کیا پتہ کہ اس سرزمین پر اُس کے کیسے کیسے جاں نثار موجود ہیں۔ حضرت عبدالواحدؒ کھڑے ہوئے اور بابا فریدؒ کو سینے سے لگایا۔ بابا فریدؒ بیان کرتے ہیں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا پورا جسم جھلس اٹھا ہو۔ یہ حضرت شیخ عبدالواحدؒ کا سوز عشق تھا جو نزدیک آنے والوں کو بھڑکتے ہوئے شعلوں کی مانند محسوس ہوتا تھا۔

دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو

عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی (اقبالؒ)

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر شمسؔ فقیر فرماتے ہیں۔

عشقِ چھُے تینبِر ہنا   چھ زالان ہزرمنا   (کشمیری)

ترجمہ:۔ عشق ایک ایسی چنگاری ہے کہ ہزاروں من لکڑی جلاسکتی ہے۔

اس لذت آشنائی نے حضرت بابا فریدؒ کو وارفتہ کر دیا اور آپ آداب مجلس سے بے نیاز ہو کر حضرت قطب بختیار کاکی چشتیؒ (پیرومرشد حضرت بابا فریدؒ) کے قدموں سے لپٹ گئے پھر اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ بار بار فرماتے پیرومرشد آپ مجھے نہ پہچانتے تو میں کہاں جاتا۔ آپ کی نگاہِ کرم ہی میری پہنچان ہے۔ ورنہ بابا فریدؒ کیا اور اس کی حقیقت کیا، حضرت بابا فریدؒ کی آواز اس قدر پرسوز تھی کہ حاضرین مجلس بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حضرت قطبؒ کا دست مہربان بابا فریدؒ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ اور نوائے شیریں اس دل پر شبنم ریز تھی جو آتش فراق سے جل رہا تھا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ شیخ طائیؒ جب اپنے حجرے سے باہر نکلے تو آنکھیں بند تھیں۔ کسی نے سبب دریافت کیا تو آپ نے جواباً کہا میں نے 45 سال سے آنکھیں کھولنا ترک کیا ہے کہ سوائے دوست کے میری نظر کسی غیر پر نہ پڑے۔

۳۔ سببِ تخلیقِ کائنات

کنت کنزاً مخفیاً ، فاَ حُبَبتُ اَن اَعرِفُ فخلقتُ الخلق (حدیث قدسی) میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا ۔میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے اے محمدؐ آپ کو خلق کیا اور اُس نور سے ساری مخلوقات کو خلق کیا۔ جیسے کہ کشمیری صوفی حضرت حبیب اللہ نوشہریؒ فرماتے ہیں۔

گُنت کنز آ وِیے　　　صورتن منز ژاوِیے

چھس محمد ﷺ ناوِیے　　　یار گژھو دیوِیے　　　(کشمیری)

ترجمہ: پوشیدہ خزانے کا راز کُھل گیا اور اُس راز نے صورت اختیار کی اور وہ صورت مقدس محمدؐ کے نام سے ظاہر ہوئی۔ چلو اُس "اصل" کیطرف متوجہ ہو جائیں۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر نعمہ صاحب نے خوب فرمایا ہے۔

اول آو نورِ محمدؐ عشق اوسُس جاریے　　　اَدِ آو بابہ آدم؛ آدم آوِ یژھ کائِلیے　　　(کشمیری)

ترجمہ:۔ سب سے پہلے نورِ محمدی خلق ہوا اُس کے بعد عشق جاری ہوا۔ پھر بابا آدمؑ آئے اُس کے بعد آدم آئے۔

اوّل ما خلق اللہ نوری (پہلی چیز جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کی میرا نور تھا)　　　(فرمانِ نبیؐ)

اے محمد ﷺ سب خلق کو آپ کے نور سے پیدا کیا ہے بعد میں اسی نور سے دوسرے چراغ روشن کئے۔ اسی روشنی میں اپنے کو دیکھا اور دونوں عالم کے نورانی چراغ روشن کئے۔ اسی روشنی میں اپنی تصویر دیکھی اور دونوں عالم نورانی اور روحانی بن گئے۔

ابوالارواح (روحانی) اور ابوالاجساد (جسمانی) اجساد کو سفلی اور علوی کو میثاق کہتے ہیں۔ سفلی کو محشر کہتے ہیں۔ ان دونوں کی پیدائش سے یعنی آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبر بھیجے گئے۔

یخرج من بین الصُلب و لترائب انه علیٰ رجعهٖ لَقادر

(اللہ انسان کو پشت اور پسلیوں کے درمیان سے پیدا کرتا ہے اور وہ اسے اپنی طرف لوٹانے پر بھی قدرت رکھتا ہے(القرآن)

۴۔ اخلاص

اخلاص یہ ہے کہ اپنی نیکیوں کو معمولی اور حقیر جاننا۔ نیکی کرنے والا لوگوں سے اس کی تعریف پسند نہ کرے۔ جس طرح برائیوں کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح نیکیوں کا چھپانا اخلاص ہے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر شمس فقیرؒ صاحب فرماتے ہیں۔

اخلاص چھ الماسیے　　　اخلاسچے ڈیڑبہ ژایوس

یکہ وٹہ کھینٛز زہر کھار　　　کارِ اخلاص گو کارِ ذکار　　　(کشمیری)

ترجمہ: اخلاص کے دروازے سے ہی میں داخل ہوا مگر اخلاص الماس کی طرح ہے ذکر واذکار دراصل اخلاص کا کام ہی ہے منوں زہر اکٹھے نگل لینا۔

بزرگوں کے ارشاد کے مطابق نیک کام اس طرح کرنا کہ دل میں یہ خیال بھی نہ آنے پائے کہ لوگ تعریف کریں۔ اسی لئے نیکی کو اس طرح چھپایا جائے کہ اللہ اور رسولؐ کے سوا کوئی نہ جانے اور اپنے اعمال پر غرور وتکبر نہ کیا جائے اپنے آپ کو گناہ گار ہی سمجھتا رہے۔ نیکی کتنی ہی بڑی کیوں نہ کرے لیکن اس کو کم ہی جانے یہ ہے اخلاص۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص لوگوں میں اپنے عمل کا چرچا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکی ریاکاری کو لوگوں میں مشہور کردے گا اور اس کو ذلیل ورسوا کرے گا۔

اے رب العزت ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت دور فرما۔ اور ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرما تا کہ ہمیں دنیا وآخرت کا سکون نصیب ہو۔ (آمین)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا چار خوبیاں ایسی ہیں جن میں یہ خوبیاں ہوں گی اسکا اسلام مکمل ہے اگر چہ سر سے لیکر پاؤں تک خطا کار ہو۔

۱۔ صدق　　۲۔ شکر　　۳۔ حیا　　۴۔ حسن خلق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی نماز قرض کے سبب معلق رہتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ (مشکوٰۃ)

یقین کیجئے دولت نہ کوئی قوت ہے اور نہ ہی دولت مند ہونا کوئی عزت ہے اور نہ ہی دولت کے ذریعہ کسی مصیبت سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔صرف خداوند کریم ہی کا کرم ہونا چاہئے جو تکلیفوں سے نجات کا ذریعہ ہے کسی بھی در سے کچھ نصیب نہیں ہوسکتا۔

حدیث شریف میں ہے سیّد عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم جانتے وہ جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔

نشانی آنے سے پہلے جو ایمان نہ لائے نشانی کے بعد اس کا ایمان قبول نہیں۔ اسی طرح جو نشانی سے پہلے توبہ نہ کرے بعد نشانی کے اس کی توبہ قبول نہیں۔ جو ایماندار پہلے سے نیک عمل کرتے ہوں گے نشانی کے بعد بھی ان کے عمل مقبول ہوں گے۔ (انعام ۱۵۸)

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے گا۔ اس سے لوگ دیکھیں گے تو سب ایمان لائیں گے اور ایمان نفع نہ دے گا۔

انّ الـذین کذّ بو ا بِایٰتنا و استکبروا عنها لا تفتح لهم ابوابُ السّمآءِ و لا یدخلون الجنّة حتّٰی یلج الجمل فی سمّ الخیاط و کذٰلك نجزالمجر مینo (اعراف ۴۰)

ترجمہ:۔ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اُن کے ماننے سے تکبر کرتے ہیں اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر سے نہ چلا جائے اور سب مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا ملتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کفار کی ارواح کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے

اور مومنین کی ارواح کیلئے کھولے جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رات کو تھوڑی دیر علم سیکھنا سکھانا ثواب کے اعتبار سے ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اصل کامیابی ایک مومن کیلئے اُس کے قلب کی اصلاح ہے اسی سے تمام عبادتوں کے اثرات اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔

قد افلح من زکّھا ٥ و قد خاب من دسّھا٥

ترجمہ: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور یقیناً وہ ناکام ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا دیا۔ (شمس ۹۔۱۰)

صحیح محبت اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول محبت جب ہی ہوگی جبکہ ایک معبود کی طرف بلانے والے پیارے نبی کریم کا سہارا لیا جائے انہیں واسطہ و وسیلہ بنایا جائے۔

فذکرونی اذکرکم والشّکرو الی و لاتکفرون

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔

رسولؐ کے دامن سے وابستہ ہوکر ان کے غلام بن کر ہی تم معبود کے دربار میں حاضری کے قابل بن سکتے ہو۔

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ

بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ (پ۳ آل عمران ۱۹)

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورخیت لکم السلام دینا٥

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے آج میں نے مکمل کردیا تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری صکردی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کرلیا۔ (پ۶ المائدہ ۳)

پس کامیاب و کامران وہی بندے ہیں جو اس کامل و مکمل اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کو دل و

جان اور یقین محکم سے قبول کر لیتے ہیں انہی کیلئے دنیا اور آخرت میں عزت، نجات اور کامیابی ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلامِ دینًا فلن یقبل منهُ و هو فی الاخرة من الخسرین

ترجمہ: جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ روز قیامت خسارہ میں رہے گا۔ (پ ۳ آل عمران ۸۴)

یا یُّها اللّذین ءَامنو اِنتنصرو الله ینصر کم یثبّت اقدامکمo

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں (جانثاروں) سے کہا تھا کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف بلانے میں۔ حواریوں نے جواب دیا۔ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ پس ایمان لایا ایک جماعت نے نبی اسرائیل میں سے اور کفر کیا دوسرے گروہ نے پھر ہم نے مدد کی ان کی جو ایمان لائے دشمن کے مقابلہ میں آخر کار وہی غالب رہے۔

حواری دن ورات اپنے نبیؑ (حضرت عیسیٰؑ) کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا لیکن پھر بھی وہ پیچھے نہ ہٹے اپنے دین کی اشاعت و حفاظت کیلئے جو کچھ کر سکتے تھے کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی عظمت عطا فرمائی کہ قرآن کریم میں ہمیشہ کیلئے ان کا ذکر محفوظ کر دیا اور انہیں غلبہ عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں، عورتوں اور مردوں کو قرآن شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جو شخص قرآن کریم کی ایک بھی آیت تلاوت کرے گا وہ آیت اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی۔

خداوند کریم کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز باعظمت نہیں۔ قبولیت دعا کا سب سے اہم مقام دربار سرور کائنات ﷺ ہے جو گناہ گاروں اور ضرورت مندوں کی پناہ گاہ ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا نہیں پھیرتی تقدیر کو مگر دعا اور نہیں کرتی زیادہ کوئی عمر مگر نیکی۔ (ترمذی)

اے اللہ کے بندو! اللہ سے مانگو مصطفیٰؐ کے وسیلے سے ان کی اتباع و پیروی کا حق ادا کرنے والوں کے وسیلے سے حضرت غوث پاکؒ، سرکار خواجہ غریب نوازؒ، وارث پاکؒ اور تمام ولیوں نیک نبدوں کے وسیلے سے تو ملے گا۔ خوب ملے گا۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

حضرت مالک بن یسارؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جب تم خدا سے دعا مانگو تو ہاتھوں کے اندر کی جانب سے۔

اگر ہم برکت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا قانون سنو اس پر عمل کرو ضرور یہ نعمت نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا زِیدنکمُولئنْ کفرُ تم اِنّ عذابی لشدیدO

ترجمہ: اگر تم شکر کرتے رہوگے تو میں اپنی نعمتیں زیادہ کرتا رہوں گا اور تم نے ناشکری کی تو یقیناً عذابِ سخت ہے۔ (پ ۱۳، ابراہیم ۷)

شکر کرو تو نعمتوں میں اضافہ ہوگا برکت نصیب ہوگی ناشکری کروگے تو سمجھ لو اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے دنیا میں بھی پریشان وخستہ حال ہی رہوگے اور اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے نہ جانے آخرت میں کیا حال ہوگا۔

میرے آقا ﷺ کا ارشاد ہے حضرت انسؓ کہتے ہیں، دعا عبادت کا مغز ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادت سے زیادہ تمہارا مانگنا پسند ہے۔ جس سے تمہارا رب العزت خوش ہو جاتا ہے اور تمہاری خالی جھولیاں بھر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میری مخلوق پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

الدّنیا نؤ تہٖ منھا و ما لہ فی الاٰخرۃ من نصیب ○

ترجمہ: جو شخص صرف دنیا ہی کی کھیتی کا خواہش مند ہے تو ہم اسے اس دنیا سے دیدیں گے اور اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ (پ ۲۵، شوریٰ ۲۰)

یعنی جو دنیا کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب دیتا ہے۔ لیکن جب دنیا ہی زندگی کا مقصود بن جاتا ہے تو خداوند کریم کی لعنت برسنے لگتی ہے آخرت میں کیا ملے گا قرآن کریم تو یہی کہتا ہے کہ آخرت سے کوئی حصہ نہ ملے گا۔ ہم جس دنیا پر ناز کرتے ہیں جس کا حلال و حرام ہر طریقے سے سمیٹنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اُس کیلئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ما عندکم ینفذ و ما عند اللہ باقٍ

ترجمہ: جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور رحمت کے جو خزانے اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہیں گے۔ (پ ۱۴، نحل ۹۶)

ایک واقعہ ہے حضرت جبرائیلؑ نے حضرت نوحؑ سے سوال کیا کہ تمام انبیاء میں لمبی عمر پانے والے نبی آپ ہیں تو یہ بتائیے کہ آپ نے دنیا کو کیسا پایا۔ آپؑ نے جواب دیا جیسے ایک مکان جس کے دو دروازے ہوں بس ایک سے اندر گیا اور دوسرے سے نکل گیا۔

حضرت عیسیٰؑ سے جبرائیلؑ نے عرض کیا ہمیں ایک ایسا عمل بتائیے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرے۔ جواب میں آپ نے فرمایا تم دنیا کے عیش و عشرت سے نفرت کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اور ایک واقعہ مکاشفۃ القلوب میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایک شخص کے پاس سے گذرے جو زار زار رو رہا تھا۔ آپ نے یعنی حضرت موسیٰؑ نے خداوند کریم سے عرض کیا،

تیرا بندہ تیرے ہی خوف سے رو رہا ہے تو اس پر کرم فرما۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو جواب دیا اگر اس کی آنکھوں کے آنسوؤں کے ساتھ اس کا دماغ بھی بہہ جائے تب بھی میں اس کو نہ بخشوں گا کیونکہ یہ شخص دنیا سے محبت کرتا ہے مجھ سے نہیں۔ تو سوال ہے کہ ہماری پریشانی کے اسباب کیا ہیں۔ رسول کریمؐ

نے جواب فرمایا ہے کہ دنیا سے تمہاری محبت ہے اگر تم اس پریشانی کو دور کرنا چاہتے ہو اور اس سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو دلوں کو دنیا کی محبت سے پاک وصاف کر کے دین کی اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت سے آباد کرلو۔

یعنی جو دل کو خداوند کریم کی محبت سے آباد اور دنیا کی محبت سے پاک کر لیتے ہیں انہی کیلئے کامیابی کا وعدہ ہے اور وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ جو ساری زندگی بسر کرتے ہیں۔

اس کا اشارہ کشمیری فقیر صوفی شاعر حضرت الحاج میر محمد سبحان سبلا، بچھوارہ فرماتے ہیں

پاکیزہ نفساً انز رن پیو   من عرف نفسہٗ گنز رن پیو

فقد عرف ربہٗ دمہ دمہ چیو   الا اللہ بوزتہ واصل گو   (کشمیری)

ترجمہ: مجھے اپنے پاک نفس کی کھوج کرنی پڑی جس کی راہ نمائی مجھے حدیث من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ نے کی پس میں نے اپنے رب کو پالیا اور اثبات ملتے ہی میں واصل بر حق ہوا۔

من عمل صالحا مّن ذکرٍ او انثٰی وھو مومن فلنحیینّہٗ حیٰوۃ طیبۃ و لنجز ینّھم اجرھم بِاحسن ما کانو یعملونo

جو بھی نیک کام کرلے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور انکے اچھے کاموں کے عوض میں اُن کا اجر دیں گے۔ (پ۱۴ نحل ۹۶)

۵ توبہ کے بیان میں

اللہ تعالےٰ نے توبہ کرنے والوں کو بزرگی عطا فرمائی ہے یعنی پہلی منزل اس راہ کی توبہ نصوح ہے۔ یعنی توبہ خالص وتوبہ خاص الخاص۔ یہ توبہ اعلیٰ قدر مراتب ہوتی ہے۔ اس میں کسی کی قید نہیں جیسے کہ حق تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ تو بو الیٰ الله جميعا ايهاالمومنون لعلكم تفلحون (یعنی اے مومنو تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کروتا کہ تم کامیابی حاصل کرسکو) جیسے کہ کشمیری صوفی شاعر عبدالوہاب کھارؒ صاحب فرماتے ہیں۔

توبہ توبہ ہزار توبہ　　　　دل آینہ تھو صفا ہزار توبہ　　　　(کشمیری)

ترجمہ: توبہ کرو بلکہ ہزار بار توبہ کرو، دل کو آئینے کی طرف صاف وشفاف رکھواور توبہ کرتے رہو۔

سالک کا کسی مقام پر ٹھہرنا گناہ ہے اس مقام سے اس کو توبہ کرنا چاہئے اور آگے بڑھنا چاہئے۔ توبہ کے اصلی معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ عام لوگوں کی توبہ اسلئے ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے نافرمانی کی ہے، اللہ سب گناہوں کو معاف کریں تا کہ عذاب سے بچیں۔ خاص لوگوں کی توبہ اسلئے ہوتی ہے کہ جس قدر نعمتیں عطا ہوئیں اور جس قدر رحم وکرم ہوا اور ہو رہا ہے۔ اس اعتبار سے مطلق خدمت ادا نہ ہوئی۔ خاص الخاص لوگوں کی توبہ اسلئے ہوتی ہے کہ ہم اپنے کو صاحب قوت وطاقت کیوں سمجھیں۔ ہم نے اپنے کو موجّد کیوں خیال کیا، عاجز ونیست کیوں نہ سمجھا۔ قوی ہے تو وہی ہے موجّد ہے تو وہی ہے۔ عوام کی توبہ گناہ سے باز آنا ہے۔ خواص کی توبہ غفلت سے باز آنا ہے۔ توبہ کی تعریف یہ ہے کہ جو گناہ تم نے کیا اُسکو بھول جاؤ کیونکہ تائب کا درجہ محبّ کا درجہ ہے وہ ایک گونہ دوستوں میں داخل ہے۔ ایک دوست کا دوسرے دوست سے بے عنوانیوں کو دہرانا ہرگز جفا سے کم نہیں۔ اللہ اللہ معشوق کی بارگاہ میں عاشق کا وجود بھی گناہ ہے۔ تو زبان سے کب تک خدا پرستی کا دعویٰ کرے گا۔ یہ تو نفس پرستی ہے جب تک تو دل سے مسلمان نہ ہوگا ظاہری طور پر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب تک دل میں ایمان کا وجود نہیں تو صرف زبان سے کب تک

رٹ لگا تا رہے۔

؎ تا کے بہ زبان خدا پرستی　　　این است مگر ہوا پرستی

ترجمہ: کب تک زبان سے کہتے پھرو گے کہ یہ خدا پرستی ہے یہ سب کچھ جو کہتے ہو سب نفس پرستی ہے۔

؎ تا نہ گردی تو مسلمان از دردن　　　کے توانی شد مُسلمان از برُون

ترجمہ: جب تک تم اپنے وُجدان سے مسلمان نہیں بنو گے تب تک تمہارا ظاہر بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

؎ تا کے بہ زبان نفس بر آری　　　ایمان بہ دل است دل نداری

ترجمہ: تم کب تک نفس کی زبان کے ساتھ ہاں ملاؤ گے۔ ایمان دل سے وابستہ ہے جب کہ تم دل ہی نہیں رکھتے۔

اس بارے میں شاعر مشرق علامہ سر محمد اقبالؒ فرماتے ہیں

؎ زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل　　　دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

توبہ استغفار

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس کے نامۂ اعمال میں کثرت سے استغفار پائی جاتی ہے۔

وہ شخص بہت ہی بدنصیب ہے جو مسلسل گناہ کرتا رہتا ہے اور بڑھاپے کا انتظار کر رہا ہے۔

توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا لوٹنا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے ہر حال میں اُس کی طرف رجوع (سرخم) کریں۔ غم ہو، خوشی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

شریعت کی اصطلاح میں عام مسلمانوں کیلئے توبہ گذشتہ گناہوں پر نادم آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ

کرلینا ہے۔توبہ ہی خدا کے قرب کا ذریعہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

انّ اللہ یحب التّوابین و یحب المتطھّرین۔ (پ ۲، البقرہ ۲۲۲)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں کو۔

پس اللہ تعالیٰ کے دوست اولیاء کرام بہت توبہ کرتے ہیں بہت صاف ستھرے رہتے ہیں۔تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اتنا پسند کرے کہ اُن کے مرتبے اور زیادہ بلند ہوں۔

و لو انھم اذظّلموا انفسھم جاء وك فا سُتغفروا اللہ و استغفر لھم الرّسول لو جدوا اللہ توّا بًا رّحیمًاo

ترجمہ:۔ اور اگر وہ لوگ جو ظلم کر بیٹھے اپنی جانوں پر حاضر ہوں آپ کے پاس اور مغفرت چاہیں اللہ تعالیٰ سے اور آپ ان کے لئے مغفرت کی سفارش کر دیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو ضرور بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا پائیں گے۔ (پ ۵ النساء ۶۴)

حضرت انسؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری شفاعت کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے میرے ساتھ مخصوص ہوگی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ہماری توبہ انہیں کے وسیلے سے قبول ہو جاتی ہے اور روز حشر انہی کی شفاعت کے ذریعہ نجات ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں خود نبی مکرم ﷺ دن میں ستر (۷۰) بار سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔

آقائے نام دار ﷺ کو توبہ کا حکم اس لئے ہوا کہ رب العزت کو عام لوگوں کا توبہ کرنا تو پسند ہے لیکن پیارے محبوب ﷺ کی زبان مبارک سے استغفار کے الفاظ ادا ہوں تو کچھ اور ہی بات ہے اور اس لئے کہ سرکار کے سجدے ہمارے سجدوں کی قبولیت کا ذریعہ ان کی دعاؤں کے طفیل ہماری دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔اسی طرح ان کا توبہ درحقیقت ہماری توبہ کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے۔

جس نے توبہ نصوح (سچی توبہ) کرلی اُس پر اللہ تعالیٰ کا صرف اتنا ہی کرم نہ ہوگا کہ اس کے پچھلے گناہ

معاف ہو جائیں گے۔ بلکہ وہ رب العزت جو اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادے گا توبہ کرنیوالوں کو قرآن کریم خوشخبری سناتا ہے۔

مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بخشنے والا بڑا ہی مہربان ہے۔ (القرآن)

اللہ تعالیٰ سورہ ہود ۱۲، ۳ میں فرماتا ہے اور یہ کہ مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر اسی کی طرف رجوع کرو وہ تمہیں بھرپور زندگی کی راحتیں عطا فرمائے گا۔ مقررہ وقت تک یعنی مرنے تک۔

ومن لم یتب فاُولٓئک ھم الظّلمونo

اور جس نے توبہ نہ کی تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (پ ۲۶، الحجرات ۱۱)

ہمارے لئے توبہ ہی بہتر ہے کیونکہ اس سے دُنیا کی عزت بھی ملے گی اور آخرت میں یہ باعث نجات ہے۔

۶۔ ﴿مومن کامل﴾

مومن کی پہچان

ہر مرد و عورت بلاشبہ مومن ہے جو کلمہ پڑھے تصدیق کے ساتھ یعنی

اٰمنت با اللّٰہ و ملٰئکتہٖ و کتبہٖ و رُسلہٖ و القدرِ خیرہٖ شرہٖ من اللّٰہ تعالٰے والبعث بعد الموت

ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اُسکی بھیجی ہوئی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔

ایمان کے معنی ہیں یقین کرنا لیکن شریعت کے لائق وہ ایمان یہ ہے کہ انسان نبی مکرم ﷺ کی بتائی ہوئی ہر بات کی دل سے تصدیق کرے زبان سے اقرار کرے، جو کوئی زبان سے اقرار کرے لیکن اس کا دل منکر ہو وہ مومن نہیں منافق کہلائے گا۔

و من النّاس من یّقول اٰمنّا باللّٰہ و بالیومِ الاٰخِرِ و ما ھُم بمئو منین ۫ یُخٰد عُون اللّٰہ والّذین اٰمنوا و ما یخد عُون اِلّا انفسھم و ما یشعُرونo

اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ مومن نہیں وہ دھوکا دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں وہ دھوکا نہیں دے رہے مگر اپنے آپ کو اور وہ نہیں سمجھتے۔ (پ ۱ البقرہ ۸۔۹)

بشر الْمُنافقیْن باِنّ لھم عذاباً الیماً

یہ خبر سنادو، منافقوں کو کہ بلاشبہ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ سب منافقوں اور سب کافروں کو اکٹھا کرنے والا ہے جہنم میں اور دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور تو اُن کا مددگار ہرگز نہ پائے گا۔

جس کسی نے انکار کیا اللہ کی کسی صفت کا رسولوں اور نبیوں کا یا کسی ایک نبی یا رسول کا یا اُن کی خوبی کا وہ

کافر ہے جو اللہ پر اس کی تمام خوبیوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اس کے فرشتوں پر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر اور رسول کی لائی ہوئی تمام باتوں پر یقین رکھتا ہو اس طرح کہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہو ان باتوں پر جس نے تصدیق کی مومن ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے مومن ہونے کا۔ مومن اپنے عقیدے اور عمل دونوں کو قرآن کریم احادیث شریف کی روشنی میں ایسا درست کرے کہ اس کا کوئی کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے خلاف نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے "اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ ان باتوں سے ہی تمہیں دنیا کا چین اور آخرت کا سکون نصیب ہوگا"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمت نہ ہارو اور غم مت کھاؤ تم ضرور سر بلند ہو نگے اگر تم سچے مومن ہو۔ تم نے ایک اللہ پر یقین کیا ہے اور اس کی تمام خوبیوں کو دل سے مانا ہے تو پھر ہر حال میں یہ ثابت کرو کہ تم اس کے بندے ہو کسی دوسرے کے سامنے نہ تمہارا ہاتھ پھیل سکتا ہے اور نہ سر جھک سکتا ہے اس دنیا کی کوئی قوت تمہارا دل تمہارے رب سے نہیں پھیر سکتی تم تو ایک ایسے قادر مطلق کے ماننے والے ہو کہ کسی کی قدرت تم پر غالب نہیں آسکتی۔ تمہاری زندگی اور موت کا اختیار تو صرف اس خدا کو ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اللہ پر اپنے ایمان کا اعلان بے دھڑک اس طرح کرو۔

قل اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ ○

اعلان کر دو کہ اختیار تو سارا اللہ ہی کو ہے۔

فرشتوں پر ایمان

اللہ کے فرشتوں پر ایمان لائے ہو تو یقین رکھو کہ اللہ کی ایسی نورانی مخلوق ہیں جو اگر چہ سب کو نظر نہیں آتے لیکن بلاشبہ وہ موجود ہیں اللہ تعالیٰ اُن فرشتوں سے جو چاہتا ہے کام لیتا ہے وہ دنیا میں بھی آتے جاتے ہیں۔ خُدا کے حکم سے ہمارے اعمال کو لکھتے بھی ہیں اور خُدا کے سامنے ہماری نیکیوں کی گواہی بھی دیتے

ہیں۔ کچھ مشہور اور افضل فرشتوں میں حضرت جبرائیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت اسرافیلؑ، اور حضرت عزرائیلؑ موجود ہیں۔ فرشتے نبیوں کے پاس بھی آتے جاتے ہیں اور خاص انسانوں کے پاس بھی۔ اللہ تعالیٰ جسے قوت دیتا ہے وہ انہیں دیکھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی مدد اِن فرشتوں کے ذریعے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول اور نبیوں اور رسولوں کی اتباع و پیروی کرنے والے نیک بندے ان سے افضل ہوتے ہیں۔ ان کی (یعنی فرشتوں) کی تعداد صرف رب العزت ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

کتابوں پر ایمان

تم اللہ کی کتابوں پر ایمان لائے ہو تو یقین کرو کہ توریت، زبور، انجیل اور قرآن کریم جو نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتے رہے سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ آخری کتاب قرآن حکیم جو آج تک اپنی اصل حالت میں موجود ہے ہمارے پاس موجود ہے اور قیامت تک اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت فرمانے والا ہے۔

اِنا نحن نزلْنا الذّکر و انا لهٗ لحفظون O

ترجمہ: بیشک ہم نے ذکر (قرآن) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (پ۱۴ الحجر ۹)

اس کتاب کی موجودگی میں اہل ایمان کو اپنی زندگی بسر کرنے کیلئے یا زندگی بہتر بنانے کیلئے دنیا کے کسی قانون کا سہارا لینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

رسولوں پر ایمان

تم اللہ کے رسولوں پر ایمان لائے ہو تو یقین کرو کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ تک جتنے نبی اور رسول تشریف لائے وہ اللہ کے بھیجے ہوئے تھے جو انسانوں کی ھدایت و رہنمائی کیلئے آئے اور انہوں نے اپنی

اپنی امتوں کو پوری طرح خدا کا پیغام پہنچایا کوئی رسول کسی اعتبار سے امتی کی طرح نہیں ہوسکتا وہ گناہوں سے پاک ومعصوم ہوتا ہے اور امتی کا ایسا حاکم ہوتا ہے کہ اس کی ہر بات قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر امتی کیلئے لازم وضروری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من رَّسُولٍ اِلا لیطاع بِاِذْنِ اللہ (پ۵، النساء۶۴)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسلیئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔

پچھلے تمام نبیوں اور رسولوں کا ادب واحترام ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن ہم حضرت محمد ﷺ کے امتی ہیں انہی کا کلمہ پڑھتے ہیں جو تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار اور آخری نبیؐ ہیں۔ ان کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس کو نبی ماننے والا مرتد ہے۔ جس کو مسلمان خیال کرنا بھی کفر ہے۔

نبی کریم ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل واعلےٰ ہیں۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر فقیر رحیمؒ صاحب فرماتے ہیں۔

اول آخر چھ آنسرور حیات النّبیؐ سر کر
رٔحیم فقیرو غم مہ بر چیانہ حیاتک چھم قسم (کشمیری)

ترجمہ: اول بھی آن حضرتؐ ہیں اور آخر بھی وہی ہیں۔ اسلیئے اُنکی حیات مقدسہ کو جان لو اے رحیم تم غم مت کھاؤ کیونکہ ہمارے غم خوار زندۂ جاوید ہیں۔

آخرت

تم آخرت کے دن پر ایمان لائے ہو یقین کرو کہ یہ دن ضرور اس طرح آنے والا ہے جیسے دنیا کے دن آتے ہیں اور تمام جن وانسان اس دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ جس نے انسان وجن کو اس دنیا میں اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا اور اب اُسی رب حقیقی کے دربار میں حاضر ہوکر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بیشک کان آنکھ اور دل ان سب کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا (القرآن)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

یومئذٍ یصدر الناس اشتاتا لّیروا اعمالھم O فمن یّعمل مثقال ذرّةٍ خیرًا یّرہٗ O و من یّعمل مثقال ذرّةٍ شرًّا یّرہٗ O (پ ۳۰ ،زلزال ۶ _ ۸)

اس روز لوگ گروہ بن کر لوٹیں گے تا کہ انہیں اُن کے اعمال دکھائے جائیں پس جس نے ذرہ بھر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

قا لو اِنا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون O

بیشک ہم صرف اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (پ۲ البقرہ ۱۵۶)

اور اپنے ہر عمل سے پہلے اس بات کیلئے تیار رہے کہ اسے خداوند کریم کے سامنے پیش ہونا ہے اور جواب دینا ہے۔

واتّقوا یو مًا تُر جعون فیہ اِلی اللّٰہ ثُمّ توفّی کُلّ نفسٍ مّا کسبت و ھم لا یُظلمون O

اور اس دن سے ڈرتے رہو۔ جس میں اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر پورا پورا بدلا دیا جائے گا ہر کسی کو، اس کا جو اس نے کمایا ہے اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی۔ (پ۳، بقرہ ۲۸۱)

اس بارے میں کشمیری صوفی فقیر وازہ محموب صاحب فرماتے ہیں۔

یِ وَ وَ کھ تِی گرشہ لوئِنی لوئِنی تژ او خو دبینی و بدبینی (کشمیری)

ترجمہ: جیسے اس دُنیا میں بویا ہوگا آخرت میں وہی کاٹتے جاؤ گے اس دُنیا میں غرور و تکبّر اور بُری چیزوں کا دامن چھوڑ دو۔

فکیف اذا جمعنٰھم لیومِ لّا ریب فیہِ و وفیتُ کلُّ نفسٍ مّا کسبتُ و ھم لایظلمون O

پس کیا حال ہوگا اس کا جب ہم جمع کریں گے انہیں اس روز جس کے آنے میں کوئی شک نہیں اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (پ ۳ آل عمران ۲۵)

یو م تجد کلُّ نفسٍ مّاعملت من خیر مّحضرًا و ما عملت من سوۗءٍ توَدّ لو انّ بینھاؕو بینه امدًا
بعیدًا و یحذّرکم اللّٰه نفسهٗ و اللّٰه رئُوف با لُعباد ٥ (پ۳،آل عمران ۳۰)

ترجمہ: جس دن موجود پائے گا ہر کوئی اپنے سامنے وہ نیکی جو اس نے کی تھی اور وہ برائی جو اس نے کی تھی تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس دن کے درمیان لمبی مدت ہوتی اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے۔

کشمیری فقیر وہابؔ صاحب کھار فرماتے ہیں ؎

شارونہ وہاب کھار گرٛھ ژٕتس تھاوتھ
عملن جزاواتان (کشمیری)

ترجمہ: وہابؔ صاحب نے اپنے کلام میں کہا ہے کہ ہر عمل کا بدلہ آخرت میں پورا پورا دیا جائے گا اس بات کو یاد رکھو۔

﴿تقدیر﴾

تم ایمان لائے ہو اس پر کہ تقدیر کی بھلائی اور برائی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پتھر کی طرح مجبور پیدا نہیں کیا بلکہ اسے نیکی یا برائی کرنے کا پورا اختیار ہے اور اسے عقل بھی عطا فرمائی علم بھی عطا فرمایا تا کہ وہ اپنے نفع نقصان کو جان سکے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے علم کا کمال ہے کہ وہ ہر چیز کو ہمیشہ سے جانتا ہے۔ لہذا اس نے کسی کی نیکیوں اور برائیوں کو پہلے ہی سے جان لیا ہے اس کا علم اتنا یقینی ہے کہ کسی کا کوئی عمل اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ پس اس تقدیر کے باوجود انسان ذمہ دار ہے کہ وہ برائیوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش کرتا رہے اسی لئے قرآن کریم انسان ہی کو اس کے اعمال کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔

لھا ما کسبت و علیھا مااکتسبت

اس کو اجر ملے گا جو نیک عمل اس نے کیا اور اس پر وبال ہوگا جو برا عمل اس نے کیا (۳۰ بقرہ ۲۸۶)

تقدیر کا انکار کرنے والوں کو حضور ﷺ نے اس امت کا مجوسی فرمایا ہے پس ہمیں بلا شک وشبہ اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہئے اور اس میں زیادہ بحث کرنے اور عقل میں لانے کی کوشش سے بچنا چاہیے اور اس موضوع پر بحث کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہی ہمارا ایمان ہے۔ ہر چیز تقدیر کے ساتھ ہے اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر رحمان صاحب ڈار فرماتے ہے۔

تدبیر کران عمر مالہ رآوم   تقدیر آم نو وَ نے

یی لأنی لیٔو کھنم   لوح محفوظس تی چھس نکھہ والان   (کشمیری)

ترجمہ: تدبیر کرتے کرتے میری ساری عمر گذر گئی مگر پھر بھی تقدیر کے گورکھ دھندے کو نہ سمجھ سکا جو رب باری نے میری تقدیر میں لکھا ہے اُسی کو چکتا کر رہا ہوں۔

حضرت ابن خزامہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولؐ خدا سے پوچھا یہ جھاڑ پھونک دوا دارو جو ہم کرتے ہیں اور جنگ میں ڈھال زِرہ وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں کیا یہ چیزیں بھی خدا کی تقدیر کو بدل دیتی ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ چیزیں بھی تقدیر ہی میں شامل ہیں۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ نے آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) سال پہلے تمام مخلوق کی تقدیر لکھی اور اُس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔

﴿بعد الموت﴾ (مرنے کے بعد)

تم مرنے کے بعد دوبارہ ہونے پر ایمان لائے ہو تو یقین رکھو کہ ہم کچھ نہیں تھے اور خداوند کریم نے ہمیں پیدا کر دیا اور جب وہ چاہتا ہے ہمیں موت آجاتی ہے چاہے ہم زندہ رہنے کی کتنی ہی کوشش کریں تو ایسی

قدرت والے خدا کیلئے یہ ہرگز دشوار نہیں کہ وہ مرنے کے بعد جب چاہے ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔

کیف تکفرون باللّٰہ و کنتم امواتًا فاَحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعونo

ترجمہ: تم کیسے انکار کرتے ہو اللہ کا حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہ مارے گا پھر زندہ کرے گا پھر اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (پ البقرہ ۲۸)

ایک مومن کامل بننے کیلئے ان سب عقائد جو درج کئے گئے ہیں بلاشک وشبہ ماننا ضروری ہے، جو کچھ ہمارے آقائے نامدار ﷺ نے ہمیں بتایا یعنی جنت، دوزخ، میزان، پل صراط، حوض کوثر، قیامت، مرنا وغیرہ جو کچھ قرآن کریم اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہاں بیان کر دیا اس کو حق ماننا اور اُس کا یقین کرنا، زبان سے اقرار کرنا اور اس پر عمل کرنا ایمان کامل ہے۔

حضرت محمد بن نصیرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں جس چیز سے میں بہت ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے یعنی دکھاوے کیلئے کام کرنا۔ جو شخص لوگوں میں اپنے اعمال کا چرچا کرے گا تو خداوند کریم اس کی ریاکاری کو لوگوں میں مشہور کر دے گا اور اس کو ذلیل ورسوا کرے گا۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ نیکی کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر دکھاوے اور ریا کیلئے ہے تو قابل قبول نہیں۔ وہی عمل قبول ہے جو صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے ہو۔

من عمل صالحًا مّن ذکرٍ او انثیٰ وھو مئومن فلنحیینہٗ حیوۃً طیّبۃً ولنجزینّھم اجرھم باَحسن ما کانوا یعملونo (پ۱۴، نحل ۹۷)

جو بھی نیک کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ پُرسکون زندگی عطا کریں گے اور ہم انہیں ان اچھے کاموں کا اجر ضرور دیں گے جو وہ کرتے ہیں۔

مومن کامل بننے کیلئے ضروری ہے کہ عقائد درست ہوں۔ شریعت کے مطابق خداوند کریم کی عبادت کرنا۔ اللہ، اس کے رسولؐ اور بندوں کے حقوق ادا کرنا۔ ہر عمل میں خلوص اور نیت کا ٹھیک ہونا۔ تقویٰ اختیار کرنا

﴿قیامت پر ایمان﴾

گناہ برائیوں اور بدکاریوں سے مومن کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ روزِ حشر نور اُسے نصیب ہوگا جو نیکیوں سے چمکتا دل لیکر اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ پس نیک عمل اختیار کرو، قیامت کے دن پہاڑوں درختوں سے بھی زیادہ پاؤ گے بڑی عزت و عظمت ہوگی اور اعلیٰ مرتبہ ملے گا۔ دنیا کی عیش و عشرت کی زندگی کو ترک کرو۔ چونکہ ارشاد باری ہے۔

یٰاَیھا الذین امنو توبوٓا الی اللہ توبۃً نّصوحًا عسیٰ ربّکم ان یکفر عنکم سیّاٰتکم و یدخلکم جنّٰتٍ تجری من تحتھا الانھر یوم لا یخزی اللہ النبیّ و الّذین امنو معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم و بایمانھم یقولون ربّنآ اتممْ لنا نورنا واغفرلنااِنّک علی کلّ شیءٍ قدیرo

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے دربار میں سچے دل سے توبہ کرو، امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں رد کر دے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن میں ندیاں بہہ رہی ہونگی۔ اس دن اللہ اپنے نبیؐ کو اور اُن لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا اس دن ان کا نور اُنکے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا اور وہ کہتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور مکمل فرمادے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

اہل ایمان اپنے نبیؐ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہیں دنیا والے ان کو کتنا ہی کمزور و حقیر سمجھتے رہیں وہ ہرگز اس کی پرواہ نہ کریں۔ ان کی عزت و سربلندی کا پتہ تو اس دن چلے گا جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم علیہ السلام کو مزید بلند مقام اور اختیار عطا فرمائے گا۔ آپ اپنے گناہگار امتیوں کی شفاعت کریں گے حوضِ کوثر سے سیراب کریں گے۔ میزان اور پل صراط پر ان کی نگرانی فرمائیں گے۔ قیامت کے اندھیرے میں ان کو ایک نور بخشا جائے گا۔ جس کے ذریعہ وہ باآسانی پل صراط سے گذر کر جنت میں داخل ہوسکیں گے۔ اس دن رب کریم نہ تو اپنے پیارے محبوب کو رسوا ہونے دے گا نہ ہی ان کی پیاری امت کو۔ آج رسولؐ کا اور ان کے غلاموں کا مذاق اڑانے والے کل قیامت میں ان کی عظمت دیکھیں گے۔

ہم گناہ گاروں کے لئے قیامت کے دن نورعطا فرمایا جائے گا جبکہ دنیا کی جھوٹی عزت و دولت پر ناز کرنے والے کفار، منافقین اندھوں کی طرح ٹھوکریں کھاتے ہوں گیں۔ اُس وقت انہیں احساس ہوگا۔

ومن کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضلُّ سبیلًاO

ترجمہ: جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا اور گمراہ ہوگا۔ (بنی اسرائیل:۷۲)

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وازہ محمود صاحب فرماتے ہیں ۔

اَنِہِن چشمن مے بِینائی بَنِیم   مؔہن منز گاش اظہار ہے آم (کشمیری)

ترجمہ: میری اندھی آنکھوں کو روشنی مل گئی میری آنکھوں میں نُور بس گیا اور میں بینا لوگوں میں شمار ہوگیا۔

ان کے دل تو ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں، اُن کی آنکھیں تو ہیں لیکن دیکھتے نہیں اور اُن کے کان تو ہیں لیکن وہ ان سے سنتے نہیں، وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ تو غافل ہیں۔

جو دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا مومنوں کے پاس نور ہوگا۔ کافروں کو نور نہیں ملے گا، رب العزت نے قرآن کریم کی سورہ بقرہ میں ان کا حال بیان کرتے ہوئے انہیں بھی بہرہ، گونگا اور اندھا قرار دیا ہے۔ رب العزت نے دنیا میں بھی اپنے رسولؐ اور ان پر ایمان لانے والوں کو عزت عطا فرمائی اور قیامت میں بھی وہ انہیں رسوا نہ کرے گا جبکہ کافر و منافقین قیامت کی تاریکی میں ٹھوکریں کھاتے ہوں گے اور اہل ایمان اپنے آقا ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نور سے ہنستے خوش ہوتے پل صراط سے آرام کے ساتھ گذریں گے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر رحمان صاحب فرماتے ہیں۔

یمی ییتہٖ پرزنوسہ چھہ تتہِ فارغ   تَس نوچھے کُنیک بار

من کان ھذہٖ صحی چھ فرقان   باللہ چھم اقرار (کشمیری)

ترجمہ: جس نے اس دُنیا میں پہچانا یعنی عرفان حاصل کیا وہ اُس دُنیا میں فاتح ہے اور اُس پر کسی قسم کا بوجھ نہیں کیونکہ قرآن میں یہ بات برحق درج ہے کہ جو یہاں اندھا رہا یعنی عرفان حاصل نہ کیا وہ آخرت میں

بھی اندھا ہی اُٹھائے جائے گا اور مجھے اس بات کا اقرار ہے۔

اس نور کی جھلک، چمک مومن کو مرنے کے بعد قبر میں بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ احادیث سے واضح ہے کہ مومن کے نیک اعمال یا زندوں کی طرف سے مردہ کیلئے ایصال ثواب قبر کی تنگی، تاریکی اور عذاب قبر کو دور کرتا ہے۔ لیکن وہ نور جو مسلمان کے آگے اور دائیں دوڑتا ہوگا قیامت کا خاص نور ہے جو پل صراط کی طرف بڑھنے سے پہلے اہل ایمان کو دیا جائے گا۔

کشمیری صوفی شاعر وازہ محمودؔ صاحب اس بارے میں یوں فرماتے ہیں

نور بُرتھن ستی پکھ صاف سینہ تے   دوٗر روز اَز ممسکانِ چندروز (کشمیری)

ترجمہ: جن لوگوں کے وجود نور سے بھرے ہوئے ہیں اُن کے تئیں کوئی بدگمانی نہ کر اور بخیلی کی چند روزہ زندگی کو پائدار نہ سمجھ اور اسی میں اُلجھ کر نہ رہ جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر مومن کو اس کے اعمال کے مطابق "نور" دیا جائے گا۔ کسی کا نور پہاڑ کے، کسی کا کھجور کے درخت کے اور کسی کا انسانی قد کے برابر ہوگا۔ سب سے کم نور انگوٹھے کے برابر ہوگا۔ وہ بھی کبھی چمکے گا اور کبھی بجھ جائے گا یہ شخص بڑے ہی خطرے میں ہوگا کہ اسی نور کے ذریعے سے پل صراط سے گذرنا ہوگا۔ نیچے پل صراط کے جہنم بھڑک رہا ہوگا۔

موت، قبر اور محشر

حضرت ابو امامہ باہلیؓ دمشق میں ایک جنازے میں شریک ہوئے اس موقع پر آپؓ نے حاضرین کو ایک حدیث سنائی جس میں نبی کریمؐ تفصیل کے ساتھ موت، قبر اور حشر کے حالات یوں بیان فرماتے ہیں:۔

تمہیں زندہ کر کے قبروں سے میدان حشر کی طرف لے جایا جائے گا، جہاں مختلف مرحلے ہونگے۔ ایک مرحلہ ایسا آئے گا جبکہ کچھ چہرے سفید روشن و منور ہو جائیں گے یہ مومنین کے چہرے ہوں گے، پھر ایک وقت آئے گا جب کافر و مومن سب پر اندھیرا چھا جائے گا۔ مومنین کو نور تقسیم کیا جائے گا۔ قیامت

کے دن کفار و منافقین کا حال اندھوں جیسا ہوگا۔ ان کو اندھوں کی طرح کچھ نہ دکھائی دے گا۔ اس طرح سے قیامت کے نور سے کوئی کافر یا منافق فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پل صراط کے پاس اللہ تعالیٰ ہر مومن کو نور عطا فرمائے گا اور ہر منافق کو بھی۔ مگر جس وقت یہ پل صراط کی طرف بڑھیں گے تو منافقین کا نور اچانک چھین لیا جائے گا۔ یہ ہے بدلہ اُن کے اُس دھوکے کا جو دہ دنیا میں اپنے خیال کے مطابق اللہ کو دیتے رہے اور اس بدلے کی خبر بھی انہیں دنیا ہی میں دیدی گئی تھی۔ قیامت میں منافقوں کا حال کافروں کے حال سے بھی بدتر ہوگا۔ جس دن آپ مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور چمک رہا ہوگا اُن کے آگے اور ان کے بائیں طرف فرشتے ان سے خوش ہوکر کہیں گے مومنو آج تمہیں خوشخبری ہو ان باغوں کی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہی وہ عظیم کامیابی ہے جس کی تمہیں دنیا میں خبر دی جاتی رہی اسی روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے ذرا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کرلیں۔ مسلمانوں کی طرف سے انہیں کہا جائے گا پیچھے ہٹ جاؤ اور وہاں اپنا نور تلاش کرو پھر کھڑی کی جائے گی ان کے درمیان ایک دیوار جس کا ایک دروازہ ہوگا اس دیوار کی پچھلی طرف سے مسلمانوں کیلئے رحمت ہوگی اور اگلی طرف سے منافقوں کیلئے عذاب ہوگا یہ ہے قیامت میں منافقوں کا حال جو یقیناً کافروں کے حال سے بدتر ہوگا۔ ربِ کریم نفاق اور منافقوں سے بچائے۔

جب منافقین کا نور چھین لیا جائے گا اور وہ اندھیرے میں تڑپنے لگیں گے تو انکا حال دیکھ کر مسلمانوں پر بھی گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوگی۔

گناہ برائیوں اور بدکاریوں سے مسلمان کا دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ اگرچہ اس کے دل میں ایمان کا نور موجود ہوتا ہے لیکن باہر سے دل سیاہ ہوجانے کے سبب نہ دنیا میں اس نور سے کوئی فائدہ ملتا ہے اور نہ ہی مرنے کے بعد قبر اور قیامت میں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ

نقطہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ توبہ واستغفار کرتا ہے تو اس کے دل کو صاف کر دیا جاتا ہے۔ اور جب وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے پس وہ زنگ ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا پھر حضور ﷺ نے آیت "رین" سنائی۔ "رین" اس زنگ کو کہتے ہیں جو تلوار یا دل کو لگ جاتا ہے جو میل دل پر چڑھ کر ایمان کے نور کو مدھم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

نہیں نہیں در حقیقت زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان کی بدکاریوں کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے یقیناً انہیں اپنے رب کے دیدار سے اس دن روک دیا جائے گا۔ پھر وہ ضرور جہنم میں داخل ہونگے۔ پھر ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جہنم جس کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ (القرآن)

اللہ تعالیٰ کا دیدار اسی کو نصیب ہوگا جسے قیامت میں نور ملے گا اور قیامت کا نور ایمان ہی تو ہے یہ اسے نصیب ہوگا جو نیکیوں سے چمکتا دل لے کر اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا اسی کو قرآن کریم نے قلب سلیم کہا ہے۔ قلب سلیم وہ دل ہے جس میں ایمان کا نور روشن ہوتا ہے اور مومن اسی روشنی کا دنیا و آخرت میں فائدہ حاصل کرنے کیلئے اسی قلب کو ہر وقت اللہ اور رسول کی یاد محبت اور نیک اعمال سے چمکا تا رہتا ہے اس دل ہی کی چمک مومن کو دنیا میں اور قبر و قیامت میں تاریکی سے نجات کا ذریعہ بنتی ہے۔ پس مومن جتنے نیک اعمال زیادہ کرتا ہے اتنا ہی اس کا ایمان مکمل ہوتا ہے۔ یعنی ایمان زیادہ چمکتا ہے۔ نور ایمان فرض عبادتوں کی پابندی نفل کی کثرت حقوق کی ادائیگی، حسد، کینہ، نفرت، عداوت، لالچ، مکر و فریب، دھوکہ، جھوٹ وغیرہ سے دور رہنا اور رزق حلال، بڑوں کا احترام، آپس میں محبت، ضرورت مندوں کی امداد، یہ سب اعمال ہیں جو ایمان کے نور کو چمکاتے ہیں۔

مسلمانوں کو اپنی پوری زندگی شریعت کے مطابق گذارنی چاہئے کہ در حقیقت دنیا و آخرت میں نجات کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَن جاء بالحسنة فله خير منها وهم من فزع يومئذٍ امنون ○ و من جاء بالسيئة فكبّت

وجوھھم فی النّار ھل تجزون الّا ما کنتم تعملونo (پ۲۰،نمل ۸۹-۹۰)

ترجمہ:۔ جو شخص نیک عمل لیکر آئے گا تو اس سے اس کی نیکی کا بہتر اجر ملے گا اور جو یہ نیک بندے اس دن قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ ہونگے۔ اور جو برائی لیکر آئے گا اُن کے منہ کے بل اوندھے آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔ کیا تمہیں بدلہ دیا جائے اس کا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

دنیا کے عیش وعشرت کو چھوڑ و، نفس کی خواہشات پر کنٹرول کرو، حرام کی دولت سے بچو، دنیا کی جھوٹی عزت، آخرت میں رسوائی و ذلت کا سبب بنے گی، پس نیک عمل کرو، قیامت میں سکون واطمینان کے ساتھ رہو گے اور جنت میں جاؤ گے۔ نبی مکرم ﷺ کی شفاعت یہ ہے کہ جس کو وہ چاہیں گے اسے اللہ بھی چاہے گا۔ مسلمانوں کیلئے حضورؐ سے محبت کرنا اور اپنے دل میں عشق پیدا کرنا لازمی ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا تین باتیں جس مسلمان میں پائی جائے اُس نے ایمان کی حلاوت پائی۔ اللہ اور اللہ کا رسولؐ اُس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو جائیں اور وہ جس سے محبت کرے صرف اللہ اور اللہ کے رسول کیلئے کرے اور کفر میں لوٹ جانے کو اتنا ہی پسند کرے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے (بخاری شریف)

حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن کامل ہو نہیں سکتا جب تک میں (یعنی نبی مکرمؐ) کے نزدیک اس کے ماں باپ اولاد، دنیا اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری شریف)

آقائے نامدار ﷺ کا یہ ارشاد کہ ظلم ہر وہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ یا کسی فرد کو بھی تکلیف پہنچے تمام بُرے عمل ظلم ہے۔ فرض اور عبادت میں سختیوں پر عمل کرنا ظلم ہے۔ والدین کی نافرمانی کرنا، یتیموں کا مال ہڑپ کر جانا، کسی کا بھی حق مارنا، ملازم کو اس کی پوری اجرت مزدوری نہ دینا یا مقررہ وقت پر نہ دینا، کسی کے ساتھ دھوکہ کرنا سب ظلم ہی ہے ایسا شخص نور قیامت سے محروم رہتا ہے۔

۷۔ صدقہ

صدقہ شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے نام پر دولت خرچ کرنے کا نام ہے۔ جس کیلئے قرآن کریم میں نفاق فی سبیل اللہ کی ترکیب استعمال کی گئی ہے۔

ھدیً للمتقین یئو منون بالغیب ویقیمون الصلوۃ و مما رزقنھم ینفقون

ترجمہ:۔ ھدایت ہے پرہیز گاروں کیلئے وہ جو ایمان لائے ہیں غیب پر اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس سے خرچ کرتے ہیں۔ (بقرہ)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم صحیح صحیح نماز ادا کرتے رہے اور زکوۃ دیتے رہے اور ایمان لائے میرے رسولوں پر اور مدد کرتے رہے ان کی اور اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہے (قرض حسنہ) تو میں ضرور دور کردوں گا تم سے تمہارے گناہ اور ان باغات (جنت) میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

واقر ضوا اللہ قرضًا حسنا و ما تقدمو الانفسکم من خیٍ تجدو ہُ عند اللہ ھو خیرًا وّ اَعظم اجرًا (مزمل)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہا کرو اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے رب کے پاس موجود پاؤ گے اور اُس کا اجر بہت بڑا ہوگا۔

سورہ حدید کی گیارہویں آیت حضرت ابوالدحداحؓ نے سنی تو نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا ہاں تو انہوں نے عجب مستی کے حال میں آپ کا ہاتھ پکڑا اور گذارش کی میں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دیا اس باغ میں کھجور کے چھ سو درخت تھے۔ ان کے بیوی بچے اس باغ میں رہتے تھے۔ حضرت ابوالدحداحؓ حضورؐ سے یہ کہہ کر اپنے باغ کی طرف آئے اور باہر ہی کھڑے ہو کر بیوی کو آواز دی اور کہا بچوں کو لیکر باغ سے باہر آجاؤ کہ میں یہ باغ اللہ تعالیٰ کو بطور قرض دے چکا ہوں اس نیک بخت بیوی نے جب یہ سنا تو وہ بولی

اے وحداح کے باپ تم نے بڑا ہی نفع والا سودا کیا ہے۔ بچوں کے ساتھ بیوی ساز وسامان لیکر باغ سے باہر نکل آئی۔

صدقہ قرض حسنہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا بدلہ عطا فرماتا ہے لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کیا جائے۔

اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور دکھ پہنچا کر اس آدمی کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دکھانے کیلئے اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔ (بقرہ)

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا خرچ کرتے رہو اور شمار نہ کرو۔ کبھی اللہ تم پر سوال کرنے لگے اور مال کو بند نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر بند کرے جتنا ہو سکے خرچ کرتے رہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا صدقہ ہی خدا کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مسلمان اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور اس سے ثواب کی توقع رکھتا ہے یہ بھی اس کیلئے صدقہ ہی شمار ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

صدقہ مُردوں کو ثواب پہونچانے کا بھی بہترین ذریعہ ہے کیونکہ مرنے کے بعد اُسکا عمل اور نماز وغیرہ تو منقطع ہو جاتے ہیں۔ وہ قبر میں انتظار کرتا ہے کہ کوئی مقرب اس کیلئے ثواب کا تحفہ بھیجے۔ صدقہ و خیرات کا ثواب مردوں کو بھی پہنچتا ہے۔

صدقہ اگرچہ شرعی اعتبار سے مال و دولت خرچ کرنا ہے لیکن یہ لفظ ہر نیکی کیلئے عام ہے کسی بھی نیک کام میں وقت خرچ کرنا وقت کا صدقہ ہے۔ لوگوں کو تعلیم دینا علم کا صدقہ ہے۔ اچھی باتوں سے کسی کا دل بہلانا زبان کا صدقہ ہے۔ حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ "کُل معروف صدقه" (ہر بھلائی صدقہ ہے)

لن تنا لو البرّ حتّی تنفقو ممّا تحبّون و ما تنفق من شیءٍ فا نّ الله به علیمo

ترجمہ: تم کامل نیکی کا مرتبہ ہرگز نہیں پاسکتے جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو اور جو کچھ تم خرچ کرو گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ (آل عمران ۹۲)

حضرت ابوطلحہؓ نے یہ آیت سنی تو نبی کریم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہؐ میرے پاس ایک باغ ہے جو مجھے بہت فائدہ دیتا ہے میں اسے اللہ کیلئے پیش کرتا ہوں قبول فرمائیے۔ حضورؐ بہت خوش ہو گئے اور ابوطلحہؓ کو حکم دیا جاؤ اسے اپنے قریبی رشتے داروں میں تقسیم کردو۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کا پیٹ بھرو۔

یہ ارشاد صرف بھوکے انسان ہی کیلئے نہیں بلکہ اس میں بھوکے پیاسے جانور بھی شامل ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے ایک ایسی بدکار عورت کی بخشش فرمادی جس نے ایک کتے کو پیاس سے تڑپتا پایا تو پانی پلا کر اُس کی جان بچادی۔

اسی لئے اکثر بزرگانِ دین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ جس طرح انسانوں کیلئے لنگر یعنی کھانے کا انتظام کرتے تھے اسی طرح جانوروں کیلئے بھی کھانے پینے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ بعض بزرگوں نے اپنے تجربہ کے مطابق رزق میں برکت کا ایک عمل بھی بیان فرمایا کہ اگر آپ اپنے گھر میں پرندوں کیلئے دانہ پانی کا بندوبست رکھیں کہ پرندے آتے رہیں اور کھاتے پیتے رہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت عطا فرمائے گا۔

یاَیّھا الّذین امنو انفقو ممّا رزقنٰکم مّن قبل ان یّاتی یو م لّا بیع و لا خُلّة وّلا شفا رة والکفرون ھم الظّلمونo

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کاروبار ہوگا اور نہ دوستی ہوگی اور نہ شفاعت ہوگی اور کافر ہی ظالم ہیں۔ (بقرہ ۲۵۴)

موت کا دن آنے سے پہلے، قیامت کا دن آنے سے پہلے جو صدقہ کرنا ہے کرلو، یہ مت سوچو کہ اولاد کو وصیت کر دیں گے کہ ہماری دولت کا اتنا حصہ اللہ کے نام پر خرچ کر دے جو کام خود کر سکتے ہو وہ دوسروں پر کیوں چھوڑتے ہو۔ اولاد پر جتنا چاہو بھروسہ کرو لیکن اس معاملہ میں ہرگز بھروسہ نہ کرو۔ اولاد نے اگر تمہاری وصیت پر عمل نہ کیا اور تمہارے لئے کچھ خرچ نہ کیا تو عذاب قبر میں تڑپتے ہی رہو گے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ کی ماں ام سعد کا انتقال ہو گیا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بہترین صدقہ کون سا ہے جو میں اپنی ماں کیلئے کروں اور اس کو ہمیشہ اس کا ثواب ملتا رہے! آپؐ نے فرمایا ایک کنواں کھدوا دو۔ یہ کنواں مدینہ منورہ میں موجود تھا جس کو "بئر ام سعد" کہا جاتا تھا۔ اس کنواں سے کتنے انسانوں اور جانوروں کی پیاس بجھی ہوگی، ام سعدؓ کو ثواب پہنچا ہوگا۔ ایسا ہی کوئی کام آپ بھی اپنے والدین کیلئے کیجئے اگر انہوں نے آپ کیلئے دولت چھوڑی ہے۔ جس سے آپ خوب کما رہے ہیں۔ دولت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت یوں ہے جس میں ایک واقعہ موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا واقعہ سنایا کہ اِن میں سے ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا تھا اور تینوں بدحال تھے۔ لوگ ان سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن یہ تینوں آپس میں گہرے دوست تھے۔ ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا جس نے ان سے ان کی دلی خواہش اور ضرورت پوچھی۔ ہر ایک نے فرشتے سے اپنی بیماری دور ہونے اور دولت مند بننے کی خواہش ظاہر کی، جو پوری کر دی گئی اور یہ چند ہی دنوں میں ان کو اپنے معاشرے میں عزت بھی مل گئی۔ کچھ عرصے کے بعد وہی فرشتہ سائل بن کر ان کے پاس آیا۔ اُس نے کوڑھی سے کہا: میں ایک مسافر ہوں میرا سب کچھ ختم ہو گیا۔ تم میری مدد کرو تا کہ میں گھر تک پہنچ سکوں۔ کوڑھی نے فرشتہ کی امداد کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ فرشتے نے کہا جس دولت پہ تم اتراتے ہو یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اس پر کوڑھی نے کہا یہ سب غلط ہے یہ مال تو میرے پاس ہمیشہ تھا۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ اُس کے

بعد فرشتہ گنجے آدمی کے پاس آیا اور اس سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔ پھر فرشتہ اندھے کے پاس گیا اُس سے بھی سوال کیا اندھے نے کہا بھائی میں اندھا تھا۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ دولت، نظر اور عزت دی۔ میں بہت ہی شکر گزار ہوں اُس ذات پاک کا، اُسی کا یہ سب مال ہے۔ میں کیوں کر آپ کی مدد کرنے سے انکار کروں۔ فرشتہ نے اندھے کو مبارکباد دی اور اُس کو کہا یہ تمہارا امتحان تھا تم کامیاب ہو گئے اور تمہارے دونوں ساتھی ناکام رہے وہ اپنی اصلیت بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اپنا سمجھ بیٹھے تھے۔ وہ دونوں پہلے جیسے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اندھے کو مزید برکت سے نوازا۔ یہ ہے وجہ کہ صدقہ دینے کی تاکید کی گئی۔

بیشک صدقہ ایک بڑی عبادت ہے۔ بیماریوں اور مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ قبر و حشر کی تاریکی اندھیرے سے نجات کا ضامن ہے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو دیگر وصیتوں کے علاوہ ایک وصیت یہ بھی کی کہ اگر تم سے خلاف شرع کوئی کام ہو جائے تو صدقہ کرو چاہے ایک روٹی ہی ہو۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہمارا ہے اور جو ہم نے صدقہ کر دیا وہ خرچ ہو گیا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ایک دن کا واقعہ ہے کہ ہم نے ایک بکری ذبح کی، سب گوشت تقسیم کر دیا۔ گھر کیلئے صرف ایک دست رکھ لیا کیونکہ حضور ﷺ کو دست بہت پسند تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ گوشت میں کیا باقی رہا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ایک دست رہ گیا ہے، آپ نے فرمایا، جو تم نے باقی سمجھا وہ باقی نہیں ہے، حقیقت میں باقی وہ گوشت ہے جو تم نے اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا کیونکہ اللہ کے یہاں تمہیں اس کا بدلہ ملے گا اور یہ دست (پایا) جو تم نے کھانے کیلئے رکھا ہے ختم ہو جائے گا اس کا آخرت میں کوئی معاوضہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

باقی وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا۔ بھلائی اس میں ہے جو صدقہ کر دیا گیا۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا گیا عقلمند کون ہے۔ آپ نے فرمایا، وہ جو اپنے مال کو ایسی جگہ محفوظ کرے

جہاں اسے نہ کیڑا لگے نہ چوری ہو یعنی آسمانوں میں اللہ کے پاس۔ پس ہر ایک کو اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرنا چاہیے

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وہاب صاحب کھار فرماتے ہیں۔

سخاوت چھُے عجب چیز کأتیاہ وومیدوار چھی (کشمیری)

ترجمہ:۔ سخاوت ایک عجیب چیز ہے کہ بہت سے لوگ اس کے اُمیدوار ہوتے ہیں۔

۸۔ پانچ عبادتیں

خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا اہل سلوک کے نزدیک پانچ چیزوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

۱) اولاد کو ماں باپ کا منہ دیکھنا

۲) قرآن مجید دیکھنا

۳) علماء کی طرف دیکھنا

۴) خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا

۵) اپنے مرشد (پیر طریقت) کو دیکھنا

اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ جو لوگ مندرجہ بالا عبادات کو انجام دیں گیں اُن کے لئے جنت میں ایک علاحدہ گوشہ محفوظ ہے۔

۹۔ شریعت

شریعت وحقیقت دو لفظ معنی خیز ہیں جو صوفیوں کے یہاں مستعمل ہیں۔ جس طرح شریعت میں اعمال ظاہر جب دُرست ہو جاتے ہیں تو انسان اہل حقیقت کہلاتا ہے۔ ظاہر کو باطن کے ساتھ خاص لگاؤ ہے۔ جب اصل پر غور کرو تو دونوں کو الگ الگ نہ پاؤ گے۔ ایمان کے لئے اقرار باللسان و تصدیق بالقلب شرط ہے۔ صرف تصدیق سے ایمان کامل نہ ہوگا نہ ہی فقط اقرار سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ کلمہ لا الہ الااللہ محمّد رسول اللہ کے منظر ہیں اور شریعت کی جلوہ گری محمّد رسول اللہ سے ہے۔ محبت و ایمان دونوں جملوں پر موقوف ہیں۔ اب اگر کوئی چاہے صرف ایک جملے سے ایمان طے کرے تو بالکل ناممکن ہے۔ ہاں حکم میں البتہ شریعت حقیقت سے جُدا ہے۔ زبان سے اقرار کرنا اور شے ہے، دل سے تصدیق کرنا اور چیز ہے۔ اقرار و تصدیق میں جو فرق ہے وہی فرق شریعت اور حقیقت میں ہے۔ مگر علماءِ ظاہر کا خیال ہے کہ شریعت عین حقیقت ہے اور حقیقت عین شریعت، یہ سمجھنا مغالطہ سے خالی نہیں۔ اس عقیدے میں بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان باطنی ترقی سے محروم رہ جاتا ہے اگرچہ مومن باقی رہتا ہے اس میں کچھ کلام نہیں۔ اس سے زیادہ افسوس کے قابل ان لوگوں کی حالت ہے جو شریعت کی راہ کی پرواہ نہیں کرتے اور اہل حقیقت بن کر بیٹھتے ہیں۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وھاب صاحب کھارؔ فرماتے ہیں ۔

شریعت گوڈ پالتن تو　　　　طریقت ژلی زنگار

حقیقت چھُنے دیدن تو　　　　معرفت وچھت رٹھ قرار　　　　(کشمیری)

ترجمہ: پہلے شریعت پر عمل کرو پھر طریقیت کی وادی میں جاسکو گے اور وہاں باطن کی ساری کدُورت دور ہو جائیگی۔ پھر جب اپنی حقیقت معلوم ہو جائیگی تو سب تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا (یعنی اصل اور نقل، سچ اور جھوٹ، حقیقت اور شبہ غرض سب کچھ واضح ہو جائیگا)۔ پھر اسی واضح صورت حال میں ملتفت یعنی عشق الٰہی میں ڈوب جاؤ کیوں کہ معرفت نام ہے ارفع و اعلیٰ مقام کی پہچان کا۔

شریعت طریقت کا پہلا زینہ ہے اس سلسلے میں امام ربانی حضرت مجدّد الفِ ثانی الشیخ الصّمد سرہندیؒ قدس سرہ فرماتے ہیں:

"شریعت کے تین جزو ہیں: علم عمل۔ اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو نہ پائے جائیں شریعت مُتحقق نہیں پاتی۔ اور جب شریعت مُتحقق ہوگئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضاء، جو تمام دُنیوی واُخروی سعادتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، بھی مُتحقق ہوگئی۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اور اللہ کی خوشنودی ہی سب سے بڑی شے ہے)

اس لئے شریعت تمام دنیاوی و اُخروی سعادتوں کی ضامن وکفیل ہے۔ اور کوئی ایسا مطلوب ومقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان اُس کا محتاج ہو"

(بحوالہ مکتوبات امام ربانیؒ جلد اوّل ص ۱۲۶)

شریعت بندے کے افعال سے متعلق ہے۔ حقیقت خدا کی ذات پاک سے وابستہ ہے۔

والذین جاھدو فینا النھد ینھم سُبلنا (القرآن)

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے ہمارے لئے مشقت اُٹھائی ہم ان کو اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں۔

اس آیت پاک میں مجاہدہ اصل شریعت ہے اور ہدایت حقیقت ہے۔ شریعت کی مثال مادّہ کی ہے اور حقیقت کی مثال قلب کی۔ مادّہ کی قوام قلب میں اور قلب کی منزل مادّہ ہے۔ شریعت قالب کے درجے میں ٹھہری حقیقت بمنزلہ جان ہے جس طرح زندگی بغیر جان وقالب دونوں کے ناممکن ہے اسی طرح ایمان کی بقابے شریعت وحقیقت محال ہے۔ بغیر شریعت اہل حقیقت ہونے کا دعویٰ کرنا سراسر زندیقیت ہے اور حقیقت سے بے خبر رہ کر صاحب شریعت بن جانا شانِ منافقانہ ہے۔ دراصل دونوں لازم وملزوم ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تیمی پھیوٗر شرعِ شریفس بُتھ　　　　تم کوٗر پانٔے پانس لٔیوتھ　　　　(کشمیری)

ترجمہ: جس کسی نے بھی شریعت سے منہ موڑا اُس نے گویا اپنی صورت بگاڑ دی یعنی اپنے وجود کو خراب کیا۔

شریعت کی قدر جو بزرگان دین جانتے ہیں کوئی کیا جانے گا اور آداب شریعت کا جو اُن کو خیال ہے کیا کسی کو خیال ہوگا۔ اتنے بڑے فقر کی دولت آخر کس کے طفیل میں اُن کو ملی ہے اسی پاک شریعت کے طفیل میں۔

حضرت شاہ حجۃ اللہ الہ آبادیؒ جو بڑے بزرگ تھے حضرت خضرؑ سے ملا کرتے تھے۔ آپ نے لکھا جب قاضی ضیاء الدین سنامی صاحب (اس وقت کے قاضی شہر) کی وفات کا وقت قریب آیا اور حضرت سلطان جی نظام الدین اولیاءؒ اُن کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو قاضی صاحب نے اپنا عمامہ خُدام کو دیکر فرمایا کہ اس کو بچھا دو اور سلطان جیؒ سے عرض کرو کہ اس پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔ حضرت سلطان جیؒ نے وہ عمامہ اُٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا اور فرمایا یہ دستارِ شریعت ہے اس کو تو میں سر پر رکھوں گا۔ جب قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا فرمانے لگے کہ افسوس شریعت کا ستون منہدم ہو گیا۔ (بزم جمشید ص ۱۴، بحوالہ شریعت وطریقت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

۱۰ ﴿طریقت﴾

جو شخص طریقت کی راہ کا طلب گار ہو اسکے پاس شریعت کی پونجی ہونی ضروری ہے تا کہ قصبۂ شریعت سے شہر طریقت میں پہنچے۔ طریقت میں جہاں قدم درست ہوا کہ ملکِ حقیقت میں پہنچ جانا آسان ہے۔ جس بے علم نے شریعت ہی کو نہیں سمجھا ہے وہ طریقت کو کیا پہچانے گا اور جب طریقت ہی سے شناسائی نہیں ہے تو حقیقت تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے۔ اسلیئے بے علم و معرفت اور ناواقف شریعت کو اس راہ میں چلنے کی اجازت نہیں۔ اگر اپنی خود رائی سے کوئی ایسا کرے گا تو بھٹک کر رہ جائے گا اور اسی چکر میں اسکی جان بھی چلی جائے گی بلکہ ناممکن ہے کہ وہ منزل مقصود تک پہنچ سکے اور شیطان کے پھندے میں پھنسا رہے گا۔ اللہ تعالےٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا ہے۔ جاہلیت سے بڑھکر کوئی چیز ذلیل نہیں۔ سالک کو جب بارہ چیزوں کا علم حاصل ہوتا ہے تو وہ اس راہ کے لائق سمجھا جاتا ہے۔

علم توحید، علم معاملات، علم معرفت، علم حالت، علم کاشفت، علم مشاہدات، علم طاب، علم سماع، علم وجد، علم معرفت روح، علم معرفت نفس، علم حقیقت

جب تک تجھ پر کسی مرد خدا کی نظر نہ پڑ جائے تجھ کو اپنے وجود کی خبر نہیں ہو سکتی۔ جب شاہ ہمدانؒ پہلی بار کشمیر تشریف لے آئے تو گذرگاہ پر لل دید برہنہ حالت میں گزر رہی تھیں جونہی شاہِ ہمدانؒ پر اُن کی نظر پڑی انہوں نے کہا اے لل! لباس پہن کیونکہ پہلی بار ایک مرد نظر آیا ہے یہ کہہ کر وہ قریب ہی ایک نانبائی کی دُکان میں داخل ہو کر تنور میں گھس گئیں۔ نانبائی نے گھبرا کر تنور کا ڈھکن بند کر دیا تا کہ کسی کو لل دید کے جلنے کا علم نہ ہو۔ جب شاہِ ہمدانؒ وہاں سے گزر گئے تو وہ تنور سے باہر نکلیں اور پورے لباس میں تھیں۔

اگر تو گوشۂ تنہائی میں مدتوں بیٹھے تب بھی بغیر کسی رہبر کے راستے طے نہیں ہو سکتے۔ ایک پیر رہنما ہونا ضروری ہے۔ خبردار تنہا نہ جانا۔ اس دریا میں اندھوں کی طرح نہ ڈوب جا۔ مرید کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ جب کسی پیر سے مرید ہو جائے تو اپنی خواہش اور مراد کو تہہ کر کے رکھ دے۔ مرید کو پیر کا فرمانبردار

اس درجہ ہونا چاہیے کہ پیر کے ایک اشارے پر جان ومال، وجود، آل واولاد اور دین وایمان تک لٹادے، ترک کردے اور جو بھی حکم دے اُسکو پورا کردے۔ یہاں تک کہ اگر زہر کھانے کو کہہ دے تو مرید فوراً کھائے۔ ہرگز عذر وحیلہ نہ کرے۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر الحاج میر سبحان سُبلا صاحب فرماتے ہیں۔

پیرٕ سُند فرمان پالُن پیٚو — میر سبحانس رآضی گو

حمداہ پران دربار گو — (کشمیری)

ترجمہ:۔ پیر کا فرمان ماننے کے بعد ہی میر سبحان سُبلا صاحب کے مرشد راضی ہوئے اور دربارِ رسالت میں جگہ پائی۔

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے رُوم — تا غلامِ شمس تبریزیؒ نہ شُد

ترجمہ: میں اُس وقت تک مولائے رُوم (مرجع خلائق ومحبوب خاص وعام) ہو ہی نہ سکا جب تک شمس تبریزیؒ کے حلقہ غلامی میں شامل نہ ہوا۔

احمد بن خضرؒ نے فرمایا۔ حقیقتِ معرفت یہ ہے کہ تم خدا کو دوست رکھو دل سے، اسکو ہمیشہ یاد کرو زبانِ صادق سے۔ عارف آفتاب صفت ہے کہ تمام عالم پر چمکتا ہے اور زمین صورت ہے کہ جملہ موجودات کا بار اُٹھاتی ہے اور آب صفت ہے کہ سب کو سیراب کرتا ہے اور آتش رنگ ہے عالم کو روشن کرتا ہے۔ عارف کی علامت خلق سے بھاگنا، خاموش رہنا، کم سونا اور کم کھانا ہے۔ جس نے اللہ کو پہچانا وہ باتیں کم کرتا ہے اور حیرت میں رہتا ہے۔

۱۱۔ حقیقت

خدا کی ذات کا تعلق علم وحدانیت سے ہے اور اسکو بے شبہ و بے نظیر جاننا خدا کی صفات کا علم مع احکام خداوندی ہے اور خدا کے افعال وحکمت کا علم۔ اسی طرح علم شریعت کے بھی تین رُکن ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہؐ، اجماع اُمت۔

جس نے جانا وہی جانا جو اُسکو بتایا گیا ہے۔ اُسکو اللہ تعالیٰ وارث بنا دیتا ہے اُس علم کا جسکو کوئی جانتا نہیں اسی علم وراثت یعنی علم کی حقیقت کی بدولت ان بزرگان دین کے اعمال واقوال وافعال واحوال میں ایسا نمایاں تغیر نظر آتا ہے کہ علماء ظاہر دنگ ہو کر رہ جاتے ہیں اور یہ باتیں اُنکی سمجھ سے باہر ہوتی ہیں۔ اپنے مقام کی رُو سے کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ ان باتوں کا کہیں نشان نہیں پاتے۔ حیران ہو کر انکار کر بیٹھتے ہیں اور بول اٹھتے ہیں کہ یہ بات خلاف روایت ہے اِسکا کہیں وجود ہی نہیں۔

مومن کی نیت اُسکے عمل سے کہیں بہتر ہے۔ شریعت ہو یا حقیقت دونوں منزلیں کڑی ہیں۔ کامیابی عطائے محض ہے عمل پر موقوف نہیں۔ اہل معرفت کا قول ہے کہ ملائکہ مقربین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہماری اطاعت وفرمان برداری، اکرام ونوازشِ خاص کا سبب ضرور ٹھہرے گی۔ خلاف ورزی ایسی شے ہے جس سے غیرت وقدر جاتی رہتی ہے۔

۱۲۔ معرفت

معرفت کے لغوی معنی پہچاننا ہے۔ لیکن اصطلاحِ حضراتِ صوفیاء کرام میں معرفت اس مقام ارفع واعلیٰ کا نام ہے جو سالکین کو بعد حصول مرتبہ تمکین کامل بارگاہ مبداءِ فیاض سے مرحمت وتفویض ہوتا ہے۔

اور محققین ارباب طریقت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معرفت حضرت ربّ العزت دونوں پر منقسم ہے۔ قسم اول کا نام معرفت رسمی ہے کہ عارفین ادراکِ حقیقت کے واسطے انوار قدرت بیچوں بیچگوں اور اظہار صنعتِ گونا گوں پر نظر کرتے ہیں۔

اس حیثیت سے موجودات کا ہر ایک ذرہ صنعت الٰہی کا کرشمہ اور قدرت لامتناہی کا آئینہ نظر آتا ہے اور جملہ اہل ارض وسماوات وجود واجب الوجود کے شاہد عادل معلوم ہوتے ہیں۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر فقیر رحمن صاحب ڈارؒ نے کیا خوب فرمایا۔

معرفت مےستی بادِل بیدار گوس پرٛ زِنوٛوٗم سمسار (کشمیری)

ترجمہ: میرا دل جام معرفت سے ہی بیدار ہوا اُسی بیداری سے ہی میں نے سنسار کو پہچانا۔

معشوق جب بادشاہ ہے تو اسکا ہر حکم جائز ہے۔ اسکے فرمان وافعال پر کس کی مجال جو چوں وچرا کرے۔ اگر وہ قبول کرے تو اسکی مہربانی وفضل ہے اور اگر ہم سے منہ پھیرے تو یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عالم کا سونا بہتر ہے جاہل کے نماز پڑھنے سے۔ (لیس کمثل شیءٍ وھو السمیع العلیم) یعنی اسکی مثال کوئی نہیں اور وہ دیکھنے والا جاننے والا ہے۔ اور دوسرا راستہ نافع اور خلق تک پہنچنے کے لئے اپنے نفس کی پہچان ہے جیسے کہ کہا گیا ہے ”من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ“ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

خدائے برتر نے پہلے پہل اپنی قدرت آسمانوں کی بنیاد میں پیش کی یعنی پیدا کرنا اور پھر نیست ونابود کرنا

اور مخلوقات کی حالتوں کا بدلنا جیسے رات اور پھر دن کا ہونا اور کسی چیز کی زیادتی اور پھر کمی اور کشادگی اور تنگی اور دنیا اور اسکے سوا جو کچھ کہ دنیا کی حالتوں میں ردو بدل ہوتا رہتا ہے تا کہ خدا کی وحدانیت میں محو ہو کر ان میں غور سے دیکھے اور خدا کی معرفت حاصل کرے۔

سَنُریھم اٰیتنافی الآفاق (ہم ان کو اپنی نشانیاں جہاں میں قریب ہے کہ دکھلا دیں گے) یہ راستہ عارفوں کے لئے بڑا لمبا ہے۔کل موجودات اور مخلوقات کی حقیقت انسان کے اندر رکھی اور کہا وفی انفسکم افلاتبصرون (اور تمہارے نفسوں کے اندر ہے، کیا تم نہیں دیکھتے) نفوس انسانی کو موجودات کے لئے ایک مثال قائم کیا ہے اور پانی کو معرفت کی ایک سیڑھی بنایا ہے اس لئے کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچانے گا خدا کو پہچان لے گا اور وہ نفس کی حالتوں کو بدلتا ہے۔ جیسے بیماری اور صحت، سونا اور جاگنا موت اور زندگی خوشی اور رنج یہ فی الافاق کے حال اور معانی ہوئے اور فی انفسکم یہ ہے جہاں میں حالتوں کا بدلنا اور مخلوقات کے نفس کی بے اختیار تبدیلی۔ یہ ایک بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ ایک بہت بڑا قدرت والا مدبر ایسا موجود ہے کہ ساری دنیا اور مخلوقات اسکی قدرت کی قیدی ہیں اور اسی کی تدبیر کے محتاج اور مجبور ہیں۔نشانیوں سے راستے کا سراغ لگانا ایسا ہی ہے اور طریقت والے لوگ معرفت کے راستہ ذات میں کھو جاتے ہیں اور اپنے وجود ہی سے تلاش کی ابتداء کرتے ہیں اور اپنی ذات ہی سے کثیف اور لطیف کی کل باتیں ڈھونڈتے ہیں اور خداوند تعالےٰ کی معرفت کی دلیلیں اور نشانیاں پا لیتے ہیں۔

ان فی ذالك لذکریٰ لاولی الالباب (اس میں خاص لوگوں کے لئے البتہ ذکر اور فکر کا موقع ہے)۔ ان میں سے بعض لوگوں کو خداوند تعالےٰ نظر سے گرا دیتا ہے تا کہ یہ لوگ موجودات کی ہستی میں غور و فکر کریں اور اسکو پہچان لیں۔

والذین جاھدو فینا لنھد ینھم سبلنا (جن لوگوں نے مجاہدہ کیا اور میرے لئے تکلیف اٹھائی انکو ہم اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں اور اپنی معرفت کا دروازہ ان پر کھول دیتے ہیں۔)

فھو علیٰ نور من ربه (وہ اپنے رب کی مہربانی سے نور کی منزل پر پہنچ گئے) اور بعض لوگوں کو معرفت کی حقیقت سے پردے میں ڈال دیتے ہیں۔ اُن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عرفت اللہ باللہ و عرفت مادون اللہ بنور للہ (میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ماسویٰ اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا)

معرفت کی حقیقت معبود کی پہچان ہے جس نے اللہ کو پہچان لیا اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ جو عارف ہوتا ہے اُسکا شغل طلب رضائے حق ہوتا ہے۔ جب تک انسان کی معرفت کا نور اسکی پرہیز گاری کے نور کو بجھا نہ دے وہ متمکنوں میں نہیں ہوتا ہے۔ آگ کے ساتھ سمندر پار کرنے کے بعد انسان کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اسے اوّل و آخر کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ کشمیری صوفی شاعر احمد بٹواریؒ شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت وغیرہ کے بارے میں کیا خوب فرماتے ہیں ۔

کرکھے دیدار دپد یو پننیو وۄن دیو ذراتس

صفات کنز ذات آستھ چھے عیان زھبن چھ نہ دیدارس

شریعت چھے آفتاب روشن حیاتچ پٲری زان

انبر تر آوتھ گُنبر سَر کر گنبر تتھ عالمسؔ

طریقت گو طریق نبی کتھِ چھے وتھ ہاوان

حقیقت گواتھ منزروزن کربھ چھے نہ تتہ شخص

معرفت چۄن گو عارف بنن فی اللہ سپدن فان

بقا باللہ ہرجایہ بادشاہ غم کیاہ سلطانس

در ملک وجود روز در جود زِ ہد پانے مر

کھسن دسّن مر تھ لسن بسّن اد طالبس (کشمیری)

ترجمہ:۱۔ اگر تم انوارِ الٰہی کے مشتاق ہو تو کائنات کے ہر ذرّے پر غور و فکر تمہیں ہر طرف ربِ کائنات کی کاریگری میں جلوہ فرما نظر آئے گی۔ کیوں کہ ذاتِ مقدس نے اپنے صفاتِ مقدسہ سے ہر طرف و ہر لمحہ ہی دیدار رکھا ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ سر محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورق دفتریست معرفتِ کردگار

ترجمہ:۔ درخت کے سبز پتے اہل نظر کے واسطے ایسے ہیں کہ ہر پتہ معرفتِ الٰہی کا ایک وسیع خزانہ ہے۔

۲۔ شریعت سُورج کی مانند جان، جس کی روشنی کی مدد سے تمہیں عالم حیات میں رہنمائی ہو سکے گی۔ صرف ایک ربِ کائنات کے عشق کا دم رکھ ماسوا کو چھوڑ۔ ہمت کر کے آگے بڑھ کیونکہ یہ طریقت کا راستہ وہی ہے جس کی نشاندہی نبی آخر الزمانؐ نے کی ہے۔ اُسی کا کام مُقدس راستہ دکھانا ہے۔ اُس کے بعد حقیقت کا راز کُھل جاتا ہے جس میں شیخ اس میں ہر لمحہ محو رہتا ہے اور اس عالم میں گفتار کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

۳۔ اسی عالم میں عاشق مست رہ کر معرفت الٰہی کے جام سے مُستفید ہوتا ہے اور عارف کا لباس زیب تن کر کے دینا و مافیہا سے مُنقطع (یعنی فنا) ہوتا ہے۔ اس "فنا" کے لباس میں ایسی لطافت محسوس کرتا ہے کہ ہر وقت محو اور مُستغرق رہتا ہے جو بعد میں اس سے بادشاہی کے لباس سے سرفراز کرتی ہے۔

۴۔ یہ وہ بادشاہی ہے جو سالک (عاشق) کو ہمیشہ وجود کے عالم سے منسلک رکھتی ہے جس میں وہ ہر سانس "وجود" کی بندگی میں گذارتا ہے۔ زندگی اور موت اُس کیلئے یکساں ہو جاتی ہے کیوں کہ اپنے

وجود کو مٹا کر موجود میں کھو کر وہ اصلی زندگی (حیات) کو پا کر اسی میں سکونت اختیار کرتا ہے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وہاب صاحب کھارؒ فرماتے ہیں

شریعت چھے پہلوان   حمد پرَ پانہٕ میٲنہٕ تن گژھ ناٲوتھ

طریقت لاگ یکسان   اَژ اَمہ درواز پان گزراوتھ

بُلبُلو لاگ مستان   حقیقت ہاونے گُل پھولہ ناوتھ

(کشمیری)   اِدٕ وچھکھ لایبغیان   معرفت چاونہٕ ے گژھ تراوتھ

ترجمہ: پہلے اپنے رب کا شکر ادا کر اور اپنے نفس کا تزکیہ کر کیونکہ شریعت مقدم ہے یعنی ایک پہلوان کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا ہے۔ شریعت کے دروازے سے ہی داخل ہو جا تب ہی طریقت میں تجھے ہر ایک چیز یکساں نظر آئے گی۔ جب تیرے باغ میں بہار آئے گی تو حقیقت تجھ پر آشکار ہوگی اور بُلبل اُسی بہار کا مشتاق نظر آئے گا۔ معرفت کے جام تجھے تب ہی پلائے جائیں گے جب تو شک دور کرے گا تُو لایبغیان کا مشاہدہ کریگا۔

۱۳۔ تصوّف

تصوف دل کا خالی ہونا اُس چیز سے جو دشوار نہیں ہے اور دشوار تر چیز سے ملنا عینِ تصوّف ہے۔ تصوّف روح کی بالیدگی اور قلب کی تازگی کا واحد ذریعہ ہے۔ تصوّف مذہبِ صوفیاء ہے جس کے معنٰی، خواہشاتِ نفس سے پاک ہونا، نفس کی خصلتِ امّارہ کو زیر کرنا یا قابو کرنا ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کے وسیلے سے صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔ تصوّف کے ذریعہ سے ہی بنی نوع انسان تزکیۂ نفس کے بلند معیار کو حاصل کرسکتا ہے۔ یہی طریقہ صوفیائے کرام کا رہا ہے جس کی بنیاد حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی "مَنْ عَرَفَ نَفْسَه، فَقَدْ عَرَفَ رَبَّه" ہے یعنی جس کسی نے اپنی ذات کو پہچانا پس اُسی نے خُدا کو پہچانا، اپنے وجود کو پہچاننے سے ہی اسرارِ خُداوندی بندے پر کھلتے ہیں اور وہی اسرار اُسے قربتِ الٰہی کی طرف گامزن ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ خُدائی نظامِ کائینات کو اپنی استعداد کے مطابق سمجھنے، پرکھنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت بڑھاتا ہے۔

پان پَنُن تحقیق کرن جان مرُن زِنڈے لَئِیے (کشمیری)

ترجمہ: پہلے اپنی ذات کو تحقیق کرنا مطلوب ہے اور مرنے سے پہلے ہی مرنا بہتر ہے

تصوّف قرار با حق و فرار از خلق ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ "تصوّف سے مراد اُس چیز سے بے پرواہ ہونا جو دستِ خلائق میں ہے"۔ حضرت ممشاد دینوریؒ نے فرمایا "صبر کرنا اور امر و نہی پر رضائے حق کے واسطے کا نام تصوّف ہے"۔ اسی طرح حضرت جنید بغدادیؒ کے نزدیک تصوّف اللہ سے معاملہ صاف رکھنا اور اُس کی اصل دُنیا سے پھر جانا ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت جنید بغدادیؒ سے تصوّف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا" تصوّف یہ ہے کہ حق تعالٰی تجھے تیری ذات سے فنا کردے اور اپنی ذات سے زندہ رکھے"۔ الغرض یہ بات صاف اور عیاں ہو جاتی ہے کہ تصوّف دینِ اسلام کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے بنی نوع انسان اپنے وجودِ باطن کی اصلاح کرسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ

تصوّف کو علمِ باطن بھی کہا جاتا ہے۔ جب وجودِ باطن کی اصلاح ہو جاتی ہے تو ایک انسان کا ظاہری وجود خود بخود تزکیہ نفس کے اعلیٰ معیار کی طرف بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اُس کے اعلیٰ معیار پر پہنچ جاتا ہے۔ وجودِ باطن ہی انسان کے ظاہری وجود کو اپنے دائرۂ اختیار میں رکھے ہوئے ہے یا یوں کہا جائے کہ صفائی قلب کا مکمل ہونا ہی بنی نوع انسان کی تکمیل صالح ہے۔ سرزمینِ کشمیر کے نامور ولی کامل حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ نے فرمایا ہے۔

دل چھے گاڈتے ہو کھہ موتھاوُن　　ذِکرِ ہیوند پونی دِس لِسیو توے　　(کشمیری)

ترجمہ:۔ تمہارا دل پانی میں مچھلی کی مانند ہے اس مچھلی کو سوکھے پر مت رکھ بلکہ ذکر واذکار کے پانی سے اسے زندہ وتابندہ رکھ۔

تصوّف ایک ذات کی طرف رہنمائی کا نام ہے اور یہ رہنمائی قلب کے راستے سے ہی ممکن ہے اس طرح حقیقی مسلمان ہوش مندی وعقل مندی سے اُس ذات کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتا ہے یہی توحید کا اعلیٰ ترین معیار ہے یعنی اپنے نفس (ذات) کو سمجھ کر ماسوا کو چھوڑ کر ذاتِ واحد میں گم ہونا۔ سلسلہ مجدّدیہ سرہندیہ کے کشمیری صوفی بزرگ حضرت الحاج میر سُبحان سُبلا صاحبؒ فرماتے ہیں۔

پأ کینزٕ نفسا انزٕرن پیوٚ　　من عرف نفسه گنزٕرن پیو

فقد عرف ربه دمہٕ دمہٕ چیو　　اِلا للہ بو زِتھ وأصل گو　　(کشمیری)

ترجمہ:۔ مجھے اپنی ذات کو ڈھونڈنا (کھوجنا) پڑا جس کی رہنمائی مجھے حدیثِ رسولؐ "مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ" نے کی یہ کوشش میں کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے قربت الٰہی کا عروج حاصل ہوا۔

یہاں پر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ رُوح کا جسم سے تعلق براستہ قلب ہے۔ ایک انسان کے قلب میں ہر وقت وجودِ الٰہی کا احساس موجود ہوتا ہے اور صحیح انسان کو اس کی طرف بڑھنے یا اس کو سمجھنے کا احساس بھی ہوتا

ہے۔روح کو اگر چراغ سے تشبیہ دیں تو قلب اُس کی قندیل بن جاتا ہے جس کے اندر یہ چراغِ نور روشن ہے اور انسان کا جسم کمرے کے مانند ہے جس میں یہ قندیل آویزاں ہے۔اس چراغِ نور کا تیل ذکر الٰہی ہے جس سے یہ نور جگمگاتا رہے گا۔قِندیل (قلب) صاف وشفاف ہو تو چراغِ نور کی روشنی کمرے (جسم) کو دوبالا کرسکتی ہے اس کے برعکس اگر چراغِ نور (روح) کو ذکر الٰہی کے تیل سے محروم رکھا جائے اور قلب کی قندیل دُنیا پرستی، مادہ پرستی اور ہوس پرستی کے دھویں سے سیاہ ہو جائے تو انسان تاریکیوں میں ڈوب کر رہ جاتا ہے۔پھر اُس کے کردار کو سنوارنا یا اُس کی تعمیرِ صالح کرنا ناممکن بن جاتا ہے جس کے بارے میں قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْ بِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَا وَۃٌ وَّلَهُمْ عَذَا بٌ عَظِيْمٌ

"مہر لگائی اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کی سماعت پر اور پردہ ہے اُن کی بصارت پر اور اُنکے لئے بہت بڑا عذاب ہے"۔ (البقرہ)

اس لئے صفائی قلب وتربیتِ روح بنی نوع انسان کے تعمیرِ کردار کی بنیاد ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالٰی ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا O وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا O

تجمہ : تحقیق وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ ناکام ہوا جس نے اُسے آلودہ کیا۔

(سورہ شمس ۹۔۱۰)

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر رحیم صاحب سوپوریؒ فرماتے ہیں ۔

غافِلو غفلتن کوٚر نکھ تباہ   راوٲرتھ یمہِ نفس کیاہ اوے نفا (کشمیری)

ترجمہ:۔ اے غافل تجھے غفلت نے برباد کر دیا اور تو نے اپنے نفس کو آلودہ کیا آخر تجھے کیا حاصل ہوا؟

تصوّف صرف رسوم کا نام نہیں بلکہ بقول حضرت ابوالحسن نوریؒ "وہ تو اخلاقِ حسنہ کا نام ہے"۔ کیونکہ اگر تصوّف رسم ہوتا تو مجاہدے سے حاصل ہوتا۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ کا ہی قول ہے کہ " تصوّف خواہشاتِ نفس سے آزادی، جوانمردی، ترکِ تکلفاتِ دُنیا اور سخاوت و فیّاضی کا نام ہے۔ تصوّف شریعت کے متضاد نہیں ہے اور نہ ہی اس سے الگ کسی شے کا نام ہے بلکہ تصوّف انسانی کردار کے ارتقاء کا وہ مقام ہے جہاں سے انسان شریعت کی حقیقتوں کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے لگتا ہے۔"

جب تک بشر میں علمِ تصوّف کا مادہ نہیں ہوگا تب تک وہ راہِ سلوک (روحانیت) میں کوئی ترقی نہیں کرے گا۔ جس نے تصوّف کو نہیں جانا وہ کور باطن اور اندھا ہے۔ تصوّف سے ہی حقیقت و معرفت کی منزلیں طے ہو سکتی ہیں اور اس راہ پر چلنے والے عاشق ہوتے ہیں۔ عاشق (مومن) کے لئے آسودگی اور شگفتگی صرف دیدارِ انوارِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ ہے جو بغیر تصوّف کے حاصل نہیں ہوتا۔ تصوّف روح کی بالیدگی اور قلب میں تازگی اور عشقِ رسول اللہ ﷺ پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ روحانی مقامات طے کرنے کا اعلیٰ طریقہ ہے مولانا رومؒ علم الیقین کے علم بردار تھے لیکن شمس تبریزیؒ کے عشق میں وہ تصوّف کے ذریعہ ہی عین الیقین کی منزل پر گامزن ہوئے۔

مومن کے لئے راحت صرف دیدارِ الٰہی ہے جو بغیر تصوّف کے ناممکن ہے۔ عام مومنوں کی جنت میں حور و قصور ہیں اور خاص کی جنت میں حور و قصور نہیں ہیں۔ عارف وہ ہے کہ دیکھنے میں مکان تلاش نہیں کرتا۔ اگر تصوف اور طریقت کی نعمت مرید (طالب) کی تقدیر میں ہے تو پیر کی صحبت اور خدمت میں ملتی ہے۔ مرید کو چاہیے کہ پیر کی ذات میں خدا کو دیکھے (یعنی حق کو حق سے پہچانے) کیونکہ مرید کے لئے پیر ایک ایسا آئینہ ہے جس میں وہ خدا کو دیکھے گا دیکھنے کا مطلب ظاہری آنکھوں سے دیکھنا نہیں بلکہ خدا کی صفات ارادہ اور افعال جاننا اور پہچاننا ہے۔ جیسے کشمیری صوفی شاعر رحمان صاحب ڈارؒ فرماتے ہیں۔

کرکھے زیارت سرکاڑ پننے زاگ ہتھ روز شانکنے

اُچھن کھور کرتمہ وِتہ برونٹھ پکھ پوٚت اُسزِ نہ پھیران

وارِ پاٹھی وِچھکھ وجودِ وحدت گژھ منز گاشا بنے (کشمیری)

ترجمہ:۔ اگر تمہیں انوارِ تجلّی دیکھنے کا شوق ہے تو اپنے وجود کے اندر گم ہو جا۔ اُس راستے پر آنکھوں کے بل چل کر آگے بڑھ۔ پیچھے کی طرف دیکھنا بھول جا یہاں تک کہ تیری آنکھیں مشاہدۂ حق سے سرشار ہو جائیں گی۔

جو شخص طریقت کے راستے پر پیر کے کہنے پر چلے۔ اُس کا نام پیر کا مرید ہے اور جو کوئی اپنی مرضی اور خواہش پر چلے گا وہ اپنی مرادوں کا مرید ہے پیر کا مرید نہیں۔ زاہدوں کی منزل جنت الفردوس ہے اور عاشق کو سوائے قید خانہ عشق کہیں لذّت نہیں ملتی۔ محبوب کے ملنے کی امید میں رنج اور مصیبت اُٹھانا اچھا ہے۔ جیسے کہ کشمیری صوفی شاعر عبدالوہاب صاحب کھارؒ فرماتے ہیں۔

دوزخہ منز ے ہا وتم روئے دیدار چیانیک چھُم آرزوے

دِ کھنے دیدار روبروئے ژ ے روٚس جنت کتھ بکار (کشمیری)

"ترجمہ:۔ میں تو اپنے محبوب کے دیدار کی تمنّا لئے پھرتا ہوں چاہے مجھے وہ دوزخ ہی میں کیوں نہ ملے کیوں کہ دیدارِ تجلّی کے بغیر میرے لئے جنت بھی بیکار ہے۔

خواجہ حبیب اللہ حبّی نوشہری اپنی ایک مشہور فارسی غزل کے مطلع میں فرماتے ہیں۔

اے کہ بہشتِ برین بی تو عذابم عذاب

آتش دوزخ باہمہ تو گلابم گلاب

ترجمہ: اے محبوب جنت تمہارے بغیر میرے لئے عذاب ہی عذاب ہے اور اگر تم میرے ساتھ ہو تو جہنم کی آگ میرے لئے پھلواری ہے۔

تصوّف میں دو راستے زیادہ مشہور ہیں۔ ایک راستہ جس پر چلنے کے بعد انسان سالک بن جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے ہوش و حواس میں رہتا ہے اور شریعت کے تمام اصولوں پر سختی سے عمل کرتا ہے۔ دوسرا راستہ وہ ہے جس پر چلنے والے "سوختہ" کہلاتے ہیں اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ انہی لوگوں کو عُرفِ عام میں "مجذوب" کہا جاتا ہے۔ مجذوبوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پہلے تو کسی کی طرف دیکھتے ہی نہیں اور اگر کسی پر نظر پڑ جائے تو اُسے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں الغرض تصوّف اور تعمیرِ کردار کا آپس میں جو تعلق ہے یہ اُسی وقت مکمل طور پر واضح اور عیاں ہوتا ہے جب ہم صوفیائے کرام کے طریقہ کار کو اچھی طرح سمجھ لیں یا اُنکے طریقہ کار کو صحیح انداز میں سمجھنے اور پرکھنے کی کوشش کریں۔ تبلیغِ اسلام کے حوالے سے جو گراں قدر خدمات صوفیائے کرام نے پیش کی ہیں تاریخ اُن سے بھری پڑی ہے۔ دُنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں کسی درویش صفت یا فقیر و صوفی کردار کے شخص نے نورِ اسلام کی مشعل روشن نہ کی ہو اور تاریخ گواہ ہے کہ انہی بلند کردار اشخاص کی وجہ سے ہی اسلام کے دشمنوں کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اعلیٰ کردار کی وجہ سے ہی دُنیا میں پھیلا اور یہ بلند کردار اولیاء کرام یا صوفیائے کرام ہی کا تھا۔

جب تک کسی اہلِ دل اور اہلِ نظر پر کسی مردِ خدا کی نظرِ عنایت نہ ہو اسکو اپنے وجود کی خبر نہیں ہو سکتی اگر وہ گوشہ تنہائی میں مدتوں بیٹھے بغیر کسی رہبر کے وہ راہِ سلوک طے نہیں کر سکتا۔ بزرگوں کا قول ہے کہ سالک کو بارہ چیزوں کا علم ہونا لازمی ہے اور ان منزلوں کو طے کر کے وہ قربِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے یہ بارہ منزلیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱) علمِ توحید ۲) علمِ معاملات ۳) علمِ معرفت ۴) علمِ حالت

۵) علمِ مشاہدات ۶) علمِ خطاب ۷) علمِ سماع ۸) علمِ وجد

۹) علمِ کشف ۱۰) علمِ معرفتِ روح ۱۱) علمِ معرفتِ نفس ۱۲) علمِ حقیقت

تصوف یہ ہے کہ حق تعالیٰ اور پیر کے درمیان میں کوئی واسطہ باقی نہ رہے۔ تصوف تو ایک جنگ ہے جس میں صلح نہیں۔ جنگ سے مراد نفس کے خلاف جنگ ہے اور نفس آخری سانس تک باقی رہتا ہے اس لئے نفس کے ساتھ صلح نہیں ہوسکتی۔

تصوّف یہ ہے کہ اسی تصوّف سے اللہ تیری خودی کو مٹا کر مار ڈالے اور پھر اسی تصوّف سے تجھے زندہ کرے۔ تصوّف اللہ کے ساتھ معاملات کے صاف ہونے کا نام ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ دنیا سے روگردانی کی جائے۔ صوفی وہ ہے جو زمین کی مانند ہو کہ دنیا بھر کی غلاظت اس پر ڈالی جاتی ہے مگر اس کے اندر سر سبز فصل پھوٹتی ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے جو انبیائے پاک علیھم السلام کے ساتھ مخصوص تھیں:۔

۱۔ سخاوت: جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھی

۲۔ رضا: جو حضرت اسحٰق اور اسماعیل علیہما السلام کی خصوصیت تھی۔

۳۔ صبر: جس کا حق حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے مخصوص تھا۔

۴۔ اشارہ: جو حضرت ذکریا علیہ السلام کیلئے مخصوص تھا۔

۵۔ اندوہ وغم: جو حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے مخصوص تھا۔

۶۔ غریب الوطنی: جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کیلئے مخصوص تھا۔

۷۔ سیاحت: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصائص میں تھی

۸۔ فقیری اور درویشی: جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خاص بخشی گئی تھی۔

ان مثالوں سے کسی کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ صوفی پیغمبرانہ صفات کا حامل ہوتا ہے۔ دراصل انبیائے کرام علیہم السلام سیرت وکردار کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتے ہیں اس لئے ان ہی کی تقلید کر کے کوئی انسان صوفیت اور ولایت کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے مومنین کو ایمان سے مشرف کیا۔ ایمان کو عقل سے نوازا عقل کو صبر سے آراستہ کیا۔ ایمان مومنین کا دین ہے۔ عقل ایمان کا دین ہے اور صبر عقل کا دین ہے۔

''سنت کی اتباع کے بغیر اسلام کا راستہ نہیں ملتا۔ صوفی کی تعریف یہ ہے کہ نہ تو وہ کسی کی قید میں ہو اور نہ کوئی اس کی قید میں ہو۔''

تصوّف نہ تو رسم ہے اور نہ علم تصوّف ایک اخلاقی شے ہے جو اللہ تعالیٰ کے اخلاق وعادات اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ دنیا دشمنی اور خدا دوستی کا نام تصوّف ہے۔

مولائے کائنات حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں جنّت کی لالچ یا جہنم کے خوف سے اللہ کی عبادت نہیں کرتا بلکہ اس لئے اُس کی عبادت کرتا ہوں کیوں کہ میں نے اُس کا دیدار کیا ہے۔ لہذا وہ لائق عبادت ہے۔ کشمیری صوفی شاعر حضرت قادر صاحب کیہنہؒ کا فرمان ہے

نے چھم طمائے جنت نے چُھم بیم دوزخ

گھ کرئی مے نارس پتھ پان زولم بے گُمانے (کشمیری)

ترجمہ:۔ میں جنت کی لالچ یا طمع میں عبادت نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی میری عبادت جہنم کے خوف کے باعث ہے۔ میں تو انوار اثبات کی خاطر عشق کی آگ میں جل بُھن گیا ہوں

اپنے شاگرد کا یہ قول سن کر حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا، میں تو بندہ ہونے کی حیثیت سے صاحبِ اختیار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ مجھے جہاں بھی جگہ دے گا اس کا شکر ادا کروں گا۔

ایک بار حضرت جنید بغدادیؒ کے پاؤں میں شدید درد اُٹھا آپ بہت دیر تک اس درد کو برداشت کرتے

رہے، مگر جب تکلیف حد سے زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر پاؤں پر دم کرلیا، دیکھتے ہی دیکھتے درد غائب ہو گیا اور آپ نے سکون کا سانس لیا۔ ناگہاں ایک صدائے غیب سنائی دی۔ اے جنید! تجھے اس بات پر ندامت نہیں ہوئی کہ تو نے اپنے نفس کی خاطر ہمارے کلام کو استعمال کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت جنیدؒ کا پورا جسم خوف سے لرزنے لگا اور آپ پر اس قدر ندامت ظاہر ہوئی کہ بہت دنوں تک اس واقعے کو یاد کر کے روتے رہے۔

ایک دن برسرِ مجلس حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا "مومنین ذات واحد کی طرح ہیں۔ مسلمانوں کے گناہ دیکھ کر مجھے اس سے اذیت پہنچتی ہے کہ میں لوگوں کو اپنے ہی اعضاء تصور کرتا ہوں" اسی وجہ سے حضور ﷺ فرماتے تھے کہ جتنی اذیت مجھے پہنچی ہے کسی دوسرے نبی یا رسول کو نہیں پہنچی۔ آپ اپنی اُمت کے غم میں ہر وقت بے قرار و مضطرب رہتے تھے۔ اس لئے جو صوفی اپنے سینے میں سرکار دو عالم ﷺ کی امت کا درد رکھتا ہے اور اس درد کی خلش سے ہر وقت بے چین رہتا ہے تو وہی سب سے بڑا جانباز ہے

حضرت جنید بغدادیؒ اپنی دعاؤں کا آغاز اس طرح کیا کرتے تھے کہ "اے باری تعالیٰ! روز محشر میں مجھے اندھا اُٹھانا کہ جسے تیرا دیدار نصیب نہ ہوا اُس کا نابینا رہنا ہی بہتر ہے"۔ آپ کے اس قول مبارک میں بڑی گہرائی ہے، ایک طرف اپنے گناہوں کا اعتراف بھی ہے تو دوسری جانب عشقِ خداوندی کی سرشاری بھی۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں اس حقیقت سے آگاہ ہوا کہ کلام وہ ہے جو دل سے ہو تو میں نے تیس سال کی نمازیں دوبارہ پڑھیں اور تیس سال تک یہ اہتمام کیا کہ جس وقت بھی نماز میں دُنیا کا خیال آجاتا تو اُس نماز کو دوبارہ پڑھتا اور اگر آخرت کا تصور آجاتا تو "سجدہ سہو" کرتا تھا۔ کسی بزرگ نے حضرت جنید بغدادیؒ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حضرت جب نکیر و منکر قبر میں آئے تو آپ نے کیا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب فرشتوں نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے کہا کہ جب روزِ ازل میں شہنشاہ کے حضور میں عرض کر چکا ہوں کہ تو ہی میرا رب ہے تو پھر غلاموں کو کیا جواب دوں۔ میری بات سنتے ہی فرشتے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ ابھی تک اِس پر اُس محبت کا نشہ طاری ہے۔

حضرت ابو محمد جریریؒ نے خواب میں دیکھا......تو حضرت جنید بغدادیؒ سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ کی رحمت کے سوا کچھ کام نہیں آیا۔ ساری عبادتیں اور ریاضتیں رائیگاں گئیں۔ بس وہ دو رکعتیں نماز کی جو میں آدھی رات کو پڑھا کرتا تھا کام آ گئی۔

ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریؒ ان الفاظ کے ساتھ دُعا مانگ رہی تھیں "اے میرے معبودِ برحق اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈال دینا اور اگر میری ریاضت حصولِ جنت کیلئے ہے تو اُسے مجھ پر حرام کر دینا اور اگر صرف تیرے لیے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے اپنے دیدار سے محروم نہ رکھ۔"

یہی وہ کیفیتِ عشق ہے جس نے حضرت رابعہ بصریؒ کو ولایت کے منصب پر پہنچایا اور اپنا نام قیامت تک کیلئے محبت الٰہی کی علامت بنا کے رکھا۔

اللہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا کہ اہل ایمان صرف آخرت میں ہی کامیاب و کامراں نہیں ہونگے بلکہ دُنیا میں بھی اُنہیں اقتدارِ اعلیٰ بخشا جائیگا۔ جہاں دولت کے قدم آتے ہیں وہاں ایمان سلامت نہیں رہتا۔ اللہ مال و زر کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ عذاب اہل ایمان کو چھو بھی نہیں سکتا۔

مسلمانوں کی وہ جماعت بھی ہے جو عمل پر تو یقین رکھتی ہے مگر روحانی تربیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔ اُن کے نزدیک بزرگان دین کی ریاضتیں محض گوشہ نشینی کا بہانہ ہے۔ وہ درویشوں اور فقیروں کو محض آرام طلب اور کاہل سمجھتے ہیں اُن کے خیال میں گوشہ گیر ہو کر عبادت کرنا بہت آسان کام ہے۔ علامہ اقبالؒ جیسے عظیم مفکّر پر بھی ایک ایسا وقت گذرا ہے جب اُنہوں نے شاعرانہ جوش میں درویشوں پر طعنہ زنی بھی کی ہے۔ ع

جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد

پھر دوسری جگہ فرمایا۔

یہ معاملے ہیں نازک جو تیری رضا ہو تو کر   کہ مجھے نہ راس آیا یہ طریق خانقاہی

حالانکہ یہ وہی اقبالؔ ہیں جو 1905ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے انگلستان جانے سے پہلے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقدِ پاک پر حاضر ہوئے تھے اور محبوب الٰہی کے قدموں میں کھڑے ہو کر اپنی مشہور نظم ''اُلتجائے مسافر'' پڑھی تھی جس میں اقبالؔ کہتے ہیں۔ ع

کرم کرم کہ غریب الدّیار ہے اقبالؔ

یا شاعرِ مشرق کی وہ نظم جو انہوں نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی شان میں تحریر کی تھی۔

دلِ بے تاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجر میں   میسر ہے جہاں سامان دردِ نا شکیبائی

یہاں پر ''پیر سنجر'' سے مراد حضرت خواجہ غریب نوازؒ ہے۔ فی الحال یہاں اس سنجیدہ بحث کی گنجائش نہیں مگر پھر بھی اتنا کہنا ضروری ہے کہ موجودہ نظام خانقاہی سے بندگان خدا کو شکایتیں ہو سکتی ہیں مگر وہ نظامِ خانقاہی جو حضرت غوث الاعظمؒ، خواجہ صاحبؒ وغیرہ سے منسوب ہے اُس پر نکتہ چینی کرنا محض جہالت اور بے خبری کے سوا کچھ نہیں۔ خواجہ صاحبؒ کے دستِ حق پر ڈیڑھ لاکھ کے قریب راجپوتوں کا مسلمان ہونا تاریخ ساز واقعہ ہے۔ یہ کوئی جادوئی قصہ نہیں، یہ حضرت غریب نوازؒ کی ریاضت ہی تھی جس نے آپ کے عمل میں بے پناہ کشش اور نظر میں دلوں کو بدل دینے کی طاقت پیدا کر دی تھی ورنہ نمازیں تو آپ بھی پڑھتے ہیں اور روزے میں بھی رکھتا ہوں۔ آج مسلمان درویشوں کی ریاضت اور مجاھدے کو آرام طلبی اور کاہلی اس لئے تصور کرتے ہیں کیونکہ وہ ان الفاظ کے حقیقی مفہوم سے نا آشنا ہیں۔ دراصل ریاضت ہی زندگی کے ہر شعبے میں فتوحات کی کلید ہے۔ دُنیا کی سب سے بڑی رزمیہ نظم ''شاہنامہ فردوسی'' اسی ریاضت کا عطیہ ہے۔ اسی طرح موسیقی ہو یا مصوری دُنیا کا کوئی ہنر کوئی فن ریاضت کے بغیر زندہ جاوید نہیں ہو سکتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی روحانی ریاضت کا ذکر کریں تو اُنہوں نے ایک چور کو ابدال

اور ایک یتیم کو غوثیت کے درجے تک پہنچایا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اَتامُرُ ون الناسَ بِالبِرِّ و تنسون انفسکم

ترجمہ:۔ تم لوگوں کو پرہیزگاری کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بے عمل چھوڑتے ہو) اسی لئے اُدخلُوا فی السِّلم کافّۃ ۔یعنی دینِ حق میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ ان آیاتِ بینات کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قول وفعل کے تضاد کو پسند نہیں فرماتا۔ ایمان کی تعریف ہی یہ ہے کہ انسان اپنے دل سے اللہ کی وحدانیت کی تصدیق کرے، زبان سے گواہی دے اور عمل سے ثابت کرے کہ وہ ہر حال میں احکاماتِ الٰہی کا پابند ہے۔ اسی کو قول وفعل کی یکسانیت کہتے ہیں اور اسی کا نام ایمان ہے۔ یہ ہے قول وفعل کی وہ یکسانیت جس کے بارے میں گاندھی جی نے علی الاعلان کہا تھا کہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ ہی ایک ایسے انسان ہیں جن کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ اُن کے عمل کا تابع ہوتا تھا۔

اللہ اپنی نعمتوں کے اظہار کو پسند کرتا ہے اسی لئے حضرت غوث الاعظمؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ قیمتی لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ حضرت غوث پاکؒ کا قول ہے کہ جب تک میرا معبود خود حکم نہیں دیتا میں اُس وقت تک کوئی قیمتی کپڑا نہیں پہنتا۔ حضرت غوث الاعظمؒ ہر روز صبح نیا لباس زیب تن کرتے تھے اور پرانے لباس کو کسی درویش کو دے دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو دنیا و آخرت میں جو تصرّف عطا فرمایا تھا اُسے جاہل اور حاسد انسان کیونکر سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی تمام عمر کتابوں کے مضامین سمجھنے میں ضائع کی اور تزکیہ نفس کی طرف متوجہ نہیں ہوا اسی لئے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا" ہمارے طریقے کی تصدیق ولایت ہے"۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردند زِ راہ

ترجمہ: اللہ کی طرف سے اولیاء کو یہ قدرت بخشی گئی ہے کہ کمان سے چھوٹے ہوئے تیر کو موڑ کر واپس لا سکتے ہیں۔

مولانا رومیؒ کے اس شعر میں یہ بنیادی بات اُسی قدرتِ خداوندی کا اظہار ہے جس کے زیر اثر ناممکن، ممکن کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ مردہ انسان زندہ ہو جاتے ہیں اور زندہ لوگ آن کی آن میں فنا کے گھاٹ اُتر جاتے ہیں۔ فاعلِ حقیقی صرف اللہ کی ذات باری ہے باقی اُسکے کارندے ہیں۔ وہ جس سے چاہتا ہے اپنا کام لے لیتا ہے، جسے پسند کرتا ہے اپنا مقرب بنالیتا ہے اور جسے ناپسند کرتا ہے اُسے حشر تک کے لئے راندۂ درگاہ کر دیتا ہے۔ ایک مقام پر حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ''اُس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے اُسکے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے اُس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اُسے اپنا ہاتھ دو جو تمہیں گرنے سے سنبھال لیتا ہے اور جہل کی تاریکیوں سے نکال لیتا ہے اور ہلاکتوں سے بچالیتا ہے نجاستیں دھو کر میل کچیل سے پاک کر دیتا ہے اور نفسِ بدکار سے نجات دیتا ہے"۔ دوسری جگہ فرمایا ''اگر حدودِ الٰہی (احکامِ شرعی) میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہو تو سمجھ لو کہ تم فتنے میں پڑ گئے ہو اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے تو فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو، اُسے مضبوط تھام لو اور نفس کی خواہشات کو کچل دو۔"

حضرت خواجہ معین الدّین چشتیؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ حمید الدّین سوائیؒ سے ایک مجلس میں پوچھا گیا کہ یہ کیا راہ ہے کہ بعض مشائخ دنیا سے گذر جانے کے بعد اس طرح بے نشان ہو جاتے ہیں کہ کوئی انسان اُن کا نام تک نہیں لیتا اور بعض بزرگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی زندگی میں گمنام رہتے ہیں مگر انتقال کے بعد اُن کی کرامات کا شور سارے عالم میں سنائی دیتا ہے۔ حضرت خواجہ حمید الدّینؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی زندگی کا خواہاں رہتا ہے مرنے کے بعد اُسکی اپنی خواہش گمنامی کا سبب بن جاتی ہے اور جن لوگوں نے اپنی زندگی میں اپنے حال کو چھپانے کی کوشش کی مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُنہیں شہرتِ دوام بخشی۔ حضرت خواجہ ابوالحسن نوریؒ پابندی کے ساتھ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تو اپنے شہروں میں مجھے اپنے بندوں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھ۔ ہاتف غیبی نے اُنہیں آواز دی کہ اے ابوالحسن! حق کو کوئی شے نہیں چھپا سکتی اور حق کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پہلے تو آدمی کو مشہور نہیں ہونا چاہیے اور جب کوئی شخص مشہور ہو جائے تو اُسے ایسا بننا چاہیے کہ کل روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یہ حوصلے کی کوئی بات نہیں کہ

انسان مخلوقِ خُدا سے بھاگ کر کسی غار یا ویرانے میں گوشہ نشینی اختیار کرے۔ حوصلہ اُسے کہتے ہیں کہ مخلوقِ خدا کے درمیان رہ کر یادِ خُدا میں مشغول ہو جائے۔ اللہ والوں نے اپنی ذات کو ہمیشہ پوشیدہ رکھا ہے اور اللہ نے اُن کے کمالات کو ظاہر فرمایا۔

حضرت محبوب الٰہیؒ نے ایک واقعہ یوں بیان فرمایا کہ ایک عقیدت مند نے سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ کی خانقاہِ مبارک کے دروازے پر ایک شخص کو پڑے ہوئے دیکھا جس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے تھے پھر اُس عقیدت مند نے حضرت غوثِ پاکؒ سے اُسکے بارے میں پوچھا اور اُسکے حق میں دُعا کی درخواست کی۔ جواب میں اُنہوں نے فرمایا کہ اِس بے ادب کے بارے میں خاموش رہو۔ یہ شخص جو خانقاہ کے دروازے پر شکستہ حال پڑا ہے چالیس ابدالوں میں سے ایک ابدال ہے۔ کل یہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ہوا میں اُڑتا ہوا اِدھر سے گذرا جب وہ تینوں خانقاہ کے قریب پہنچے تو اِس گستاخ نے خانقاہ کے اُوپر سے گذرنا چاہا تو جیسے ہی وہ خانقاہ کے مقابل آیا زمین پر گر پڑا اور اپنے ہاتھ پاؤں کھو بیٹھا۔ بے ادبی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے اُسکے دو ساتھیوں نے ادب کو ملحوظ رکھا۔

حضرت شیخ ابوالحسنؒ، حضرت سرّی سقطیؒ کے شاگرد تھے۔ اس رشتے سے حضرت ابوالحسنؒ، حضرت جنید بغدادیؒ کے پیر بھائی تھے اور دوست بھی۔ بڑے بڑے مشائخ آپ کو امیر القلوب کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ حضرت شیخ ابوالحسنؒ کو نوری کا خطاب اس لئے دیا گیا کہ آپ کے چہرۂ مبارک سے ایسا نور ظاہر ہوتا تھا جس سے پورا مکان منور ہو جاتا تھا۔

عام لوگوں کا تو یہ دستور ہے کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں۔ مگر درویشوں کا یہ طریقہ نہیں۔ یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہیئے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کا قول ہے کہ بُرا کہنا بُرا ہے
• مگر بُرا چاہنا اُس سے بھی بُرا ہے۔

شیخ ابوالعباسؒ کا بیان ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے اور

پندرہ سال تک ایک رات میں قرآن شریف ختم کرتے رہے۔ ایک رات میرے نفس نے مجھ سے سوال کیا، کاش تو ایک گھڑی سو جائے پھر تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر عبادت کرے۔ حضرت غوث الاعظمؒ رات کے اول حصہ میں نماز پڑھتے، درمیانی حصّہ میں ذکر اللہ اور تیسرے حصّہ میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر تلاوتِ قرآنِ پاک فرماتے تھے اور پھر ایک طویل سجدہ ادا کرتے۔ آپ کے رُخِ تابناک پر ایسا نور ہوتا کہ دیکھنے والی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتیں۔ روایت ہے کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو غوث الاعظم (فریاد رس) کا لقب بارگاہِ خداوندی سے عطا ہوا ہے۔ یہ راز تو حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ ولایت کے کس درجے پر فائز تھے۔ مگر تاریخ کا ہر ایک عالم اور عام طالبِ علم بھی اس حقیقت سے باخبر ہے کہ غوث الاعظمؒ ایک عالمِ باعمل تھے۔ آپ کی ذاتِ مبارک میں مردِ مومن کی وہ تمام نشانیاں جمع تھیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں واضح اشارہ کیا ہے۔ حصولِ علم کی خاطر آبلہ پائی، سلامتیٔ ایمان کے لئے نفس کشی اور دنیا کی تمام لذّتوں سے بے رغبتی، اللہ کی کبریائی کا اقرار کرنے کیلئے ہر مادّی طاقت کی نفی، غریبوں اور بے کسوں کی محفل میں باپ اور بھائی سے زیادہ شفیق مہربان، بھوکوں کو اپنے دہن کا لقمہ عطا کرنے والا، ننگوں کو اپنا پیرہن مبارک بخش دینے والا اور امراء کے دروازوں کی طرف پیٹھ کرنے والا، دربارِ خلافت میں شمشیرِ بے نیام، دل کہتا ہے کہ ایسے مردِ جلیل کو غوث الاعظمؒ ہی ہونا چاہیے۔

غوث الاعظمؒ نے اپنے ایک وعظ کے دوران فرمایا تھا "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے"۔ یہ سنتے ہی شیخ علی بن ابی نصرؒ اور تمام حاضرینِ مجلس اپنی نشست سے اٹھے اور منبر کے قریب جا کر غوث الاعظمؒ کا قدم مبارک اپنی اپنی گردنوں پر رکھ لیا۔ شیخ ارضیؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت غوث الاعظمؒ نے یہ فرمایا تو مردانِ غیب کی ایک بہت بڑی جماعت ہوا میں اُڑتی ہوئی نظر آئی یہ جماعت آپ ہی کی طرف آرہی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان لوگوں کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔

شیخ مطہرؒ کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں شیخ محمدؒ اور شیخ احمدؒ بھی موجود تھے اُس وقت شیخ مکارمؒ نے فرمایا کہ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جس روز غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر

ہے "تو اُس وقت روئے زمین کے تمام اولیاء نے مشاہدہ کیا کہ قطبیت کا جھنڈا حضرت غوث الاعظمؒ کے سامنے نصب کیا گیا ہے اور غوثیت کا تاج جو شریعت و طریقت کے نقش و نگار سے آراستہ تھا آپ کے سر مبارک پر سجایا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر دسوں ابدال نے حضرت غوث الاعظمؒ کے فرمان مبارک کے سامنے سر تسلیم خم کر دئے۔ اُن کے اسمائے گرامی یوں ہیں:-

۱)۔شیخ بقاءؒ ۲) شیخ ابو سعیدؒ ۳) شیخ عدی بن سافرؒ

۴) شیخ موسیٰؒ ۵) شیخ احمد بن رفاعیؒ ۶) شیخ عبد الرحمٰنؒ

۷) شیخ ابو محمدؒ ۸) شیخ حیات بن قیسؒ ۹) شیخ ابو مدین مغربیؒ ۱۰) شیخ مکارمؒ

شیخ عدی بن سافرؒ کا فرمان یعنی ''قدم'' حضرت غوث الاعظمؒ کی ذات مبارک کے لئے مخصوص ہے۔ قدم سے مراد کہ وہ تمام لوگوں میں برتر اور منفرد ہے۔ فرشتے بھی اُسی وقت حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جھکے تھے جب باری تعالیٰ نے اُنہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ بات غوث الاعظمؒ نے خدا کے حکم سے کہی تھی۔ قدم کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ لفظ اپنے مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ''طریقہ''۔ غوث الاعظمؒ کا طریقہ زمانے کے تمام اولیاء کے طریقوں سے ارفع و اعلیٰ تھا اور آپ کی روحانی فتوحات انتہائے کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔ حضرت شیخ ثناءؒ کو بھی بعد از اں اُن ہی کے طریقے کی تقلید کرنی پڑی تھی۔

حضرت غوث الاعظمؒ کے صاحبزادے شیخ عبد الوہابؒ نے اپنے والد سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ جواب میں حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا ''ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور خدا کے سوا کسی سے خوف نہ کھاؤ اور نہ ہی اُس کے سوا کسی سے اُمید رکھو۔ اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کر کے صرف اُسی پر بھروسہ رکھو اور سب کچھ اُسی سے طلب کرو۔ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن باطن میں دوسروں کے ساتھ ہوں میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ (فرشتے) بھی حاضر ہیں اُن کے لئے جگہ خالی کر دو۔

۱۴۔ تصوّف کی خصوصیات

چار منزلیں

روزِ اوّل سے جسکے دل میں عشق و محبت کی چنگاری سُلگائی گئی ہو اُسکے دل میں قیامت تک محبت کا چراغ جلتا رہے گا اور وصال کے بعد بھی دل کی جلن کم نہیں ہوگی۔ دیدۂ بصیرت کھل جاتی ہے اور نظر دور بین بن جاتی ہے۔ مریدوں اور سالکوں کے لئے چار مقامات بنے ہوئے ہیں۔ جب تک مرید ان چار راستوں سے نہیں گزر جائے گا تو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ پہلی منزل عالم ناسوت یعنی دنیا، دوسری عالم ملکوت یعنی عالم فرشتگان، تیسری منزل عالم جبروت یعنی عالم ارواح اور چوتھی منزل عالم لاہوت یعنی تعبیر نشان، بے نشان۔

ناسوت ملکوت جبروت لاہوت ژون شرح کرنتہ کیاہ سود عبادتس (کشمیری)

ترجمہ: ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت غرض ان چاروں کی شرح کرو ورنہ خالی عبادت سے کیا فائدہ۔

جب تک عالم ناسوت کو طے نہ کیا جائے تب تک عالم ملکوت میں نہیں پہنچے گا اور جب تک عالم ملکوت سے نہیں گزر جائے گا عالم جبروت میں قدم نہ رکھے گا اور جب تک عالم جبروت طے نہیں کرے گا تو عالم لاہوت میں قدم نہ رکھے گا۔

عالمِ ناسوت

یہ حیوانات کا عالَم ہے۔ یہاں پانچوں حواس سے کام لیا جاتا ہے۔ یعنی سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا اور چھونا۔ جب مرید ریاضت (اذکار) کے ذریعے ان حواس کو پاکیزہ بنالیتا ہے اور صرف شریعت کے مطابق

استعمال کرتا ہے تو عالم ملکوت میں پہنچ جاتا ہے جس طرح فرشتوں سے گناہ سرزد نہیں ہوتا ہے۔ یہاں مرید سجود میں مشغول رہتا ہے اُسکے بعد عبادت کے درمیان اپنے آپ کو دیکھنا اور صرف لذّتِ عبادت بن کر رہتا ہے تو عالم جبروت میں پہنچ جاتا ہے اور یہ ارواح کا عالم ہے۔ اس منزل کی عبادت عشق و محبت، ذوق و شوق ہے۔ جب سالک ان عبادات میں فنا ہو جاتا ہے تو عالم لاہوت میں پہنچ جاتا ہے۔ عالم لاہوت کا نام عالم لامکان بھی ہے۔ اس حقیقت تک پہنچنے کے لئے مرید کو مردِ خدا کی جوتوں کی خدمت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا ہے۔

۱۵۔ پانچ (پنج) تن

انسان کو سمجھنے کے لئے پانچ تن کا علم ہونا لازمی ہے۔ ہر ایک تن کا ایک دروازہ اور ایک ایک دربان ہے، یہ پانچ تن درجِ ذیل ہیں:۔

۱) واجب الوجود ۲) ممکن الوجود ۳) ممتنع الوجود

۴) عارف الوجود ۵) وحدت الوجود

پہلا تن (واجب الوجود):۔نفس امارہ کے پہچاننے کو واجب الوجود کہتے ہیں۔ مقام اسکا شیطان ہے۔ نگہبان (دربان) میکائیل۔ واجب کی آنکھ سے غیر اللہ نہ دیکھنا (غیر اللہ کو نہ دیکھنا) حرص (لالچ) کے کان سے غیر کو نہ سُننا (لالچ نہ کرنا) حسد کی ناک سے بُو نہ سونگھنا (حسد نہ کرنا) بغض کینہ نہ رکھنا (عداوت نہ رکھنا) شہوت نہ کرنا (ہوس نہ کرنا) مرشد (طبیب) کامل ہونا چاہیئے۔نبض پہچان کر دوا دینا چاہیئے۔ میں نے اپنے منظوم کشمیری کلام میں اس بارے میں کہا ہے۔

یی ژے بوُوے رہبرن تی ژبتس تھاو حرفِ حق در دل مَسہ مُشراو (کشمیری)

ترجمہ: اے طالب جو تجھے اپنے مرشد نے بتایا اُسے خوب ذہن نشین کر اور جو حق کی نشانی اُس نے بتائی اُسے دل سے نہ نکالنا۔

چشم اگر بینا بود، ہر طرف دیدار است

ترجمہ: چشم اگر بینا ہو تو ہر طرف دیدار ہے۔

گوش اگر شنوا بود، کا گے جز یادحق

ترجمہ: کان اگر سننے والے ہوں تو یادالٰہی سے محروم نہیں ہونگے

زبان اگر گویا بود، ہر طرف اسرار است

ترجمہ: اگر زبان بولنے والی ہوتو ہر سو بھید ہی بھید ہے۔

اس مقام کے لئے مرشد کے بارے میں طالب کو ہدایت:-

۱) جو منع کرے اس سے پرہیز اور گریز کرنا۔

۲) مراقبہ (دھیان) نظر کے پیالے میں میکائیل کی مدد سے پانی حل کر کے پینا۔ (دو سانس کے ذریعے فکر و ذکر سے کام کرنا)

۳) طالب کو تمام اسرار و رموز سے واقف کرانا۔

۴) پاکیزہ بنانا تاکہ نفی اثبات حاصل ہو سکے۔

ان باتوں پر عمل کر کے طالب فقیر بن سکتا ہے

پانچ اجزاء سے واجب الوجود مکمل ہو جاتا ہے۔

مٹی میں پانی، مٹی میں آگ، مٹی میں ہوا، مٹی میں مٹی، مٹی میں خالی

دوسرا تن (ممکن الوجود): (یعنی ذات ممکن ہونا)

نفس لوامہ پیدا ہوگا۔ نگہبان (دربان) اسرافیل

حواس خمسہ (پانچ):-

۱) غیر اللہ نہ دیکھنا

۲) دنیوی باتوں پر توجہ نہ دینا

۳) شک وشبہ کو جگہ نہ دینا

۴) غیبت، جھوٹ بد گوئی سے پرہیز

۵) ہوس نہ کرنا

ہر حال میں غصّے یا غفلت کے باوجود مرشد کی باتوں کی پیروی کرنی چاہیئے۔ مرشد کا مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ شریعت کے طریقے پر دل کو راغب (مائل) کرانا، پاکیزہ بنانا جس سے دل کا میل صاف ہوجائے گا۔

پانچ اجزا:- پانی میں مٹی، پانی میں پانی، پانی میں آگ، پانی میں ہوا، پانی میں خالی۔ یہ پانچ عناصر مل جائیں تو ممکن الوجود طریقت پر ختم ہوگا۔

تیسرا تن (ممتنع الوجود):- لاثانی وجود (تسلیم ورضا)

نفس مطمئنہ ہوجائے گا۔ نگہبان (دربان)، عزرائیلؑ

فنا کیا ہوا ، جمع کیا ہوا ، بقا ہوا ، جمع ہوا

پانچ پردے:- مرشد کی ہدایت پر عمل ضروری ہے

مرشد ہے یا نہیں شک نہ کرنا

دونوں کانوں سے کلامِ خدا سننا (صوت سرمدی یا زیر و بم)

اپنی ناک سے خدا کی خوشبو سونگھنا

حق گوئی۔ ہوس سے گریز

ان پانچ باتوں پر عمل کرنے سے مرشد کا مشاہدہ حاصل ہوجائے گا۔

فنافی الشیخ کی منزل مل جائے گی۔

مرشد کی ہدایت:- اچھی باتوں کی نصیحت کرنا، رُوح کے شہد میں، شگون کے پانی کو ملا کر پینا، شبہ دور کرنا، درد کا خاتمہ ہو جائے گا، ہوس دور کرنی ہوگی۔

کشمیری صوفی شاعر شمس فقیرؒ فرماتے ہیں۔

مورشدِ پاکو وند یوسر أسی گرو دیدارِ آں سرورؐ (کشمیری)

ترجمہ: اے میرے مرشدِ کامل آپ کے قدموں میں کیوں نہ ہم اپنا سر پیش کریں کیونکہ آپ ہی کے طفیل ہم حضرت آنسرورؐ کا دیدار کرینگے۔

پانچ اجزاء:- آگ میں مٹی، آگ میں ہوا، آگ میں آگ، آگ میں پانی، آگ میں خالی۔ یہ پانچوں عناصر ملیں گے تو ممتنع الوجود یعنی حقیقت پر سے پردہ اُٹھے گا یعنی مرشد کی روح معلوم ہو جائے گی (حقیقت آشکار ہو جائے گی)

چوتھا تن (عارف الوجود):- دربان (نگہبان) جبرائیلؑ

حضرت محمد ﷺ کا نورانی جسم یعنی جبرائیل کی زبان سے رسول اللہ ﷺ حقائق پر سے پردہ اٹھاتے ہیں (فنافی الرّسولؐ)۔ مرشد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم بن جاتا ہے۔ عارف کی آنکھ سے جبرائیل کو دیکھنا، کانوں سے جبرائیل کی باتیں سننا، ناک سے جبرائیل کی خوشبو سونگھنا، زبان سے جبرائیل کی باتیں کہنا۔

ان پانچوں کو ملانے کے بعد مرشد طالب کو مشاہدہ کراتا ہے۔ مرشد کو دھیان میں رکھکر عارف تن کا مشاہدہ کرنا اور ذِکر سری کرنا، ذکر اور فکر سے کام رکھنا اور شہوت (ہوس) سے بچنا۔

پرہیز:- مرشد کے سوا کسی کو نہ دیکھنے سے عارف بن جائے گا

کشمیری صوفی شاعر شمس فقیرؒ نے خوب فرمایا ہے ۔

اول جان وندتہ مورشدِ پاکس پیٚونڈ یُس کران اِشتیاقس (کشمیری)

ترجمہ: پہلے اپنے مرشد کامل کے لئے اپنی جان تک پیش کرو کیوں کہ وہی تو ہیں جو ایک طالب کی طلب کو پروان چڑھاتا ہے اور اُسکے شوق کو اُبھارتا ہے۔

اجزاء:- ہوا میں ہوا، ہوا میں مٹی، ہوا میں پانی، ہوا میں آگ، ہوا میں خالی، ان پانچوں اجزاء کو ملانے سے معرفت حاصل ہوگی

پانچواں تن (وحدت الوجود)

دربان (نگہبان)۔ خدا کے دروازے پر ابلیس (عزازیل)

قلوب المومنین بیت اللّٰہ تعالےٰ (مومنوں کے دل اللہ تعالےٰ کے گھر ہیں) (حدیث)

حق الحق:- مومنوں کے دل کی گفتگو خدا کے گھر میں آئے گی۔ اللہ مل جاتا ہے یعنی ذات کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اللہ سے براہ راست گفتگو (فنا فی اللہ کی منزل) اپنے کو آنے دینا، بیگانے کو بھگا دینا، وحدت الوجود کی آنکھ سے خدا کو پہچاننے سے خدا مل جاتا ہے شہوت ختم ہو جاتی ہے اور شہوت اب اس کا صبر ہے۔ یعنی طالب صابر بن جاتا ہے۔ واحد (وحدت الوجود) کی آنکھ سے عشق کے کان سے، محبت کی ناک سے، یاد الٰہی کی زبان سے، وہیں الہام ہوگا۔ (غیبی آواز، نداءِ غیب الہامی دل)۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر شمس فقیرؒ صاحب فرماتے ہیں ۔

مےٚ گواورٚ ے نداء بہ سپد یوٚس عین موسیٰؑ

مےٚ وُچھ ہردم تجلّی دیوتم پےٚ ذُ الجلالی (کشمیری)

ترجمہ: (اس مقام پر) مجھے اللہ کی جانب سے ہی آواز آئی جس کو میں نے سُنا اور میں موسیٰؑ کی طرح کلیم

(کلام کرنے والا) بن گیا کیونکہ میں ہر لمحہ نورِ تجلّی سے محوِ گفتگو رہا اور یہ عنایت بھی مجھے ربِ ذوالجلال کی طرف سے ہی ہے۔ (بصورت مرشد)

ان پانچوں کو دھیان سے پورا کرنا، مرشد کا مشاہدہ کرنا، وحدت الوجود کا مشاہدہ کرنا ہے۔ توحید کے دریا میں ٹھہرنا، صرف ذات نظر آئے گی۔ ذکر خفی کے محل میں وحدہ لاشریک (وہ یکتا ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں) کی نیند لینا۔

اجزاء:۔ خالی میں مٹی، خالی میں پانی، خالی میں آگ، خالی میں ہوا، خالی میں خالی۔

ان پانچوں اجزاء کے مل جانے سے وحدت الوجود (توحید تمام) کی روح بن جاتی ہے اور بقاباللہ کی منزل (یعنی اللہ ہی اللہ ہر طرف) مل جاتا ہے۔

مرشد کامل ہو یا نہ ہو مرید صادق زیادہ اچھا ہے۔

التوحید حقیقت لارب ولاعبد (توحید حقیقت مطلق ہے، عبودیت ربوبیت کا امتیاز نہیں)

الغسل مطھر النیّت (غسل نیت کو پاک کرنے والا ہے)

شریعت:۔ شریعت کا محل واجب الوجود ہے۔ ذکر جلی الشریعة کالسفینة (شریعت کشتی کی مانند ہے)

طریقت:۔ طریقت کا محل ممکن الوجود ہے۔ ذکر قلبی۔ الطریقةُ کالبحر (طریقت سمندر کی مثل ہے)

حقیقت: حقیقت کا محل ممتنع الوجود ہے۔ ذکر رُوحی

معرفت: معرفت کا محل عارف الوجود ہے۔ ذکر سری

وحدت: وحدت کا محل وحدت الوجود ہے۔ ذکر خفی (چھپا ہوا)

خیر ذکر فی الخفی (ذکر خفی بہترین عبادت ہے)

مرشد (پیر) کامل درکار ہے تاکہ پانچوں عمل کی خبر رکھ سکے۔ اگر خبر نہیں رکھی گئی تو پیر رہزن بن جاتا ہے اور مرید دین سے جاتا ہے۔ جاہل پیر سے بیعت کرنے سے بہتر اس سے علیحدگی اختیار کر لینا ہے۔ ارشاد باری ہے:-

واعرض عن الجاھلین (اور جاہلوں سے بچتے رہو)

واجب کا ممکن نفس، نفس کا ممکن دل، ممتنع کا ممکن روح، روح کا ممکن عارف، عارف کا ممکن نور، نور کا ممکن ذات، ذات کا ممکن عشق۔

۱۶۔ عارف کی تعریف

عارف وہ ہے جو تیرا راز پائے اور خاموش بیٹھا رہے۔ جیسا زمانہ اور وقت ہوتا ہے ویسی ہی عارف کی شان ہوتی ہے۔ عارف ابھی یہاں تھا ابھی چلا گیا۔ عارف کو کوئی حالت کسی حالت سے روک نہیں سکتی اور نہ کوئی طاقت اسے دوسرے مقام پر جانے سے باز رکھ سکتی ہے وہ سب مکانوں کے ساتھ وہی نسبت رکھتا ہے جو نسبت اُسے اُس مکان سے ہے۔ جس میں وہ موجود ہے۔ کشمیری صوفی شاعر رحمٰن صاحب کھرؒ فرماتے ہیں

عُرفانہٕ متیٚو چو دل زندٕ رندے تھو (کشمیری)

ترجمہ: عارفوں نے مئے عرفان نوش کیا اے رند اپنے من کو زندہ رکھ۔

عارف کی دنیا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسکی دنیا آخرت کے لئے اور اسکی آخرت اُسکے رب کے لئے ہے۔ عارف کا قلب اللہ کی بارگاہ ہے اور اسکے حواس بارگاہ الٰہی کے دروازے ہیں۔

مراقبہ

درویش گوشہ نشین اس لئے ہوتا ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے اللہ کو یاد کر سکے معرفت میں یہ علم بھی اللہ کی رضامندی کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت بابا فریدؒ فارسی زبان کی ایک رباعی کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھا کرتے تھے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے ''میری خواہش ہے کہ میں تیری وفا میں ہمیشہ زندہ رہوں خاک ہو جاؤں اور پھر تیرے قدموں کے نیچے زندہ رہوں۔ میں تیرا بندہ ہوں اور اس کائنات میں بس تجھ کو چاہوں' تیرے لئے مرجاؤں اور تیری خاطر زندہ رہوں'' غالباً یہ اس آیت مقدس کا ترجمہ ہے جس میں ارشاد کیا گیا ہے کہ میری نماز، میرا جینا اور مرنا تیرے ہی لئے ہے۔

ایک بار ابوالحسن نوریؒ نے مراقبہ کی حالت میں حضرت ابوبکر شبلیؒ (مرید خاص ابوالحسن نوریؒ) اور حضرت جنید بغدادیؒ (پیر بھائی) کو دیکھا۔ آپ اس قدر سکوت کے عالم میں آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے کہ بہت غور

سے دیکھنے کے بعد احساس ہوتا تھا کہ سانسوں کا عمل جاری ہے ورنہ کوئی عام انسان دیکھتا تو یہی خیال کرتا کہ حضرت نوریؒ اس دنیا سے پردہ کر گئے۔ آپکو اس حالت میں دیکھ کر شبلیؒ نے پوچھا: پیرومرشد آپ نے مراقبے کا یہ کمال کس سے سیکھا۔ حضرت شیخ نوریؒ نے جواب دیا۔ ''بلّی'' سے اور فرمایا ایک دن میں نے ایک بلّی کو دیکھا وہ چوہے کے بل کے سامنے مجھ سے بھی زیادہ بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔

کسی کشمیری صوفی شاعر نے اس بارے میں فرمایا ہے۔

عاۂرفو لوٚب درسکوت　　　　ھوالحی لایموت　　　(کشمیری)

ترجمہ:۔ سکوت میں رہنے کے بعد ہی عارفوں نے مقامِ حیاتِ ابدی پالیا۔

کشمیری صوفی شاعرہ لل عارفہ فرماتی ہیں۔

جوۂ روسُتے جہاز تو رُم　　　　ترأوم ژکھ، دٕےتہ مُوہ

شیٚندِ وندے صاحب گورُم　　　　اد پرٕزنووم پنٕنے رُوح　　　(کشمیری)

ترجمہ:۔ چپّو اور بادبان کے بغیر (یعنی دو سانس کے بغیر) میں نے جہاز کو پار کر لیا یعنی وجود کو فنا کر دیا، میں نے تین چیزوں کو ترک کر دیا غصہ لالچ اور شک اور اللہ کو پالیا۔

۱۷۔ طلبِ پیر

پیر پختہ تلاش کرو جو نشیب و فراز راہ سے آگاہ اور صاحب حال و مقام ہو۔ صفات جلالی کے قہر و غضب اور صفات جمال کے لطف کرم کا مشاہدہ کر چکا ہو۔ العلماء ورثۃ الا نبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) اس کی شان میں پورا پورا صادق آتا ہو اور ایسا طبیب حاذق ہو گیا ہو کہ مرید کے جملہ امراض و عوارض باطن کا علاج جانتا ہو اور سب کی دوا کر سکتا ہو۔ اللہ کا حکم ہے۔

کونو مع الصادقین (القرآن)

ترجمہ: صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ

یہ مرتبہ اول درجہ میں پیغمبروں صلوات اللہ علیہم کو حاصل ہے بعد میں ان کے خلفاء کا درجہ ہے یعنی مشائخ کرام کا قول ہے۔

لا دین لمن لا شیخ لہٗ

ترجمہ: جس کا کوئی پیر و مرشد نہیں اسکا دین نہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ تم نے جس کی بھی پیروی کی راستہ پالیا۔ بغیر کسی صاحبِ دل یا صاحبِ ولایت کے جانا درست نہیں۔ اندھے کے لئے لاٹھی رکھنا ضروری ہے۔ کاہ بن جاؤ اور غرور کی چٹان پاش پاش کر دو۔ تا کہ تجھ کو تیرا شیخ کہربا (مقناطیس) کی طرح کھینچ لے۔ حضرت عطارؒ نے جو یہ باتیں کہیں اور اگر تو نہیں کرتا تو جتنی محنت و مشقت جھیلتا ہے سب برباد ہو جائے گی۔

کاہے شود کوہ عجب برہم زن   تا پیرِ راہ ماچو کہربا گردد

ترجمہ: کہتے ہو تعجب کا پہاڑ گرا دیں گے ایسا ممکن ہی نہیں جب تک پیرِ راہ کو ہر لحاظ سے اپنے

ساتھ روشنی کی طرح ساتھ نہ رکھو۔

گر این نہ کنی کہ گفت عطار   ہر رنج کہ می کنی ہبا گردد

ترجمہ: عطار فرماتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو جو بھی رنج ظاہر کرو وہ ہبا ہو جائے گا۔

مرید نے جب کسی پیر کی صحبت اختیار کر لی تو بغیر اجازت اُسکی صحبت سے الگ نہیں ہو سکتا اور دُوسرے پیر کے یہاں رجوع نہیں کر سکتا اس امر کی سخت نگہداشت رکھنا چاہئیے اور پیروں کی غیرت سے بچنا چاہئیے کیونکہ اگر بغیر اجازت یا بطریق بطلان اپنے پیر کو چھوڑ کر مرید دُوسرے پیر کی طرف رجوع کرے گا تو وہ مرید طریقت نہ ہوگا۔ خیر، مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ روش رہی ہے کہ جب کسی مرید نے اُن کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا تو تین سال کی مدت میں تین کام اس سے لیتے ہیں۔ اگر اس پر اس نے استقامت کی اور اچھی طرح انجام دیا تو مرید کو تقلیداً نہیں بلکہ تحقیقاً خرقہ پہناتے ہیں اور اگر مرید حسب فرمان کاربند نہ ہو تو فرما دیتے ہیں کہ طریقت اسکو قبول نہیں کرتی۔ وہ تین باتیں یہ ہیں۔ ایک سال خلق اللہ کی خدمت کرنا۔ ایک سال اللہ تعالےٰ کی بکثرت بندگی کرنا۔ ایک سال دل کی پاسبانی کرنا۔ اور ضمناً یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھا رہے اور زبان سوال کے لئے کُھلی رہے۔

ان الله يحب المحسنين فى الدعاء (القرآن)

ترجمہ: اللہ رونے گڑگڑانے والوں کی دُعا کو دوست رکھتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک کافر نے جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کے وقت عرض کی، اے علی کرم اللہ وجہہ اپنی تلوار تم مجھے دو۔ آپ کرم اللہ وجہہ بہت ہی شجاع تھے اپنی تلوار دشمن کو دے دی تو کافر نے کہاں کہ آپ کرم اللہ وجہہ سخت نادان ہیں کہ اپنی تلوار دشمن کو دیدی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔" تو بے شک دشمن جان ہے مگر سائل کے لہجے میں تم نے سوال کیا اور حال یہ ہے کہ سائلوں کو محروم رکھنا کریموں کا دستور نہیں۔ تم نے تو صرف اور صرف تلوار مانگی اگر میری جان مانگتے تو جان دے دیتا۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وہاب صاحب کھار فرماتے ہیں۔

سخاوت چھے عجب چیز　　　کأتیاہ وومیدوار چھی (کشمیری)

ترجمہ:۔ سخاوت ایک عجیب چیز ہے کہ بہت سے لوگ اس کے اُمیدوار ہوتے ہیں۔

وامّا السائل فلا تنهرO

ترجمہ: اور دست سوال دراز کرنے والے کو مت جھڑکو۔　　　(سورہ ضحٰی)

۱۸۔ اہلیت شیخ

شیخ کا اہل کون ہے اور مرتبہ مقتدائی کا مستحق کون ہے اس امر کی بنا، بزرگان دین نے اجمالاً پانچ رکنوں پر رکھی ہے اور ان پانچوں رکنوں کو اس آیت کریمہ سے نکالا ہے

فوجد اٗعبداًمّن عبادنا ا تیناہ رحمته من عندنا و علمناہ من لُدنا علما۔(القرآن)

ترجمہ: تو پایا اُن دونوں (حضرت موسیٰؑ اور اس کے ساتھی) نے ایک بندہ (حضرت خضرؑ) میرے بندوں میں سے جسے میں نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی اور اُسے علم لُدنی سکھایا۔

اس لئے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے جب حضرت موسیٰؑ کو بہ شان مریدی متعلمی حضرت خواجہ خضرؑ کی خدمت میں بھیجا تو مقام شیخ ومقتدائی و معلّمی کے اعتبار سے آپ نے پانچ مراتب ظاہر فرمائے۔

پہلا مرتبہ اختصاص عبدیت کا جو من عبادنا سے ظاہر ہے۔

دوسرا مرتبہ اس حقیقت کے قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد تھی جس کا نزول بے واسطہ حضرت خداوند سے ہوتا تھا۔ یہ اتیناہ سے روشن ہے۔

تیسرا مرتبہ اس امر کی خصوصیت کو دکھا رہا ہے کہ مقام عبدیت سے رحمت خاص کی یافت حاصل تھی۔ یہ رحمته من عندنا سے واضح ہے۔

چوتھا مرتبہ: حضرت خداوند نے بے واسطہ علوم سکھائے تھے۔ یہ علمنا ہ سے صاف صاف نکلتا ہے۔

پانچواں مرتبہ: علم لُدنی کی دولت عطا ہوئی تھی جس کا انکشاف من لدّنا علما سے ہو رہا ہے۔

ا) مقام عبدیت اس وقت حاصِل ہوتا ہے۔ جب سالک ماسوی اللہ کی بندگی اور پرستش سے آزاد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مرتبہ ذات کی عبدیت ہونا آسان نہیں۔ اور من عبادنا کی دولت سے مالا مال ہونا

کھیل تماشانہیں۔

۲) اتیناہ رحمۃ کی سعادت اسی وقت ملے گی اور بے واسطہ قبول حقائق کی استعداد اسی وقت حاصل ہوگی جب صفات بشریت باین ہمہ وجود سے نکل جائیں گے۔

۳) رحمۃ من عندنا کے صدر پر اُسی وقت جگہ ملے گی جب تخلقو یا اخلاق اللہ سے آراستہ ہوگا یعنی رحمت وشفقت وغیرہ خلق اللہ پر ایسی پیدا ہو جائے کہ اپنا عیال سمجھنے لگے اور مقام پیری میں اس کی صفاتِ الوہیت کی تجلیاں ضوفشاں ہونے لگے۔

۴) علمناہ کی کرامت سے مکرّم اسی وقت ہوگا جب دل کی تختی سے عقلی، سمعی، حسی علوم دُھل جائیں گے۔

۵) علم لُدنی اسی وقت عطا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ عرفت ربی بربی (میں نے اپنے رب کو اپنے رب سے پہچانا) اسی معنی کو ظاہر کرتا ہے یعنی اپنی ذات میں تجلّی، اپنی صفات میں تجلی صفاتی، اپنے افعال میں تجلی افعالی کا ظہور دیکھکر مجھے عرفان خدا حاصل ہوا۔

۱۹ پیری اور مریدی

کسی کو مرید کرنا بہت آسان ہے مگر اُس کی نگرانی کرنا انتہائی مشکل ہے۔ اس بات کی توضیح کیلئے یہاں پر یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ ایک طرف حضرت جنید بغدادیؒ کے جاہ وجلال تو دوسری جانب اپنے مریدوں کے ساتھ محبت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ ایک لمحے کے لئے بھی اُن کے حالات سے بے خبر نہیں رہتے تھے۔ اُن کا ایک مرید بصرہ میں گوشہ نشینی کی زندگی گذار رہا تھا۔ ایک دن اُس کے دل میں کسی گناہ کا خیال گذرا۔ شیطانی وسوسہ اس قدر شدید تھا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کا مرید کسی طرح اس خیالِ فاسد پر قابو نہیں پا سکتا تھا آخر اسی کشمکش میں پوری رات گذر گئی پھر اسی ذہنی کشمکش میں اُس نے آئینہ اُٹھا کر دیکھا خوف و دہشت سے اُسکی چیخ نکل گئی۔ ''خداوندا لوگ مجھے کیا کہیں گے۔ اپنی بگڑی ہوئی صورت لے کر اُن کے سامنے کیسے جاؤں گا۔ بصرہ کے لوگ مجھے اس حالت میں دیکھیں گے تو یہی کہیں گے کہ میں چھپ چھپ کر گناہ کرتا تھا اور مجھے اُن ہی گناہوں کی سزا دی گئی ہے'' وہ روتا رہا مگر اُس کا چہرہ اصلی حالت پر واپس نہیں آیا۔ بصرہ کے لوگ اُسکی صحبت میں ہر روز بیٹھا کرتے تھے مگر اس مرید نے شرم ورسوائی کے سبب دروازہ بند کرلیا۔ اگر کوئی عقیدت مند دروازہ کھولنے کے لئے کہتا تو وہ جواب دیتا کہ اُسکی طبیعت خراب ہے وہ کسی سے نہیں مل سکتا۔ آخر ایسا ہوا کہ لوگ مختلف انداز میں چہ مگوئیاں اور سرگوشیاں کرتے ہوئے واپس چلے گئے ۔مرید کا پورا دن بے چینی اور اضطراب میں گذرا رات بھر توبہ کرتا اور روتا رہا۔ دوسرے دن آئینے میں پھر اپنا چہرہ دیکھا تو سیاہی کسی قدر کم ہوگئی تھی۔ ایسے ہی کچھ دن گذر گئے وہ لوگوں کو جواب دیتا رہا کہ وہ نہیں مل سکے گا واپس جاؤ۔ مگر کچھ دنوں کے بعد دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی۔ میں بغداد سے تمہارے لئے تمہارے پیرومرشد کا خط لے کر آیا ہوں'' پیرومرشد کا نام سن کر مرید نے دروازہ کھول دیا اور روتے روتے خط پڑھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے اپنے مرید کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا۔ ''میرے عزیز! تم نے مجھے یہ کس کام پر لگا دیا؟ میں کچھ دنوں سے دھوبی کا کام کر رہا ہوں اور مسلسل تمہارے چہرے کی

سیاہی دھو رہا ہوں ۔ یاد رکھو، اہل اللہ کا محاسبہ بہت سخت ہوتا ہے اُن کے دل میں گناہ کا خیال گذرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ وہ گناہ کے مرتکب ہو گئے ہیں ۔"

اس واقعے سے اُن لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو پیری اور مریدی کے کاموں مین مصروف ہیں مگر اس رشتے کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ۔ حقیقی پیر وہ ہے کہ مشرق یا مغرب میں رہتے ہوئے بھی اپنے مریدوں پر نظر رکھے جو ہزاروں میل دور کسی گوشے میں آباد ہوں ۔

ایک موقع پر علامہ اقبالؒ نے حضرت غوث الاعظمؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ عالموں کا سارا کام دو کلمات پر منحصر ہے ۔ ایک ملت کی اصلاح اور دوسرے مخلوق کی خدمت ۔

حضرت امیر خسروؒ نے اپنے پیر و مرشد محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ کی شان میں ایک منقبت تحریر کی تھی جس کی گونج آج بھی برصغیر پاک و ہند اور دنیا کے بیشتر علاقوں کی گلی کوچوں میں سنائی دیتی ہے

''چھاپ تلک سب چھین لی مورے مو سے نینا ملائے کے''

(یعنی تیری ایک نظر کا یہ اثر ہے کہ تو نے بت پرستی کے سارے نشانوں کو مٹا ڈالا) حضرت امیر خسروؒ کا یہ مصرعہ مہندر ہردیو، پر پوری طرح صادق آتا ہے ۔ اس کی ذات میں بہت دنوں سے ایک خوفناک جنگ جاری تھی ۔ کعبے کا تصور مہندر کو اپنی طرف کھینچتا تھا ۔ مگر اس کے پیروں میں بت خانے کی زنجیریں پڑی تھیں ۔ آخر حضرت محبوب الٰہیؒ کی نگاہ کیمیا رنگ لائی اور مہندر ہردیو نے اپنے عقیدے کی تمام بندشوں کو توڑ ڈالا ۔ ایک دن حاضرین مجلس کے سامنے ہردیو محبوب الٰہیؒ سے عرض کرنے لگا ۔

حضور یہ تو فرمائیں کہ مسلمان کس طرح بنتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، جب تو اللہ کو ایک مانے گا اور رسول ﷺ کی رسالت تسلیم کرے گا تو مسلمان ہو جائے گا۔ اگر مسلمان ہونا اتنا ہی آسان ہے تو مجھے اسی وقت مسلمان کر لیجئے ہر دیو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے عرض کیا۔ حضرت نظام الدینؒ اولیاء نے ایمان لانے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ''مسلمان کرنا اور ہے اور مسلمان ہونا اور ہے''۔ مسلمان کرنے کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا جبر، دباؤ، لالچ یا ذاتی غرض بھی شامل ہے۔ اور مسلمان ہونا الگ بات ہے۔ اگر تو اس بات کا یقین کرے کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ تو اس یقین کے ساتھ ہی تو مسلمان ہو جائیگا۔ ہر دیو نے جواب دیا حضور مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ محبوب الٰہیؒ نے فرمایا ''بس تو مسلمان ہے''۔ ہر دیو کے چہرے پر خوشی کی ایک ایسی لہر دوڑ گئی جیسے اسے غیر معمولی دولت حاصل ہوگئی ہو اور عرض کیا ''جب میں مسلمان ہو چکا ہو تو پھر مجھے بیعت بھی کر لیجئے'' حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ہر دیو کی درخواست کو قبولیت کا اعزاز بخشا اور بیعت کے بعد دست مبارک سے کلاہ چہارتر کی اس کے سر پر رکھی۔ ''توفیق الٰہی کے بغیر کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا'' ایک سال کے بعد ہر دیو کے والدین دیوگڑھ سے دہلی آکر نہ صرف مسلمان ہو گئے بلکہ محبوب الٰہیؒ نے انہیں بھی بیعت کا شرف بخش دیا۔

''بے شک مردان خدا کی صحبت میں بہت اثر ہوتا ہے''

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں

اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے (اقبالؒ)

''فوائد الفواد'' تصوف کی مشہور و معروف کتاب ہے جو محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے۔ محبوب الٰہیؒ کا طالبان حق کو مشورہ ہے کہ جس کا پیر و مرشد نہیں اُسکو حضرت شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' کا مطالعہ کرنا چاہئے اس طرح

اُنہیں مرشد کی تعلیمات سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

طالب حق کے لئے مرشد کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک اندھے کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی ہے کہ اُسکے وجود کے بغیر وہ زندگی کے عبور و مرور اور اُخروی معاملات طے نہیں کر سکتا اور مرید بھی پیر کے جسم کا ایک حصّہ ہوتا ہے حضرت بدر الدینؒ حضرت بابا فریدؒ کی غلامی پر اس طرح رضا مند ہو گئے کہ جنگل سے لکڑیاں اپنے سر پر رکھ کر لاتے تھے۔ خواجہ احمدؒ پیرو مرشد کے کپڑے دھویا کرتے اور خود حضرت نظام الدین اولیاءؒ حضرت شیخ فریدؒ اور دوسرے مریدوں کے لئے کھانا پکایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ نے جوش میں آکر بابا فریدؒ کو خط لکھا کہ میرے اور آپ کے درمیان عشق بازی ہے۔ حضرت بابا فریدؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میرے اور آپ کے درمیان عشق ہے بازی نہیں۔ کسی عقیدت مند نے حضرت کو ایک قینچی دی تو آپ نے فرمایا اسکے بجائے سوئی دو کہ میں جوڑتا ہوں توڑتا نہیں۔

جب حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے پیرو مرشد بابا فریدؒ کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو سب کچھ بھول گئے۔

نظر وہ ہے جو اُس کون و مکان کے پار ہو جائے

مگر جب روئے تاباں پر پڑے بے کار ہو جائے

طریقت میں حکم شیخ ہی سب کچھ ہے یہاں عقل و منطق کا گذر نہیں اگر مرشد خفا ہو جائے تو سمجھ لو دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ مرشد اُن ہی لوگوں کو ہدایت سے نوازتا ہے جو راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ تمام لوگ رہنمائی حاصل کریں اور نجات پا جائیں۔ تاریخ انسانیت ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ رہنما کے موجود ہوتے ہوئے بہت سے مسافر کاروانِ حق سے الگ ہو کر راستے کے گرد و غبار میں گم ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم تاریخ تصوف کا سرسری مطالعہ کریں تو ایسے نتائج کی طویل فہرست سامنے آئے گی جنہوں نے مرشد کے بخشے ہوئے خرقہ خلافت کو دنیا کے بازار میں نیلام کر دیا اور ہمیشہ کے لئے

رسوائی کی علامت بن کر رہ گئے حضرت نوح علیہ السلام جیسے برگذیدہ نبی کا فرزند کنعان منکرین کی صف میں شامل تھا اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی مشرکین کی شریک کار بن گئی۔

سلطان علاؤالدین خلجی خوش قسمت ہوتے ہوئے بھی ایک بدنصیب انسان تھا۔ چشمہ آب حیات (محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ) کے قریب رہتے ہوئے بھی وہ آخری سانس تک پیاسا رہا اور اسی تشنگی کے عالم میں مر گیا۔ اسکے برعکس سلطان شمس الدین، حضرت قطب الدینؒ کی خدمت میں رہ کر ولی کامل بن گئے مگر علاؤالدین کی تقدیر میں یہ سعادت نہیں تھی۔ علاؤ الدین خلجی کے دونوں شہزادے محبوب الٰہیؒ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ پیرومرشد کو اپنے باپ سے بھی زیادہ چاہتے تھے۔ یہ خضر خان (فرزند علاؤالدین) کی بے پناہ محبت ہی تھی کہ اُس نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے لئے خانقاہ تعمیر کروائی۔ آج اسی عمارت کے صحن پاک میں حضرت محبوب الٰہیؒ کا مرقد پاک ہے جسے خضر خان نے بصد ذوق وشوق تعمیر کرایا تھا۔

حضرت امیر خسروؒ کو حضرت محبوب الٰہیؒ کی بارگاہ جلال میں کیا مقام حاصل تھا کہ آپ کے پیرومرشد محبوب الٰہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر قیامت میں مجھ سے سوال کیا گیا کہ نظام الدین تو دنیا سے کیا لے کر آیا تو میں عرض کروں گا کہ تُرک کے سینے کا سوز لایا ہوں"۔ حضرت محبوب الٰہیؒ امیر خسروؒ کو کبھی ترک اور کبھی تُرک زادہ کہہ کر پکارتے تھے۔ کبھی ان الفاظ کے ساتھ ہی دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ اس ترک کے سوز دروں کے طفیل مجھے بخش دے۔ ایک بار حضرت محبوب الٰہیؒ نے یہ شعر برسرِ مجلس پڑھا۔

گر برائے تُرک ترکم آرہ بر تارک نہند

تُرک تارک گیرم وہرگز نہ گیرم ترک تُرک

ترجمہ: اگر میری پیشانی پر آرہ رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ اپنے خسرو کو چھوڑ دو تو میں اپنی پیشانی چھوڑ دوں مگر تُرک کو نہیں۔

امیر خسروؒ کہتے تھے بُوئے شیخ می آید یعنی مجھے شیخ کی خوشبو آرہی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ باتیں

کرتے کرتے حضرت نظام الدینؒ کی آنکھ لگ جاتی تھی تو امیر خسروؒ اپنے پیرومرشد کے پیروں پر سر رکھ کے پیرومرشد کے تلوؤں پر اپنی آنکھیں رکھ کر سوتے۔ کشمیری صوفی شاعر شمس فقیرؒ فرماتے ہیں ؎

بوزٔ ریایہ مُحیطُک شور   بے پَے نوتر کھ اُپور

ستہِ ستی ہِن پیر رہبرَ ے   تمہ گژھتھ توہندے گرو (کشمیری)

ترجمہ: اے راہِ سالک کے راہرو سنو! دریائے محیط کا شور لیکن علم کے بغیر اُسکو پار نہیں کر سکتے ہو اسلئے اپنے ہمراہ اپنے راہبر کو لے لو اور یہ بھی دھیان رہے کہ اُسکے آگے اصل موجود ہے۔

پیرومرشد کی طرف نگاہ کرنا اور اسکی خدمت کرنا بھی ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ کا قول ہے کہ جو شخص دل وجان سے اپنے مرشد کی خدمت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا اور جنت میں اسے موتیوں کے ہزار محل عطا کرے گا اور اسے ہزار سال کی عبادت کا ثواب عطا کرے گا اور ہزار حوریں اسکی خدمت پر مامور کی جائیں گی۔ پھر حاضرین کو فرمایا کہ پیر کی باتوں کو پورے دھیان سے سننا چاہئے اور نماز، روزہ اور جو وظائف اور اوراد وہ بتائے اُنکی پابندی کرنا لازمی ہے۔

۲۰۔ صحبت صالح

نیک اعمال کا سب سے بڑا سبب، صحبت صالح ہے اور بداعمالی کا سب سے بڑا سبب بُری صحبت ہے اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کو جو غیر صحابہ پر فضلیت ہے وہ صرف اسی بات پر ہے کہ انہوں نے تھوڑی دیر کے لئے یا زیادہ دیر کے لئے حضور ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے یہاں تک کہ وہ شخص (وحشی قلبی) جس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا، اسلام قبول کیا، توبہ کی اور اسکو دیکھکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے اس سے کہا۔ ایک کام کر سکتے ہو اپنا چہرہ ذرا چھپائے رکھا کرو یعنی تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے چچا کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ تو یہ شخص حضرت وحشی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتا تھا لیکن چھپ چھپا کر پشت کی طرف سے آتا تھا کہ اسکی وجہ سے حضور ﷺ کو اذیت نہ ہو۔ لیکن صحابی تو تھا۔ تمام علماء نے بلا اختلاف یہ لکھا ہے کہ یہ صحابی ہے اور دنیاوی مقام کے اعتبار سے اس شخص کا مقام صحابہ میں ہے۔ حضرت اویس قرنیؒ کا مرتبہ بہت بلند ہے اگرچہ وہ بظاہر صحابی نہیں تھے مگر اُن کے بارے میں آپ ﷺ نے بشارتیں دی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا ہے کہ وہ آئے گا اسکی علامت یہ ہوگی جب وہ آئے گا تو اس سے دُعا کروانا اور استغفار کروانا وہ بہت بڑا انسان ہے اور اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے اسکو ایک بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ حضرت اویس قرنیؒ چونکہ صحابی نہیں ہیں اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت نہیں اُٹھائی ہے پھر بھی بہت بلند ہے۔

۲۱ طالب کے بیان میں

طالب کو کسی جگہ ٹھہراو نہیں ہے اور کسی منزل پہ آرام کا موقعہ نہیں بلکہ دونوں جہاں میں راحت اور سکون اُس پر حرام ہیں۔ السکون حرام علیٰ قلوب اولیائہ (خدا کے دوستوں کے دلوں پر آرام حرام ہے) خود انکو بھی اسکے غیر کے ساتھ آرام کہاں ملتا۔ جس کا محبوب ایسا ہوگا اُسکو دونوں جہاں میں سکون و آرام کیونکر مل سکتا ہے کیونکہ دُنیا کے طالبوں کے دل کو انہیں دو چیزوں سے سکون مل سکتا ہے کہ آرام اُٹھانا یا محبوب سے غافل ہو جانا۔ محبوب کی ہستی مکان کی قید سے بالاتر ہے اور محبّ کا وجود مکان سے تعلق رکھتا ہے۔ عاشقوں کے دِل کا رنج وغم دائمی ہے۔ طلب ہمیشہ باقی رہتی ہے اور طالب پر آرام کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں مشہور کشمیری شاعر فقیر نعمہ صاحبؒ فرماتے ہیں

یُتھ نہ محرم گرِڑھی بیا کھ   آرامس دِیُو طلاق

خواب چُھے بیا کھ عالم   کری بدنام برہم   (کشمیری)

ترجمہ: اے طالب راہ حق! آرام کو ترک کر، تاکہ تمہارے راز سے غیر واقف نہ ہو جائے کیونکہ وہ تمہیں بدنام ورُسوا کردے گا۔ عالم خواب ایک الگ ہی عالم ہے۔

عشق کی حد کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ محبوب کے حُسن کی انتہا نہیں ہے طالب کو کشف و عظمت کی منزل میں چار مقامات سے گذرنا پڑتا ہے۔ پہلا خوف، دوسرا خشیت، تیسرا وجل، چوتھا رہبت، خوف عذاب سے، خشیت، منقطع ہونے سے اور وجل معرفت میں کوتاہی دیکھنے سے اور رہبت وصال نہ ہونے سے، عذاب کا خوف عابدوں کا مقام ہے۔ اسکا پھل دنیا کی نعمتوں سے ہاتھ اُٹھالینا ہے۔ اور خشیت صدیقوں کا مقام ہے۔ اُسکا حاصل سوائے دوست کے اپنے کو سب سے الگ تھلگ رکھنا ہے اور وجل مجنوں کا مقام ہے اسکا مقصد اغیار سے آنکھ پھیر لینا ہے اور عارفوں کا مقام بلند ہے۔ اسکی لذت محبوب کی ذات میں گُھل ملنا ہے

ایک سالک کو تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے:

۱) غافل عالموں سے ۲) خوشامدی فقیروں سے ۳) جاہل صوفیوں سے کیونکہ بروں کی صحبت اختیار کرنے سے بدظنی ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو نیکو کاروں کی خدمت اُسکو نصیب کرتا ہے اور اُنکے اشاروں کو قبول کرنے کی اُسکو توفیق دیتا ہے اور نیکیوں کی راہیں اُس پر آسان کر دیتا ہے۔ جو شخص طریقت کا طالب ہو اسکو لازم ہے کہ عارفوں سے خاموشی کے ساتھ ملے۔ عبادت کے دس حصّے ہیں۔ نو حصّے تو دنیا سے دور رہنا اور ایک حصّہ خاموش رہنا ہے۔ زیادہ باتیں اُسی طرح نیکیوں کو صاف کر دیتی ہیں جس طرح بارش کے بعد زمین صاف ہوتی ہے۔ عقل کی جڑ خاموشی ہے۔ خاموشی کا اثر کلام کے اثر سے قوی ہوتا ہے جب عمل کرو تو یاد رکھو خدا ناظر ہے اور جب بات کرو تو سمجھو خدا سنتا ہے اور جب خاموش رہو تو یقین رکھو کہ خدا جانتا ہے، خاموشی فکر سے خالی نہیں ہے، تنہائی میں سلامتی ہے۔

صفت ارادت پیر کامل

اہل تصوف کے تین درجے ہیں۔

۱) مرید جویاں ۲) متوسط پران ۳) منتہٰی رسیدہ

پس مرید صاحب وقت ہے۔ متوسط صاحب حال اور منتہٰی صاحب یقین

اہل تصوف کے نزدیک سب سے افضل سانس کا شمار ہے

باپ کی خدمت پر پیر کی خدمت مقدم ہے۔ اسلئے کہ باپ نے تم کو میلا رکھا پیر نے تم کو صاف کر دیا۔ باپ تم کو نیچے لایا۔ پیر تم کو اوپر لے گیا۔ باپ نے مٹی اور پانی میں ملایا۔ پیر نے اعلیٰ علیین تک پہنچایا۔ پیر مرید کا حکیم ہوتا ہے۔ جب بیمار حکیم کے حکم پر نہ چلے گا تو شفا نہ ہوگی۔ مرید پر واجب ہے کہ اپنے پیر کی اجازت کے بغیر کبھی کلام نہ کرے اگر اُسکا جسم حاضر ہوتا ہے اجازت لے لے اگر غائب ہو تو

قلب کے ذریعے اجازت طلب کرے۔ جب تم کو کوئی شخص ملے جو اللہ کی طرف بلاتا ہو تو لازم ہے اُسکو دوست رکھو۔ جس نے اپنے مرشد کو اپنی جان پر مقدم رکھا اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے خطیرِ قدس کو کھول دیا۔ تیرا مرشد تجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ کیونکہ وہی تیری حقیقت ہے اور تو ظلمت ہے۔

مرید کی اپنے مرشد سے کامیاب ہونے کی تین علامتیں ہیں۔

۱) اسکو سب سے زیادہ دوست رکھنا

۲) جو کچھ اُس سے سنے اسکو مان لینا

۳) اسکے کُل شیءٍ میں موافقت کے ذریعے اُسکے ساتھ رہنا۔ مرید کے واسطے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ جو حد باندھ دی گئی اُس سے باہر نہ نکلے۔

معرفت میں فنائیت

راہِ سلوک میں پانچ مراتب مرشد کامل کی توجہ اور نظرِ کرم اور طلب کی صداقت کی بنا پر حاصل ہوتے ہیں:۔

۱	فنافی الشیخ	شیخ میں فنا ہو جانا یعنی شیخ کی مکمل اطاعت اور اتباع
۲	فنافی المشائخین	مشائخ میں فنا ہو جانا یعنی اُن کی مکمل اطاعت اور اتباع
۳	فنافی الرّسولؐ	رسولؐ میں فنا ہو جانا یعنی اُن کی مکمل اطاعت اور اتباع
۴	فنافی اللہ	اللہ میں فنا ہو جانا یعنی مکمل اطاعت اور احکامات کی عمل آوری
۵	بقا باللہ	اللہ کے ساتھ باقی رہنا یعنی ظاہری موت کے بعد حیاتِ ابدی

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر شمس فقیر صاحب فرماتے ہیں۔

فنافی الشیخہ نِشہِ گناہ وُسی پیم ثناءدوپمس حمد یے

منع سِپُدم سِر فاش کرنس پیٗرے چھ مالکِ کار (کشمیری)

ترجمہ:۔ طالب کوفنافی الشیخ کا مقام حاصل ہوتا ہے یعنی نورانی مرشد کودیکھتا ہے تو اُس وقت اُسکے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اُسکو ھدایت دی جاتی ہے کہ اس رازکو فاش نہ کرے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر قادر صاحب کیہنہ فرماتے ہیں۔

ژورفناء تجلّی تمہِ گرِ ھتھ چھ مولا   لابرسرالا اللہ لالامے ڈیٖوٹھم مبتلا (کشمیری)

ترجمہ:۔فناءِ تجلّی چار ہیں فنافی الشیخ، فنافی الرسولؐ، فنافی اللہ، اور بقاباللہ جب طالب لاالہ الا اللہ کا ذکرکرتا ہے تو "لا" کے ذریعہ اپنے وجودکوفنا کرتا ہے۔

اس ضمن میں شاعرِمشرق علامہ اقبالؒ فنافی الشیخ سے لیکر فنافی اللہ کے منازل کی عکاسی اپنے اُردو کے شہرہَ آفاق شعر کے ذریعہ کرتے ہیں

میں جوسر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا

تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

مگر یہ شعراُن لوگوں کے لئے نہیں ہے جنہیں فنافی الشیخ حاصل نہیں۔

۲۲۔ اِرادت کے بیان میں

طریقت میں ارادت کا وہی درجہ ہے جو درجہ نیت کا شریعت میں ہے۔ جس طرح شریعت کی عبادت بے نیت کی قدر نہیں رکھتی۔ اسی طرح طریقت میں جو حرکت بغیر ارادت کے ہوگی۔ اُسکا کچھ وزن نہ ہوگا۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر حضرت شمسؒ فقیر فرماتے ہیں۔

یژھنہ بڑ وٹھے گرٹھ یژھنیے　　　شمسؒ فقیر وبڑھنیے

گرٹھ صاحب اور کے رُت یژھنیے　　　رندِ سر ہو سپدی کُنیے　　(کشمیری)

ترجمہ: (اے سالک) کچھ کرنے سے پہلے کرنے کا ارادہ باندھ لو (یعنی اپنے اندر اُس عمل کو کرنے کی نیت کرکے جان لو کہ تم کیا کر رہے ہو اور کس لئے کر رہے ہو)۔ شمشؒ فقیرؒ نے بھی یہی کچھ کیا ہے مگر اس کے باوجود بھی رب ذی الجلال کی عنایت پر تکیہ رکھ۔ تب جا کے تمہیں: "کُن فیکُون" کا راز سمجھ آجائے گا۔

جب تک منزل مقصود پر نہ پہنچے ہرگز دم نہ لیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں جب تک تیرے راستے میں بہشت اور دوزخ کا خیال رہے گا اس بھید کی خبر تجھے نہیں ہو سکتی۔ جب ان دونوں جگہوں سے باہر آئے گا تو رات کی تاریکی سے صبح کا جلوہ نمودار ہوگا۔ ارادت کی تین قسمیں ہیں

ارادت دنیا، ارادت آخرت، ارادت حق

ارادت دنیا: یعنی دن رات: دنیا طلبی میں آدمی مُستغرق رہے یہ ارادت سراپا آفت اور مرضِ مہلک ہے۔ بزرگان دین کا مقولہ ہے کہ جس مرید کا دل ابتداء میں دُنیا کی طرف راغب رہے گا۔ اس سے اصلاح و تقویٰ کا کام نہیں ہو سکتا۔

ارادت آخرت:۔ یعنی آدمی دنیا کو ہیچ سمجھ کر درجات آخرت وسعادت ابدی کا خواہاں ہو اور یہ اس کو اس

قدر مرغوب ومحبوب ہوجائے کہ اس کے لئے مجاہدہ وریاضت اختیار کرے اور اپنی زندگی کو اس کی طلب میں وقف کردے تاکہ قیامت کے دن مراد حاصل ہو۔ یہ ارادت جہاد وعباد کا حق ہے۔ اس کا نام رغبت وزیست ہے۔ قرآن مجید نے خبر دی ہے کہ

منکم من یر ید الدّنیا و منکم من یّرید الاخرۃ (القرآن)

ترجمہ: تم میں سے جو دنیا کی نعمتیں چاہتے ہیں اور تم میں سے جو لوگ عقبیٰ کے طالب ہیں ۔ ارادت آخرت کا کیا کہنا وہ کہیں افضل و بہتر ہے۔

ارادت حق جب دیدۂ بصیرت کُھل جاتی ہے تو نظر دوربین ہوجاتی ہے۔ بیمار کو لازم ہے کہ ایک لائق طبیب کی طرف رجوع کرے تاکہ طبیب اسکا علاج کرے۔ مرید کے لئے پیر مشفق کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر وہ پیر واصل ہو۔ سلوک کی باریکی وتاریکئی منزل سے واقف ہوتا کہ مرید کو وہ سب چیزوں سے آگاہ کرسکے۔ جیسی بیماری ہو ویسی دوا دے سکے اور بہتر علاج کرسکے۔ تصوف کی کتاب دیکھ کر منزل طے نہیں ہوسکتی ۔ یہ خیال ایسا ہے کہ جیسے مردہ شخص سے کوئی آدمی تعلیم وتربیت چاہے اسکا حاصل یہی ہوگا کہ دل اور مردہ ہوجائے گا۔ بے دیکھے راہ چلنا اپنے کو ہلاک کرنا ہے بغیر دیکھے اگر تصوف اور پیر طریقت کی نعمت مرید کی تقدیر میں ہے تو پیر کی صحبت اور خدمت سے مل جائے گی۔

دنیا اور عقبیٰ کی طرف رغبت نہ کرو اور خداوند تعالیٰ کی دوستی کے لئے اپنے نفس کو جملہ علائق سے فارغ رکھو اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔

اگر تو عشق کے جال میں پھنس جائے اور حرص وطمع سے الگ ہوجائے تو خوش ہوجا تیری ذات گناہ کی آلائشوں سے پاک وصاف ہوجائے گی یہاں تک کہ تو اسرارِ خداوندی سمجھنے کے قابل ہوجائے گا۔

۲۳۔ وصول کے بیان میں

حضرت حق سے وصول یعنی ملنا اور پیوستہ ہونا کچھ ایسا ملنا نہیں ہے جیسا کہ جسم کا جسم سے یا ارض کا ارض سے یا جوہر کا جوہر سے یا علم کا علوم سے یا عقل کا معقول سے یا شئ کا شئ سے تعالیٰ اللہ عن ذالك علواً کبیراً ط (اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے)۔ لفظ وصول شرعاً و عرفاً مستعمل ہے۔ خداوند تعالیٰ سے ملنے کے یہ معنی ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا سب سے انقطاع اور دُوری ہو۔ پس اسرار کا حق تعالیٰ سے مشغول ہونا اتصال (ملاپ) ہے جیسے کہ قادر صاحبؒ کہنہ فرماتے ہیں ؎

قادر واصلس وصل گو فصل تمہِ گے کیہنے

رایت ربّی بربّی سردر قرآن آو کیہنے (کشمیری)

قادر صاحب نے اس شعر میں فرمایا ہے کہ اصل کے ساتھ جب وصل ہوا اور میں نے اپنے رب کو رب سے پہچان لیا۔

اس شعر میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب بہت سے علماءِ یہود و نصاریٰ نے مسلمان صحابیوں کے ساتھ ملکر نبی کریمؐ سے عرض کی کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر تجلّی دکھلائی اور بہت سے بنی اسرائیلی، جو گمراہ ہوئے تھے، نے خدا پر یقین کیا اسی طرح آپؐ بھی ایسی ہی تجلّی کا نظارہ کروایئے تو ہم ایمان لائیں گے تو خُدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی "اے محمدؐ! ان سے کہہ دیجئے اگر یہ خدا کا دیدار کرنا چاہتے ہیں تو آپؐ کو دیکھیں۔ "رایت ربّی بربّی .... الی آخر"

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

جمال خدا اگر نہیں تو نے دیکھا محمد کو دیکھا وہی ہو بہ ہو ہے

جس قدر غیر حق سے فراغت ہوگی اتنا ہی تقرب ہوگا اور حق تعالیٰ سے جس قدر فراغت ہوگی اسی قدر

انفعال اور بُعد ہوگا۔ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

فاذکرونی اذکرکم (القرآن)

ترجمہ: پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔

حق کے ساتھ جس قدر مشغولیت رہے گی اتصال اور نزدیکی اتنی ہی ہوگی۔ اس بیان کی تصدیق حضرت حارثؓ کے اس قول سے ہوتی ہے۔

کانّی اَنظر اِلی عرش ربی بارِز

ترجمہ: جیسا کہ میں اپنے رب کا عرش دیکھ رہا ہوں۔

جتنا حضرت حارثؓ کو دنیا سے انفعال تھا، حق تعالےٰ کے ساتھ اتصال تھا۔ پس دنیا کے انفعال سے عقبیٰ کا اتصال ہوا اور دونوں جہاں کے انفعال سے حق تعالےٰ کے اتصال کی دولت ملی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ طواف کعبہ کے دوران جذبات میں سلام کا جواب نہ دے سکے۔ جب آپ سے شکایت کی گئی، تو آپ نے جواب دیا کنانری اللہ فی ذالک المکان۔ یعنی میں خداوند تعالےٰ کے دیدار میں یہاں مشغول تھا۔ چونکہ شخصیت آپ کی مشغول شریعت تھی اور اسرار مشغول حقیقت۔ شغل حقیقت نے آپ سے شریعت، فراموش کرادی۔ نہ گھر (کعبہ) کی خبر رہی نہ اس سلام کرنے والے کی خبر ہوئی۔ شغل حق نے انھیں ایسا محو کردیا تھا کہ اغیار کے سلام کی خبر مطلق نہ ہوئی۔ صاحب خانہ کی تعظیم نے ایسا بے خبر بنادیا تھا کہ گھر (کعبہ) نظر سے ساقط تھا۔ آپ نے کنانری اللہ فی ذالک المکان (میں اللہ تعالےٰ کو دیکھتا ہوں اس مکان میں) فرمایا اور اس بیچارے سلام کرنے والے کو اس مقام کی خبر کہاں۔ شکوہ وعتاب پر آمادہ ہوگیا۔ چونکہ حضرت عمرؓ اس معاملہ سے آگاہ تھے۔ آپ نے کچھ باز پرس نہ کی اور یہی سکوت حضرت عبداللہؓ کے صدق دعوے کیلئے کافی دلیل ہوگئی اور ایسا ہی فقراء کا بھی قول ہے کہ ترک البیان فی صبح الحاحتہ البیسان بیسان (ضرورت بیان کے موقع پر ترک بیان بھی خود ایک بیان ہے)۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ بڑا

خوش نصیب و صاحب دولت ہے جس کا مرجع و منتہیٰ درگاہ حضرت خداوند تعالےٰ ہے۔ جیسا کہ ان اِلٰی ربك المنتھیٰ (تیری منزل کی انتہا رب تک ہے) سے ظاہر ہے اللہ اکبر عہد الست بربکم (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟) کے قبل روحانی سرشت اور انسانی ضمیر مایہ نور خاص کی تراوت سے تیار ہوا۔ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمت ثم رأس علیھم من نورہ (اللہ نے مخلوق کو تاریکیوں میں پیدا کیا، پھر اپنے نور سے اس پر چھڑکاؤ کیا) انسان کو روز ازل وہ شراب پلادی گئی ہے کہ ہرگز اُس کا سرور اور اثر جانے والا نہیں بلکہ اسکی زندگی اور اس کی حیات اسی ذوق و مستی کے ساتھ ہے۔ مگر اس نور کا قصہ ہمیشہ اپنے مرکز و معدن کی طرف ہے۔ اس لئے اس عالم کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اور اس شراب کو چھوڑ نہیں سکتا۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے ؎

عشاق تو از ازل مست آمدہ اند		سرمست زیادہ الست آمدہ اند

مے می نوشند و پند نمے نوشند		کایشان زالست مے پرست آمدہ اند

ترجمہ: تیرے عاشق روز ازل سے جو مست ہیں اور اسی شراب سے بے ہوش ہیں شراب پیا کرتے ہیں اور کسی کی نصیحت نہیں سنتے۔ کیونکہ یہ لوگ روز ازل ہی سے شرابی واقع ہوئے ہیں۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر رحیمؒ صاحب سوپوری فرماتے ہیں ؎

زینئے عاشق چھ دیوانے		بِتہ کرچیو کھ مے خانک مے

سران آیہ کُلہٕ شیٕ ءِ چی		بِتہ کرچیو کھ مے خانک مے		(کشمیری)

ترجمہ:۔ پیدا ہونے سے پہلے ہی عاشقوں نے یہ شراب الست پی تھی اس لئے وہ روزِ ازل سے ہی اس شراب سے مست ہیں۔

والذین جاھدو فینا (جن لوگوں نے ہمارے لئے محنت اٹھائی) کے میدان میں کام لے تاکہ حسب دستور لھدینھم سبلنا (البتہ ہم ان کو اپنا راستہ دکھاتے ہیں)

یھداللہ بنورہٖ من یشاء (اللہ پاک نے نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے)

کسی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اے دل یہ راستہ لڑائی جھگڑے یا زور و زبردستی سے نہیں مِل سکتا۔ جب تک اپنی ہستی کھو نہ بیٹھے گا وصال ناممکن ہے۔ پھر اسکی فضا میں جہاں اُسکے طائر اڑتے ہیں جب تک تو اپنے پَر و بال کے ساتھ ہے وہ تجھے اپنے پر و بال نہ دیں گے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

صوفیان در دمے دو عید کنند　　　عنکبوتان مگس قدیہ کنند

ترجمہ: حضرات صوفیہ ایک ہی سانس میں دو دو عیدیں مناتے ہیں۔ مکڑیاں مکھیاں شکار کرتی ہیں صوفیاء کو ہر دم ایک نیا وجود ملتا ہے۔ پھر جذبہ کے تصرف سے وہ وجود محو ہو جاتا ہے اور اسی محویت سے عالم الوہیت کی ایک دوسرے سے سیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے)

پس ہر دم ایک نیا محو و اثبات حاصل ہوا کرتا ہے اور یہی صوفی کی دوہری عید ہے۔ ایک عید محو سے اور دوسری اثبات سے۔ سالک کو اگر اس مقام میں روح اللہ و کلیم اللہ کہا جائے تو بجا ہے اور یہ خلعت اُس کے جسم پر درست و چست ہوگا۔

کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ادنی چہ بود شرط خرابات نخست　　　تاج و کمر و کلاہ در بازی چست

ترجمہ: تو جانتا ہے کہ شراب خانہ میں داخل ہونے کی پہلی شرط کیا ہے۔ تاج و تخت کو ہارنا اور بادشاہی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ آدمؑ کے ہر ذرہٴ وجود سے عشق کا نعرہ بلند ہوا۔

دل در غم عشق مبتلا خواہم کرد　　　امروز بخونِ دل قضا خواہم کرد

ترجمہ: اپنے دل کو محبت کے غم میں مبتلا کرنا چاہتا ہوں اور آج دلِ کے خون کے سبب اپنی زندگی تمام کرنا چاہتا ہوں۔

۲۴۔ سالک ومجذوب کے بیان میں

راہِ طریقت میں چلنے والوں کی دوقسمیں ہیں۔ایک سالک دوسرا مجذوب۔مجذوب وہ لوگ ہیں کہ کمند جذبہ نے انھیں مرتبہ ولایت تک پہنچادیا ہے۔مگر غلبہ شوق میں اس طرح محو ہوتے ہیں کہ باوجود اسکے کہ وہ ہر مقام سے گذر چکے ہیں اُنکو اسکی خبر نہیں کہ راہ کا حال کیا ہے مقام کی کیفیت کیسی ہے خیر کس شے کا نام ہے شر کس بلا کو کہتے ہیں۔نفع کی صورت کیا ہے ضرر کس بات میں ہے۔کشمیری صوفی شاعر رحمان صاحب کھرؒ نے کیا خوب کہا ہے ۔

پانہ نشہِ یُس بے خبر گو   تس ونان خانۂ خراب

تس کتیو آرام آسِ   ییمی چۆ متھ عشقُن شراب   (کشمیری)

ترجمہ: غلبہ شوق سے سالک اس قدر محو ہوگئے کہ وہ ظاہری دنیا سے مُنقطع ہوگئے، اُس سے بے خبر ہوگئے۔اُن کی حالت خانہ خراب جیسے بندے کی سی ہوگئی کیوں کہ انہیں آرام وقرار کہاں، انہوں نے جو شراب عشقِ نوش کیا ہے۔

شیخ کے لائق وہ ہستی ہے کہ اگر جذبہ شوق کے ساتھ راہ طے کرتی ہے۔مگر نہایت سکون وہ آہستگی سے یعنی ہر مقام کی داد وانصاف دیتے جاتے ہیں اور آگے بڑھتے جاتے ہیں احوال خیر وشر اور صُلح وفساد کل ان پر کھول دیئے جاتے ہیں۔کبھی کبھی راہ چلتے چلتے بے راہ بھی ہوجاتے ہیں تا کہ راہ اور بے راہی سے پوری واقفیت حاصل ہوجائے۔اتنے مرحلوں کے بعد اسکی صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک جماعت کی رہبری سالک کرسکے۔خیر سالک یہ کیونکر سمجھے کہ ہم راہ پر چل رہے ہیں اور منزل طے ہورہی ہے۔عالم ہزاروں ہیں ہر ہر عالم سے سالک کو گذرنا ہے اور اسکی سیر کرنا ہے منجملہ اسکے ایک عالم خاک ہے اس مقام کی سیر میں کیا واقعہ پیش آتا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بستیوں سے، کوچوں سے، جا بجا سے اور تاریک گوشوں

سے نکل رہے ہیں اور ویرانوں، کھنڈروں، پانی کے جل تھل سے اور پہاڑوں کی طرف جارہے ہیں۔ نتیجہ اس سیر سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ سرگردانی اور تیرگی دور ہوتی ہے صفائی اور لطافت پیدا ہوجاتی ہے۔ دوسرا عالم آب ہے اس مقام کی سیر میں سبزہ زار، درخت سرسبز کشت زار، آب رواں، چشمے، دریا وغیرہ نظر آتے ہیں۔ تیسرا عالم باد ہے۔ اس مقام کی سیر میں ہوا پر چلنا، اُڑنا بلندیوں پر جانا، وادیوں میں پرواز کرنا نظر آتا ہے چوتھا عالم آتش ہے اس مقام کی سیر میں چراغ، شعلے، آتش کدے، دکھائی دیتے ہیں۔ پانچواں عالم افلاک ہے۔ اس مقام کی سیر میں سالک دیکھتا ہے کہ ہم ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں اور یہ دیکھتا ہے کہ آسمان کس طرح سے چکر کھا رہا ہے۔ اور فرشتے بھی نظر آتے ہیں۔ چھٹا عالم ملکوت کواکب ہے۔ اس مقام کی سیر میں ستارے، ماہ، خورشید، انوار اور ان کے مشابہ چیزیں نظر آتی ہیں۔ ساتواں عالم حیوان ہے اس مقام کی سیر میں سالک ان مختلف حیوانات کی شکل کو دیکھتا ہے جن میں چار پائے اور درندے کی صفتوں کو سالک نے دور کیا ہے اس مقام میں قابل غور بات ہے کہ اگر سالک ان سباع و بہائم پر اپنے آپ کو غالب دیکھے تو یہ سمجھے کہ واقعی خدا تعالیٰ نے ہمیں ان صفات سے نجات دی اور اگر اپنے کو ان کا مغلوب دیکھے تو یہ سمجھے کہ ابھی وہ صفات ذمیمہ وجود میں باقی ہیں۔ اس طرح جتنے عالم میں تمام کی سالک سیر کرتا ہے اور ان سے گزرتا ہے۔ ہر ہر عالم کی مناسبت سے مشاہدات ہوتے ہیں اور اسکے اسرار کھلتے ہیں۔

۲۵۔ ﴿نفس اور خواہش کے بیان میں﴾

نفس کے معنی روح کے ہیں جس پر انسان کی حیات و ممات کا انحصار ہے چنانچہ سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں ۔

ہر نفسے کہ میرود ممدّ حیات است

وہر نفسی کہ برمی آید مفرح ذات

ترجمہ: جو بھی نفس جاری ہوتا ہے حیات کا دوام ہوتا ہے اور جو بھی نفس سامنے آتا ہے اپنی ذات کا فرح کرنے والا ہے۔

نفس قلبی انسان کی صفت ہے۔ انسان کے قوائے جسمانی میں سے اس قوت شہوانی کا نام نفس ہے جس کو صرف خواہشات لذّت سے سروکار رہتا ہے اور نفس کو جملہ دشمنوں سے زیادہ خطرناک دشمن اس واسطے قرار دیا ہے کہ دشمن کا دستور ہے کہ جب اُس پر کوئی احسان کیا جائے تو عداوت سے باز آتا ہے اور مائل بہ دوستی ہو جاتا ہے۔ لیکن نفس بہر کیف وہ دشمن ہے کہ جس قدر مدارات اس کج نہاد و بدصفات کے کئے جائیں اُس قدر یہ احسان فراموش راہ حق میں سرکشی اور مخالفت زیادہ کرتا ہے۔

جیسے کہ کشمیری ولی اللہ شیخ نورالدین ولیؒ فرماتے ہیں ۔

نفس موٚن ادل نہٕ بدل نفس ہتی سوداہ چھُے

نفس مالہِ رٹھتن حدِ نہٕ نفسن رٹیٖے کأتیاہ تل (کشمیری)

ترجمہ: نفس کے ساتھ شرارت اور زور زبردستی کی راہ اختیار نہ کر، بلکہ ترکیب اور ترتیب کے ساتھ اس سے نبھاہ کر۔ کیا تجھے معلوم نہیں (اے بنی آدم) دُنیائے ناسُوت میں آنے کیلئے اس نفس کے ساتھ ہی روزِ

ازل سودا طے ہو چکا ہے۔ یاد رکھو کہ اس شریر اور طاقت ور وجود کو ختم کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ ترکیب اور ترتیب سے اس کو حد میں رکھنا ورنہ پچھتاؤ گے۔ اس شریر نے بہتوں کو اپنی طاقت سے رُوند ڈالا۔

کشمیری صوفی شاعر رحیم صاحبؒ اس بارے میں فرماتے ہیں۔

نفسانیت چُھے فاقتہ رنگ رنگا رنگ پانہ چھے بے رنگ (کشمیری)

ترجمہ: نفسانیت کا رنگ پھیکا ہے۔ عالم میں جتنے بھی رنگ ہیں اُسی کے رنگ ہیں اور وہ خود بے رنگ ہے

نفس کی تین قسمیں ہیں

۱) نفس امارہ ۲) نفس لوّامہ ۳) نفس مطمئنہ

سالک جب تک اس دشمن (نفس) کو کمزور نہ کرے گا گوہرِ حق ہاتھ نہ آئے گا۔ گو اسکے اعمال اس قدر کثرت سے ہوں کہ آسمان اور زمین اُن سے بھر جائے اور جب تک تم خلق کو دیکھتے رہو گے اپنے نفس کو نہ دیکھو گے اور جب تک تم اپنے نفس کو دیکھتے رہو گے تو اپنے رب کو نہ دیکھو گے اور خلق تمہارے اور تمہارے نفس کے درمیان میں پردہ ہے۔ اور تمہارا نفس تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان میں حجاب ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے نفسانی خواہش کو اپنے دل میں نہ آنے دے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ جو اپنے نفس سے بے خبر ہے وہ غیر سے زیادہ بے خبر ہے۔ جب تمہارے وجود میں نفسانی خواہش نہ پائی جائے گی تو تم یقیناً موحّد ہو جاؤ گے۔ خواہش سے منہ پھیر لینا سرداری کی باتیں ہیں۔ خواہش کا ترک کرنا پیغمبر کی طاقت ہے۔ جب تیری طاقت کا گھوڑا تیرا فرماں بردار ہو جائے تو اخلاص کا سکہ تیرے نام ہو جائیگا۔ خواہش کی دو قسمیں ہیں۔ ایک لذت وشہوت کی خواہش دوسرا مرتبہ عہدہ و ریاضت کی خواہش۔ جس کی لذت وشہوت کی خواہش ہو وہ میخانے میں مقیم ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اُسکے فتنہ وشر سے محفوظ رہتے ہیں مگر جسکو ریاضت و منصب کی خواہش ہوتی ہے وہ عبادت گاہوں،

خانقاہوں کے دائروں میں رہتا ہے اور مخلوق کے لئے فتنہ ہوتا ہے اور خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور مخلوق کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ تو جسکے تمام افعال خواہش کے مطابق ہوں اور نفس کی رضامندی ہی اُسکا مقصد ہو وہ اگر آسمان پر بھی پہنچ جائے وہ خُدا سے دور رہے گا۔ اوّل نفسِ امارہ جس کا ہمیشہ صفات ذمیمہ وحرکات قبیحہ کی جانبِ میلان رہتا ہے۔ دوم نفسِ لوّامہ ہے جس میں ریاضت ومجاہدات سے اس قدر صلاحیت آجاتی ہے کہ اپنے افعال رذیلہ سے متنبہ ہوکر تلافی ومعافی کی طرف رجوع کرے۔ سویم انبیاءؑ اور اولیائے عظام کا نفس جو کثافت سے دور اور لطافت سے معمور اور کلیتہً مصفّٰی ومجلّٰی ہوتا ہے اسکو نفسِ مطمئنہ کہتے ہیں۔

جس شخص کے دین کی راہ میں کوئی استاد نہیں اسکا پیشوا شیطان ہوتا ہے۔ علم لوگوں کی گفتگو سے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ نفس سالکوں کو اذکار اور اطاعتوں سے روکتا ہے اور عارفوں کو مشاہدات اور ترقی درجات سے۔

عابد اپنے نفس کے افعال سے دشمنی رکھتے ہیں اور عارف خود اپنے نفس ہی سے تقویٰ کی جڑ نفس کا حساب جانتا ہے۔ اطاعت کی جڑ پرہیز گاری وتقویٰ ہے۔

خواہش نفس کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے واصلان حق کے لئے یہ حجاب ہے اور مریدوں کے لئے راستہ روک دینے والی ہے اور طالبان راہ کے لئے یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ جس نے خواہشات کی پیروی کی ہلاک ہوگیا اور جس نے اُسکی مخالفت کی مراد پالی۔ خواہش کا ترک کرنا پیغمبری کی باتیں ہیں۔ چنانچہ مثنوی مولانا رومؒ میں ہے کہ

"نفس کی مرادوں پر قائم رہنا کفر کی بنیاد ہے۔"

اگر تو خدا کا بندہ ہے تو بدتر ساز نہ بن اور اگر تو اس راستے کا مرد ہے تو آذر کی صفت اختیار نہ کر۔ شیطان حقیقتاً نفس وخواہش کا غلام ہے۔ نفس امارہ دل کا دشمن اور دین کا مخالف ہے۔ جس پر نفسانی خواہش غالب آگئی اسکی عقل پوشیدہ اور مستقر رہے گی۔ جس نے اپنے نفس سے پائے نفس کا سایہ اٹھالیا لوگ اسکے

سائے میں رہیں گے۔ نفس ایک صفت ہے جسکو باطل کے سوا آرام نہیں۔ جب تمہارے وجود میں نفسانی خواہش نہ پائی جائے گی تو تم یقینی موحد ہو جاؤ گے۔ سالک جب تک اس دشمن کو کمزور نہ کرے گا اُس وقت تک اسکا ایک قدم بھی درست نہ پڑے گا۔ خلق تمہارے اور تمہارے نفس کے درمیان میں پردہ ہے اور تمہارا نفس تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان میں پردہ ہے۔

جب انسان اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے تو اس میں نفس کا مرض ہی دوا بن جاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں مرد مومن کی نشانی اس طرح بیان کی ہے کہ ہم اُس کے کان بن جاتے ہیں، اُسکی آنکھ بن جاتے ہیں اور اُسکی زبان بن جاتے ہیں ۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب وکار آفرین، کارکُشا، کارساز (علامہ اقبالؒ)

سامانِ دنیا سے محرومی کی وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اُس کے خاص بندے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ حق تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ جو چیزیں عام بندوں کے پاس ہوں وہی چیزیں اُس کے خاص بندے بھی رکھتے ہوں۔

دل کی گہرائیوں سے حق تعالیٰ کو پکارنا چاہیے ذکر کرتے وقت اسم الٰہی سانسوں میں جاری ہونا چاہیئے۔ نعرہ زنی نہیں کرنی چاہیے۔ جو قرآن حکیم کا پیرو نہ ہو اور حضور اکرم ﷺ کا مقلد نہ ہو اُسکی تقلید ہرگز نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے جو حضور اکرم ﷺ کے راستے پر چلے گا ہرگز گمراہ نہیں ہوگا ۔

خلاف پیمبرؐ کسے رہ گزید

کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

(یعنی جس نے بھی پیغمبر اسلامؐ کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ منزل تک نہیں پہنچ سکا)

شیطان کے وسوسے کا ایک ہی علاج ہے کہ لاحول پڑھنے سے یہ مرض دور ہو جاتا ہے۔ پہلے انسان کو حصول عزت و جاہ اور نام ونمود کی آگ کو سرد کرنا چاہیے۔ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے نیک اعمال کو دنیا والوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اسی کو نفس کُشی کہتے ہیں اور یہ نفس کشی رنگ لاتی ہے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ انسان کے ساتھ دو چیزیں ہیں۔ ایک نفس دوسرا قلب۔ جب کوئی نفس سے پیش آئے تو اُسکے ساتھ قلب سے پیش آنا چاہیئے یعنی نفس میں دشمنی، شور اور فتنہ ہے۔ اور قلب میں سکون، رضا اور نرمی ہے۔ پس جب کوئی نفس (دشمنی) سے پیش آئے تو قلب (نرمی) سے پیش آنا چاہیئے اس طرح نفس مغلوب ہو جائے گا لیکن اگر کوئی نفس سے پیش آئے اور دوسرا بھی اُس کا مقابلہ نفس سے کرے تو پھر دشمنی اور فتنے کی کوئی حد باقی نہیں رہتی۔

۲۶۔ ﴿تزکیہ نفس﴾

تزکیہ زکوۃ سے بنا ہے یعنی نفس کی زکوۃ جس کے معنی ہیں میل کچیل دور کرنا اور صاف وشفاف کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں باطنی صفائی اور پاکیزگی کو تزکیہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قد افلح من زکّھا۔ و قد خاب من دسّٰھا

یقیناً کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور یقیناً ناکام ہوا جس نے اسے میل کچیل میں ڈوبا دیا۔ (پ ۳۰ الشّمس ۹، ۱۰)

صفائی قلب کے بغیر ایمان کا صحیح مزہ نہیں، عبادت کی ادائیگی اور احکام شرع کی پابندی کا پورا اثر نصیب نہیں ہوتا۔ نماز کو لیجئے کہ اس کی پابندی کرنے والا بےہودگیوں اور برائیوں سے رک جاتا ہے۔ اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ قرآن کریم میں بہت سی جگہوں پر ارشاد ہے۔ تزکیہ ہی عبادت میں اثر پیدا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

باطن کی پاکیزگی ہی ذریعہ فلاح ہے اور جن لوگوں کا باطن گندا ہے وہ ناکام ونامراد ہیں۔ اگر تم احکام شرع کی ظاہری پابندی کے ساتھ تزکیہ بھی حاصل کرلو تو یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہوگا۔ باطن کی صفائی اور پاکیزگی کیلئے ایک مومن کو جن خوبیوں کی ضرورت ہے اُن میں سب سے اہم محبت (عشق) ہے حضرت نبی کریم ﷺ کی جس کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہوتا۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر شمس فقیر صاحب فرماتے ہیں۔

عاشق گوسہ یُس پاک زچھہ بدنس　　لاشک حوٗرینس خدمتس　　(کشمیری)

ترجمہ:۔ طالب کو فنافی الشیخ کا مقام حاصل ہوتا ہے یعنی نورانی مرشد کو دیکھتا ہے تو اُس وقت اُسکے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اُسکو ھدایت دی جاتی ہے کہ اس راز کو فاش نہ کرے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں

ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں، باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر یہی خوبی سب سے زیادہ تھی۔ ان کی اسی خوبی نے ان کے باطن کو پاک وصاف کردیا اور بلندی کی اُس انتہا کو پہنچادیا کہ ان کے رب نے اعلان فرمایا

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا ان سے اور وہ راضی ہوگئے اس سے۔ (پ ۲۸، المجادلہ ۲۲)

یقیناً جو چاہتا ہے کہ اپنے باطن کو صاف کرے، وہ اپنے دل میں رسولؐ کی محبت پیدا کرے اور جس نے جو مقام بھی حاصل کیا وہ محبت رسولؐ یعنی عشق رسولؐ کے ذریعہ سے کیا۔ صوفیاء ومشائخ پر ولایت کا جو دروازہ بھی کھل گیا ہے وہ رسولؐ ہی کے ذریعہ سے۔ تزکیہ کی ابتداء اور انتہاء بھی رسولؐ کے ذریعہ سے ہی ہے۔

باطن کی اصلاح کیلئے دل سے دنیا کی محبت نکال دینا بھی ضروری ہے۔ جب دنیا ہی ایک ایسا میل ہے ایسی گندگی ہے جو مسلمان مومن کا حال منافقوں جیسا کردیتی ہے کہ وہ دعویٰ تو کرتا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کا لیکن وقت آنے پر وہ اپنے بیوی بچوں، کاروبار ودولت وغیرہ کو قربان کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ اللہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے لیکن اس کا دل اپنی ہی دنیا میں لگا رہتا ہے۔

اس بات کو منظوم طریقے سے راقم نے خود یوں پیش کیا ہے

سنیو یس عشقِ رسولؐ سُہ یِیتہ کہیو تِتہ مقبول (کشمیری)

ترجمہ: یعنی جس کے دل میں رسولؐ کی محبت نے گھر کرلیا وہ دونوں جہانوں میں مقبول وسرفراز ہے۔

قرآنِ پاک میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

و ما تنفقوا من شیءٍ فانّ اللہ بہٖ علیم ○ (پ ۴، آل عمران ۹۲)

تم ہرگز نہ پاسکو گے کامل نیکی جب تک اپنی محبوب چیزوں کو خرچ نہ کرو۔

مومن کا اپنی دولت اور قیمتی وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا نیکی ہے اور یہی دنیا کی محبت سے آزاد ہونے کی علامت ہے اسی سے باطن کی اصلاح ہوتی ہے اور تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔

حضور غوث پاکؒ نے فرمایا جب کبھی میرا بچہ میرے سامنے لایا جاتا ہے تو میں سوچتا ہوں یہ تو ایک دن فنا ہونے والا ہے۔ میں اس سے کیا محبت کروں یہ بیکار ہے۔ میں تو صرف اسی سے محبت کرتا ہوں جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ میں اس بچہ کی کفالت صرف اس لئے کروں گا کہ یہ میرے پاس اللہ کی امانت ہے۔ (الجواہر)

تزکیہ کیلئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکّل بھی ضروری ہے جو رب العزت سے ڈرتا رہتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے رزق وہاں سے دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

غرض یہ کہ تزکیہ دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی کا ذریعہ ہے۔ امت مسلمہ پر خُدا کا یہ فضل ہے کہ اس نے اپنے پیارے محبوبؐ کی تعلیم و تزکیہ کے وارثین کا سلسلہ قیامت تک کیلئے جاری رکھا ہے۔ تزکیہ کسی مرشد کا ہاتھ پکڑے بغیر حاصل کر لینا آسان نہیں۔ اُس کو انسان کے کھلے دشمن (یعنی شیطان) سے حفاظت کیلئے کسی کی پناہ میں آنا ضروری ہے۔

جس کا کوئی مرشد نہ ہو شیطان اس کا مرشد بن جاتا ہے۔ (روح البیان ، ج ۱۵ ص ۲۶۴)

اس بارے میں حضرت شیخ اسماعیل حصیؒ فرماتے ہیں۔ باطن کی اصلاح کیلئے مرشد کا ہونا بہت ضروری ہے وہ اُس کو یعنی مرید کو حسد، کینہ، اور بغض سے پاک کر لیتا ہے۔ جس مرید کا باطن ان بیماریوں میں مبتلا ہو اس کو شریعت کی پابندی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ بالکل اسی طرح جیسے اس مریض کو ایک ڈاکٹر کی دوائیں فائدہ نہیں پہنچاتیں جو بد پرہیز ہو۔ جب کسی کا دل ان بیماریوں (حسد، کینہ اور بغض) میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ ظاہری قوت اور مادی وسائل کے باوجود بھی کمزور رہتا ہے۔ ہر طرف سے اُس پر مصیبتیں ہی آتی رہتی ہیں اُسے نہ سکون کی راحتیں میسر آتی ہیں نہ ہی اطمینان کے دن۔ وہ بے چین ہی رہتا ہے۔ اُن کی نیکیاں حسد وغیرہ کھا جاتی ہیں۔

کشمیری صوفی شاعر وازہ محمودؔ صاحب فرماتے ہیں ۔

پیر سندس دامنس تھپ چیرِ کر　　گیر مو گژھ در گمانے چندروز　　(کشمیری)

ترجمہ: پیرو مرشد کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ، اس چندروزہ زندگی میں اُلجھ کر نہ رہ جا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔ غرضیکہ تزکیہ دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی کا واحد ذریعہ ہے۔ جس کے حصول کیلئے نبی کریم ﷺ کی محبت آراستہ کرنا، دُنیا کی محبت سے دل کو پاک کرنا، تکبر و غرور، حسد اور کینہ سے دور محفوظ رہنا اور جب تک وہ کسی اللہ والے کے دربار میں حاضر نہ ہو اور اس کا غلام بن کر اُس کی نظر عنایت کا بھکاری نہ بنے۔ قرآن کریم بھی اسی راستہ کی طرف رہنمائی و رہبری کرتا ہے۔

یا یھا الذّین امنو التّقوا اللّٰہ وقو موامع الصّادقین ٥

ترجمہ: اے ایمان والو، اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سچے لوگوں کے ساتھ ہونا صرف ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہیں بلکہ کسی سچے کے ہاتھ پر بیعت کر کے غلام بن جانا ہے تاکہ اُس کی نظرِ کرم میں وہ تربیت حاصل کرے تو یہ صادقین، صالحین اور اولیاء کرام اسی طرح نبیؐ کے وارث و نائب ہوتے ہیں۔ یہ احکام شریعت کے مبلّغ ہوتے ہیں اور اولیاء و مشائخ آپ کے علوم باطن یعنی احکام طریقت حاصل کرتے ہوئے امت مسلمہ کے باطن کی اصلاح کرتے ہیں اور تزکیہ کرتے ہیں۔ ہر دور کے مسلمانوں میں مرشد کی تلاش اور اس کے دامن سے وابستہ ہونے کا طریقہ رہا ہے۔ غرضیکہ تزکیہ کسی مرشد کا ہاتھ پکڑے بغیر حاصل کر لینا آسان نہیں ہے۔

مثنوی شریف میں حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ۔

پیر را بگزین کہ بے پیر این سفر　　ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

چو گرفتی پیر ہن تسلیم شو　　ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

ترجمہ: پیر تلاش کرو کہ بغیر اُس کے یہ سفر خوف و خطر اور آفات سے بھرا ہوا ہے اور جب تم کسی کے دامن

سے وابستہ ہو جاؤ تو اس کے ایسے مطیع بن جاؤ جیسے حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے حکم پر چلتے رہے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر احمد صاحب بٹھواری فرماتے ہیں

بے پیر انسان پیر و بنہ ناوے	بے پیر انسان تاون زد
بے پیر انسان تلنہ آوتاوے	پانہ چھے اعمی کس ہاوِ وتھ (کشمیری)

ترجمہ: بغیر رہبر کے انسان ایسی ناؤ میں سوار ہے جسکا کوئی مانجھی نہیں ہے۔ بغیر مرشد کے انسان بے شک سخت خسارے میں ہے بے پیر انسان سچ میں ہلاک ہوا وہ خود نابینا ہے تو دوسروں کو راستہ کیا دکھائے گا۔

بہر حال جس طرح استاد کے بغیر ظاہری علم حاصل نہیں کیا جا سکتا اسی طرح مرشد کامل کے بغیر تزکیہ نفس کا کمال نصیب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی شیطان سے اس کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔ پس اے بندگانِ خدا اگر چاہتے ہو کہ تمہارے مصائب و آلام دور ہوں، عزت و عظمت نصیب ہو چین کی زندگی بسر ہو اور آخرت کی منزلیں آسان ہوں تو تلاش کرو اللہ کے کسی بندے (کامل) نیک کو اس کا ہاتھ پکڑ لو اور تمہاری باطنی بیماریوں کو دور کرنے کیلئے جو وہ علاج بتائے اس پر عمل کرو یقین جانو اگر تم نے ایسا پورا کر لیا تو تمہارے باطن کی اصلاح ہو گئی نفس کا تزکیہ ہو گیا۔

۲۷۔ اذکار

ذکر واذکار ایک ایسی کیمیا ہے جو زنگ آلودہ وجود کو ایک نئی جلا بخشتی ہے اور یہ بھی تزکیہ نفس کا ایک عمدہ ذریعہ ہے چونکہ ارشادِ باری ہے کہ " کیا اہل ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی ذکر سے جھک جائیں " (القرآن) سکونِ قلب انسان کو اللہ کے ذکر سے ہی ملتا ہے کتابوں کے انبار سے نہیں۔

اے آتش فراقت دل ہا کباب کردہ　　　سیلاب اشتیاقت جان ہا خراب کردہ

ترجمہ: یعنی تیرے فراق کی آگ نے دلوں کو کباب کر ڈالا اور تیرے شوق کے سیلاب نے جانوں کو برباد کر دیا۔

کشمیری صوفی شاعر نعمہ صاحبؒ فرماتے ہیں

بطچہ ہندی ٹھوُل گام کو کرِ کڈنم پرایے　　　سَرس وُسِتھ کھیُول گوم کوہ کر پھیر تھ آیے

ترجمہ: بطخ کے انڈوں کو مرغی ہی اپنے پروں کے نیچے سیکتی ہے جس سے کچھ دنوں کے بعد انڈوں میں سے بطخ کے چوزے برآمد ہوتے ہیں۔ چوزے کچھ بڑے ہونے کے بعد مرغی سے جدا ہو کر تالاب میں خود بخود جاتے ہیں وہاں پھر مرغی بے چاری تن تنہا رہ کر مایوس واپس آتی ہے۔

نعمہ صاحب نے فلسفیانہ مثال کے ذریعہ ذکر، فکر اور عقل کی عکّاسی کی ہے جو سالک کو درپیش آتے ہیں۔

کنتُ کنزاً مخفیاً کے تحت جب خداوند تعالےٰ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اُس نے اپنے ہی نور سے نور محمدی ﷺ خلق کیا اور وہ نورانی سراپائے محمد ﷺ پر عاشق ہو گیا اب اسی نور محمدی ﷺ سے اُسے اپنا خلیفہ بنانے کا خیال پیدا ہوا کیونکہ اُسے کائنات بسانا تھی۔ اُس نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کا خیال بنا رہا ہوں اسلئے اسکے لئے کھنکتی ہوئی مٹی لائی جائے چونکہ مقرب فرشتے مطلوبہ مٹی لانے میں کامیاب نہیں ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے انسانوں کی روح قبض کرنے اور سانسوں کو ختم کرنے کی ذمہ

داری عزرائیل (ملک الموت) کو سونپ دی جو مطلوبہ مٹی لانے میں کامیاب ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے اس کھنکتی ہوئی مٹی کو آگ ، پانی ، ہوا کی آمیزش سے آدم کا پتلا تیار کیا اور حکم ربی سے کُن فیکُون کہہ کر دم یا رُوح یا نوُر محمدی ﷺ آدم کے پتلے میں داخل کر دیا تو اس مٹی کے پتلے میں رُوح آتے ہی سارے ملائک سجدے میں گر گئے سوائے ابلیس کے کیونکہ اُسے اِس بات کا تکبّر تھا کہ آگ سے خلقت ہونے کے باوجود وہ نورانی فرشتوں کا معلّم تھا تو اس طرح آدم وجود اور رُوح کا مجموعہ ہے۔اولیاء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تحت اس راز کا انکشاف کیا کہ آدم کے وجود ہی میں ساری کائنات موجود ہے اور ہر وجود نورانی تجلیوں سے آراستہ ہے لہٰذا انہوں نے لطائف انوار کے مظہر کے لئے طالبوں کو مختلف اذکار کی تعلیم دی ہے وہ چھ لطائف حسب ذیل ہیں :-

۱) ذکر نفسی (مقام نفس)	۲) ذکر قلبی (مقام دل)
۳) ذکر روحی (مقام روح)	۴) ذکر سری (مقام پوشیدہ)
۵) ذکر خفی (مقام غیب)	۶) ذکر اخفاء (مقام غیب الغیب)

مُرشد انوار الٰہی کے مشاہدے کے لئے طالب کو ترتیب وار اذکار کی تعلیم دیتے ہیں۔بفضل الٰہی طالب پر مختلف وجودی حصّوں کے اذکار سے تجلیوں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

شہنشاہ اذکار

طالب کو چکی پسانے سے بچانے اور تنگی وقت سے نجات دلانے ،جلد سے جلد انوار الٰہی کا دیدار کرانے کے لئے ،صوتِ سرمدی (غیبی آواز) سنوانے اور اس حد تک پہنچانے کے لئے سخاوت اور فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامل مرشد دستِ بیعت کے موقعے پر ہی زِیر و بم عطا کر دیتے ہیں یہی شہنشاہ اذکار ہے۔

سلطان الاذکار

سلطان الاذکار تمام اذکار کا بادشاہ ہے ان اذکار کے ذریعے طالب میں انوارِ الٰہی دیکھنے اور صوتِ سرمدی یا غیبی آواز سننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ سلطان الاذکار کے علاوہ مرشد حسب صلاحیت طالبوں کی ترقی کے لئے ذکر اسدی، ذکر نصیر، ذکر محمود وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ مُرشد طالبوں کی قابلیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اللہ ھُو، اللہ ھُو، لا اِلٰہ الا اللہ، پاس انفاس وغیرہ کی ضرب کے ذریعے اذکار کرا کر انوار الٰہی کا مشاہدہ کراتے ہیں۔ طالبوں کے قلب کی صفائی اور رُوح کی بالیدگی کے لئے اذکار لازمی ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے دیکھنے اور سننے کی غرض سے غار حرا میں کئی کئی روز تک روحانی اور باطنی عبادت میں مصروف رہتے تھے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ طالبوں کو دیکھنے اور سننے کے لئے اذکار و اشغال، مراقبہ، محویت وغیرہ کی کتنی ضرورت ہے۔

۲۸۔ ﴿انوار کے بیان میں﴾

آئینہ دل جب صاف ہو جاتا ہے اور ظلی زنگار مٹ جاتا ہے اور صفات بشریت کی سیاہیاں دور ہو جاتی ہیں تو یہی دل طورِ انوار غیبی کے لائق ہو جاتا ہے۔

ابتدائی حال میں وہ نور اکثر برق یا تیز روشنی یا صاف روشنی کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ اس آئینہ دل میں جتنا اچھا صیقل ہو گا اُتنی ہی روشنی صاف نظر آئے گی۔

یہ انوار اپنا رنگ و روغن زیادہ دکھائینگے ابتدأ یہ نور علوی چھوٹے بڑے ستاروں جیسے ہوتے ہیں پھر چاند کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور پھر آفتاب کی مثل نظر آتے ہیں۔ جو نور برق یا تیز روشنی یا صاف روشنی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اکثر و بیشتر وضو اور نماز کی برکت سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے ایک مرید صاحب وضو کر کے حجرے میں داخل ہوئے ناگاہ ایک نور دیکھا دیکھنا تھا کہ چیخ اٹھے دھوکہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ خدا تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا یہ نعرہ اسی مستی میں تھا۔ حضرت شیخ قدس سرہ اس حال سے واقف ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ناتجربہ کار تو کہاں اور کہاں تیری بساط اور وہ درگاہ، چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ دیکھو، اس وقت اُس مرید کے سر پر اگر پیر کا سایہ نہ ہوتا تو بے چارہ ہلاک ہو چکا تھا۔

کشمیری صوفی شاعر عبدالوہاب کھارؒ فرماتے ہیں ؎

چھوٖ بر لوٗگ منصورس فاش کرنہٕ لوٗگ سِرٕس

موٗت گو بمس زیرٕس کھوٗت اِدٕ پانے بردار (کشمیری)

ترجمہ: جب منصور مست ہو گیا تو مستی کے عالم میں اسرار خداوندی ظاہر کرنے لگا وہ زیر و بم کا دیوانہ ہو گیا یہاں تک کہ خود دار پر چڑھ گیا۔

جو نور شمع یا چراغ یا مشعل کے مانند دکھائی دے وہ نور شیخ کی ولایت و فیضان کا ہوتا ہے یا فیضان بارگاہ نبوت

ﷺ کی بدولت ہے۔ جب آئینہ دل میں کمال درجہ کی صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو روح کا نور خورشید کی مثال دکھائی دیتا ہے۔ جتنی صفائی زیادہ ہوگی اُسی قدر آفتاب زیادہ درخشاں ہوگا اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر قادر صاحب کیہنہؒ فرماتے ہیں ؎

شایہ پننے مایہ ستی نور گنز راوکھ ژ۔کتی سیاہ وزردیہ زرِ زرِ میٔے ڈیوٹھم مُبتلا

نورِ سُرخ سبز بوز نور بیروزٕ وُچھنہِ روز نُورِ سفید پورِ راہ حورِ عآن ڈیوٹھم مُبتلا (کشمیری)

ترجمہ: (اے سالک) تم اپنے عشق کی مستی سے طرح طرح کے انوار اپنے اندر ہی دیکھ لوگے۔ سیاہ نور کی جھلک سے تمہارے وجود کا ذرہ ذرہ کیفیت "وجد" میں مبتلا ہو جائیگا لیکن اس کے لئے پہلے نورِ سُرخ، نور سبز، اور نور فیروزہ کی صورت پیدا کر۔ ان سے تمہیں نور سفید (کیفیت عالم لاہوت) کا جلوہ نظر آئے گا جو تمام منزلوں میں تمہارا مددگار ثابت ہوگا۔

کشمیری صوفی شاعر نعمہ صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

روٗدس، شینس، ڈوٗھس کٔنی ذات اَمہ کھوتہٕ اُسرار لَبے نو یارٕ کینہ (کشمیری)

ترجمہ: بارش کی آواز ٹپ ٹپ ہوتی ہے، اولے کی آواز ڈھب ڈھب ہوتی ہے جبکہ برف بے آواز اور خاموش ہوتی ہے تینوں کی ذات اگرچہ ایک ہے (یعنی انوار) لیکن شکل اور خاصیت جداگانہ ہے۔ اسی طرح صوتِ سرمدی (زیرو بم) کے تین مرحلے ہیں یعنی اِحد احمد اور صمد۔

۲۹۔ تجلّی

تجلی کا تعلق ظہورِ ذات وصفاتِ خداوندی سے ہے۔ روح کی بھی تجلّی ہوتی ہے اور یہ ایسی نازک بات ہے کہ اکثر سالک کو غرور و پندار ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تجلّی روح کو حق کی تجلّی سمجھتا ہے۔ ایسے موقع پر اگر شیخ کامل اور صاحب تصرّف کا سایہ سر پر نہ ہو تو اس منجدھار سے عبور دشوار ہے۔ پس ہر طالب صادق کو لازم ہے کہ کسی شیخ صاحب تصرّف کا وسیلہ اور اس کا دامن پکڑے تاکہ اسکی وسعت گرفتگی کی بدولت منزل مقصود تک پہنچے۔ چنانچہ قرآن نے بھی خبر دی ہے کہ

واتوا البیوت من ابوابھا

ترجمہ: گھروں میں دروازوں سے داخل ہو۔

اور کسی نے اس معنی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

از راہ بیفتی وسوے چاہ روی　　بے واسطہ واسطہ گر راہ روی

در یک دوز ماں بمقام شاہ روی　　گر پیروی اش کنی زیمن قدش

ترجمہ: اگر کسی رہبر کے بغیر چلو گے راستے سے بھٹک کر کنویں میں گر پڑو گے۔ اگر کسی کی پیروی کرو گے تو اُسکے قدموں کی برکت سے بہت جلد شہنشاہ کی منزل تک پہنچ جاؤ گے۔

جو تمہارے ساتھ دشمنی کرے اُس سے دوستی کا برتاؤ کرو اور کسی کو تکلیف نہ دو۔ عشق الٰہی اور سوز و گداز مرشد کے ساتھ محبت، احترام کی غیر معمولی اہمیت، انسان دوستی، خدمت خلق، دل نوازی و دِل داری، غیر مسلم کے ساتھ رواداری اور شفقت اور خلوص حکومت، دولت اور اقتدار سے دوری اور بے تعلق ہی مذہب تصوف کی رُوح ہے۔

عبادت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جس کا فائدہ صرف عبادت کرنے والے کو ہوتا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، اذکار، مراقبہ وغیرہ اور دوسری عبادت وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے۔ جیسے دوسروں کے ساتھ محبت، شفقت اور مہربانی آپس میں جھگڑا ختم کرا دینا، غریبوں، مسکینوں اور مظلوموں، یتیموں وغیرہ کے ساتھ محبت اور انکی امداد وغیرہ۔ اسکا ثواب بے اندازہ ہے۔ بدنی یا جسمانی اور مالی عبادت میں مالی عبادت افضل ہے۔ مثلاً نماز، روزہ میں رقم خرچ نہیں ہوتی مگر زکوٰۃ، حج اور صدقہ وغیرہ سب میں رقم صرف کرنا پڑتی ہے۔

اِس میں شک نہیں کہ جب آئینہ دل وجود ماسویٰ کی کدورتوں سے مصفّٰی اور مجلّٰی ہوجاتا ہے اور کمال درجہ کی صفائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اُس وقت دل جمالِ حضرت اور عزتِ آفتاب کی جلوہ ریزی کے لائق ہوجاتا ہے اور ذات وصفات خداوند تعالیٰ کے جام جہاں نما بن جاتے ہیں۔ دل کی صفائی کے بعد اتنی روحانی ترقی سالک کو ہوتی ہے کہ انوارِ روح بہ شان تجلی ظاہر ہوتے ہیں اور اس وقت سالک سے صفات بشریت بالکل غائب ہوجاتی ہیں۔ اس موقع پر وہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔

اس بارے میں کشمیری فقیر (شاعر) الطافی صاحب فرماتے ہیں۔

تجلی طور سے موسٰی رودنہ حسبے   ربِ ارنی مؤٹھے تسے   (کشمیری)

ترجمہ: (جب حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دیدار کی خواہش کی) پھر خدا نے طور پر تجلّی فرمائی تو حضرت موسیٰؑ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے۔ دیدار کی خواہش "ربّی اِرنی" کے الفاظ کے ساتھ جو کی تھی وہ بھی بھُول گئے۔

رُوح کو رتبہ خلافت حق حاصل ہوتا ہے اس بافروشان تخت خلافت پر اپنا جلوہ دیکھ کر کبھی دعویٰ انا الحق (میں خدا ہوں) بھی کرنے لگتا ہے۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام موجودات کو رُوح اپنے پایہ تخت کے سامنے سربسجود پاتی ہے اور اِترا جاتی ہے۔

سمجھتی ہے کہ ہم ہی ہم ہیں جیسا کہ منشا اس حدیث کا ہے۔

اِذتجلی اللہ بشی ءٍ حصح لہ کل شی ءٍ

ترجمہ: جب اللہ تعالےٰ کسی کو اپنی تجلّی دکھاتا ہے تو اسکے لئے ہر چیز تابع ہو جاتی ہے۔

اور اس قسم کی بہت سی غلطیوں میں پڑ جاتی ہے۔ بغیر عنایت وحمایتِ خداوندی یہ مہم سر نہیں ہو سکتی۔ رحمان صاحبؒ کھریو جو حضرت احمد صاحب مجام مجدّد دیؒ (سرہندی) کے عظیم اور اعلیٰ پایہ طالب گزرے ہیں، خوب فرماتے ہیں ؎

پیرن دۄپ یہ گو بات تجلی ہا ٚونم عانِ ذات

شمس وقمر تتہ گم گژھان اکثر بہ کرٔنس حأرتن (کشمیری)

ترجمہ: مرشد نے کہا ہے کہ یہ فضا ہے اور اس میں اس نے مجھے تجلی ذات دکھایا جس کے آگے سورج اور چاند بالکل ماند ہے۔

۳۰۔ کشف

حجاب کا اُٹھ جانا کشف کی حقیقت ہے۔ صاحب کشف ان چیزوں کا ادراک کرتا ہے جو چیزیں پہلے اُسے معلوم نہ تھیں۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

فكشفناعنك عطائك

ترجمہ :تمہاری نظر سے میں نے حجاب اُٹھادیا

یہاں تک کہ تمہاری آنکھیں روشن ہوئیں اوران چیزوں کو دیکھنے لگے جو تم نے پہلے نہ دیکھی تھیں۔ حجاب ان مواضعات کو کہتے ہیں جن کے سبب انسان کی آنکھ پر ایسا پردہ پڑا رہتا ہے کہ جمال حضرت خداوند سے محروم ہوتا ہے۔ عالم حجاب بہت ہیں جیسے کہ دنیا و آخرت اور ایک روایت ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں اور دوسری روایت ہے کہ 80 ہزار عالم ہیں۔ یا 80 ہزار کُل عالم آدمی کی ذات میں موجود ہیں۔ ہر ہر عالم کے لحاظ سے آدمی کو آنکھیں ملی ہیں تا کہ اس آنکھ سے حالات کشف میں اس عالم کا مشاہدہ کرسکے۔ وہ 80 ہزار عالم فرداً فرداً دو ہی عالم میں موجود ہیں۔ اس بارے میں عبدالوہاب کھارؒ صاحب فرماتے ہیں۔

اردہ ساس عالم زان　　　پَرزِناوتھ اُکسے جائیہ سمان　　　(کشمیری)

ترجمہ: اے سالک! اٹھاراہ ہزار عالمین کی خبر رکھ جب پہچان لے گا تو معلوم ہوگا کہ وہ ایک ہی جگہ جمع ہوتے ہیں۔

ان دونوں عالموں کو نور وظلمات کہو، ملک وملکوت کہو، غیب وشہادت کہو، جسمانی وروحانی کہو، دُنیا وآخرت کہو۔ سب ایک وہی چیز ہے نام مختلف ہے۔ جب سالک صادق جذبات وارادات کے اثر سے طبعی عادات ونفسانی خواہشات سے تحت الثریٰ سے نکل کر اعلےٰ علیین شریعت پر پہنچتا ہے اور نہایت سچائی سے قدم راہ طریقت میں رکھتا ہے اور اُسکے پورے قوانین وضوابط کی پابندی کے ساتھ کسی پیر کی پناہ میں

آجاتا ہے۔تو 80 ہزار حجابوں میں سے جیسے جیسے حجاب اُٹھتا جاتا ہے ہر مقام کے اعتبار سے مرید کو ایک نئی آنکھ مل جاتی ہے اور ہر ہر مقام کے احوال اُسکی نظر کے سامنے آتے جاتے ہیں۔سب سے پہلے مقام میں اُسکو بینائی حاصِل ہوتی ہے۔

دنیا اور عقبیٰ کی طرف رغبت نہ کرو۔اور خداوند تعالیٰ کی دوستی کے لئے اپنے نفس کو جملہ علائق سے فارغ کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔جس وقت یہ اوصاف تم میں موجود ہو گئے تم ولی ہو گئے۔

جتنا حجاب اُٹھتا ہے معقولات کے معنی منکشف ہوتے ہیں اور اسرار و رموز معقولات کھلتے ہیں اس کو کشف نظری کہتے ہیں۔اس پر زیادہ اعتماد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جو چیز نظر آ رہی ہے۔جب تک وہاں رسائی نہ ہو وہ بھروسے اور اعتماد کے لائق نہیں ہو سکتی۔

نے ہر چہ تو بینی بہ تو بخشند اے دل

ترجمہ: ایسا نہیں ہے اے دل جو چیز تو دیکھے تجھ کو بخش دی جائیگی۔

بہت سے حکماء اور فلسفی اس مقام میں رہ گئے اور اسی مقام کو مقصودِ حقیقی کا وصول سمجھا۔بہر کیف جب مرید سالک کشفِ معقولات (کشفِ نظری) سے گزرتا ہے اور ترقی کر جاتا ہے تو اُسکو مکاشفات دلی حاصل ہوتے ہیں اور اسی کو کشفِ شہودی کہتے ہیں۔اس مقام میں مختلف قسم کے انوارِ منکشف ہوتے ہیں۔اس کے بعد مکاشفات سِری پیدا ہوتے ہیں۔اسی کو کشفِ الہامی کہتے ہیں تخلیق عالم کے اسرار اور ہر چیز کے وجود کی حکمت سالک پر تمام ہوتی ہے اسی معنی کی طرف کسی نے کیا خوب اشارہ کیا ہے۔

اے کردہ غمت غارت ہوش دل ما	درد تو شدہ خانہ بدوش دل ما

اے کہ مقدساں ازاں بے خبر اند	عشق تو فرو گفتہ بگوش دِل ما

ترجمہ: تیرے عشق و محبت نے ہمارے ہوش اُڑا دیئے۔تیرے درد و غم نے ہمارے دل میں گھر بنالیا۔وہ

بھید جس سے، فرشتے بھی بے خبر ہیں تیرے عشق نے ہمارے دل کے کان میں بتا دیا۔

سالک میں مادہ مکاشفات روحی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی کو کشف روحانی کہتے ہیں۔ اس مقام میں بہشت و دوزخ اور ملائکہ کا دیکھنا۔ ان لوگوں کی باتیں سننا، اُن سے باتیں کرنا، ان معاملات کا سامنا ہوتا ہے اور جب روح کو بالکل صفائی حاصل ہوگی، جسمانی کدورتیں ساری زائل ہونگی تو عالم لا متناہی ظاہر ہوتا ہے۔ ازل اور ابد کا دائرہ سالک کے پیش نظر ہوتا ہے اسی مرتبہ میں حجاب زمان و مکان اٹھ جاتا ہے۔

۳۱۔ ﴿سماع کے بیان میں﴾

جیسے پتھر اور لوہے میں آگ پوشیدہ ہے پس سماع سے وہی چیز ظاہر ہوتی ہے جو اس دل میں چھپی ہوئی ہے۔ جس طرح گھڑے اور صراحی سے وہی چیز نکلتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔ سماع شوق کو بھڑکانے والا اور عشق و محبت کو اُبھارنے والا ہے اور اس آگ کو ظاہر کرتا ہے جو سینے کے تہہ خانے میں دبی ہوتی ہے۔ مکاشفات و ملاحظات کے ذریعہ وہ احوال شریف ظاہر ہو جائیں گے جن کا اندازہ کبھی نہیں کیا جاسکتا۔ پس جانو کہ جس کو یہ دولت نصیب ہے اور اس نعمت کا حاصل کرنے والا ہے تو اسکے احوال شریف کو صوفیوں کی زبان میں وجد کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں سماع کا سننا حلال ہی نہیں بلکہ مستحب ہے اور واجب ہو جاتا ہے۔ یہ وہ قدم ہے کہ اُٹھتا ہے تو علم ہزل میں ہے مگر جب اس مقام کے سالک کے سماع میں پہنچتا ہے تو وجد میں آجاتا ہے کیونکہ وہ صاحب سامع اپنی فطرت بشری سے بدل چکا ہے۔ جو چیز اسکو ملتی ہے وہ بھی بدل جاتی ہے۔ اسلئے پیران طریقت نے فرمایا ہے کہ ان کے سامنے رندانہ اشعار شراب و کباب کے متعلق گائے جاتے ہیں اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر شمسؒ فقیر صاحبؒ فرماتے ہیں۔

بیقلن چھ مرثی، عاقلن چھے سماع

اکھ دماہ یارِ وَلہِ سَو نیے

نند بانہ ماشوقہِ مے چھ چونے طمع

اکھ دَماہ یارِ وَلہِ سَو نیے (کشمیری)

ترجمہ: بے عقل نے شور و غُل (بمعنی مرثی) کا نام عبادت و ریاضت رکھا۔ مگر عقل والوں نے اس کو رد کر کے اُس خاموشی کا انتخاب کیا جس خاموشی سے انہوں نے اپنے وجود کے اندر ہی وہ آواز یا صدا (سماع) سُنی جس صدا سے یہ بے عقل لوگ بے خبر ہیں۔

اے میرے دلبر معشوق مجھے تو بس تمہارے حُسن پُر جمال (بمعنی تُند بُو ن) وجود کو دیکھنے کی آرزو ہے۔ بس ایک لمحہ میرے شوق کو پُورا کر اور مجھے اپنے دیدار سے سرفراز کر۔

لفظ وصال سے دیدار الٰہی، فراق سے حجاب خداوندی اور چشم سے نظر لطف اور خُدا کی مہربانیاں مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کا فرمان ہے۔

وَ لتصنع علیٰ عینی ۔ الّی علیٰ علمی و بصری (اور وہ بنایا گیا میری آنکھوں کے سامنے یعنی میرے علم اور میری بصارت کے سامنے) زلف سے قرب خداوندی کے معنی سمجھتے ہیں۔

لیقر بونا الیٰ الله زلفاً (تا کہ وہ ہمارے لئے قرب خداوندی کا وسیلہ ہو جائیں) اور ہو سکتا ہے کہ زلف سے الوہیت کی اشکال کا سلسلہ مراد لیں۔ جیسا کہ کہا ہے

گفتم بشمارم سر یک حلقۂ زلفش

تا بود کہ تفصیلش سر جملہ بر آرم

خندہ بمن زد ہر سر زلف مشکینش

یک پیچ بہ پیچیدہ و غلط کردہ شمارم

(میں نے چاہا کہ اسکی زلف کے گھونگر کا ایک سِرا شمار کروں تا کہ اسکے جمال کا تفصیل سے مشاہدہ کر سکوں۔ میرے اس ارادہ پر اُسکی زلف مشکیں کا ایک ایک بال ہنسنے لگا اور ایک ایسا پیچ ڈال دیا کہ میں گنتی وغیرہ سب بھول گیا)۔ یعنی اگر کوئی چاہے کہ اپنے تصرف و کوشش سے بارگاہ الوھیت کے عجائبات کا ایک تار مو بھی شناخت کر سکے تو اس میں ایک ایسی شکن پڑ جاتی ہے کہ سارا انداز و شمار غلط ہو جاتا ہے اور عقلیں مدہوش ہو کر رہ جاتی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زلف سے کفر کی ظلمت مراد لیں اور چہرے کی چمک سے ایمان کا نور مطالعہ کریں۔ جیسا کہ کہا ہے

ملک رخت کہ بود دلم زلف تو ربود

ہندو نگر کہ حق مسلمان فرو گرفت

(میرا دل تیرے رخسار کی ملکیت تھا جسے تیری زلف لے گئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مسلمان کا حق ایک ہندو لے اُڑا)۔

رنگ زلف تو سیہ کردہ است روئے روزگار تو ردیت محو کردہ ظلمت شب را بروز

(تیری کالی کالی زلفوں نے دن کو بھی تاریک کر دیا ہے۔ اور تیرے رخسار کی چمک نے اندھیری رات کو روشن کر کے دن بنا دیا ہے) لفظ کفر سے اپنی ہستی اور اپنے اعمال کا چھپا لینا مراد لیتے ہیں اور ارتداد سے اپنی خودی سے پھر جانا سمجھتے ہیں جیسا کہ ایک بزرگ نے کسی کو یہ شعر کہتے ہوئے سُنا۔

کافر نہ شوی عشق خریدار تو نیست مرتد نہ شوی قلندری کارِ تو نیست

(تو جب تک کافر نہ ہو جائے عشق تجھ کو قبول نہیں کرے گا اور جب تک مرتد نہ ہو جائے قلندری کے قابل نہ ہوگا)

یہ سُن کر اس بزرگ نے ایک چیخ ماردی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے اس کیفیت کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ لغت میں کفر کے معنی چھپ جانے کے ہیں اور کافر پوشیدہ ہوتا ہے کسان جس بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے اُسے کافر کہتے ہیں۔ پس شعر کے یہ معنی ہوئے کہ جب تک تیرا وجود اور تیرے پُر خلوص اعمال تجھ سے اور تمام مخلوق سے پوشیدہ نہ ہو جائیں۔ تیرے عشق و محبت کا دعویٰ دُرست نہ ہوگا۔ اور جب تک اپنے آپ اور اپنے نفس سے بیزار نہیں ہو جائے قلندری کا دم مارنا صحیح نہیں ہے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وازہ محمودؔ فرماتے ہیں۔

خلق یوٚ دوٚے عآب وۄندن دررہِ عشق مٕے زیور چھُم (کشمیری)

ترجمہ: (معشوق کے عشق میں) جو میری حالتِ زار ہے اگر اُس پر لوگ میری عیب جوئی کرینگے تو یہ عشق کی راہ میں میرے لئے قیمتی زیور ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الرحمان میں فرماتے ہیں۔

من صلصالٍ کالفخار

ترجمہ: یعنی میں نے آدمی کو کھنکتی ہوئی مٹی سے بنایا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ساز کا ساز سے ملن ہوجاتا ہے۔ جب مستی وشراب اور عشق کی باتیں سنتے ہیں۔ جیسے۔

گر مئے دو ہزار رطل پر پیمائی تا خود نہ خوری نیابی شدت زیبائی

(اگر تو دو ہزار رطل (پیمانہ) ناپتا چلا جائے تو کیا ہوتا ہے جب تک خود نہ پیے تجھے کیف وسرور حاصل نہیں ہوسکتا)

اس کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ دین کا کام محض علم اور گفتگو سے نہیں سنورتا بلکہ ذوق دل سے آراستہ ہوتا ہے۔ اگر عشق ومحبت اور زہد وتقویٰ کی ہزار باتیں کہا کرے اور کتابیں تصنیف کر ڈالے کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک وہ باتیں تجھ میں پیدا نہ ہوجائیں اور جب خرباتی اشعار سنتے ہیں جیسے۔

ہر کو بخرابات نہ شد بے دین است زیرا کہ خربات اصول دین است

(جو شخص میخانے میں نہیں گیا ہو وہ بے دین ہے کیونکہ شراب خانہ ہی تو دین کی بنیاد ہے)

اس شعر سے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ یہ صفات بشری جو زندگی کی آبادیاں سمجھی جاتی ہیں جب تک خراب اور ویران نہ ہو جائیں اُس وقت تک وہ صفتیں جو انسان کے جوہر میں پوشیدہ ہیں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت پیغمبر ﷺ کے پاس تھے۔ حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا ''یا رسول اللہ ﷺ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہو کہ آپ ﷺ کی امت کے درویش وفقیر امیروں کے مقابلے میں پانچ سو سال پیشتر بہشت میں داخل ہوں گے۔" یہ خوشخبری سن کر حضور صلّی علیہ وسلم خوش ہو گئے اور فرمایا ''یہاں کوئی ہے کہ شعر سنائے؟"

ایک بدوی نے کہا ''ہاں ہے یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم'' آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ''ھات ھات'' (آؤ آؤ) اس نے یہ شعر پڑھے

لقد سمت حیة اھویٰ کبدی   فلاطبیب ھاوَلَاراقی

الا الحبیب الذی سفقت بہٖ   فِعندہٗ رقیتی وَ تریاقِی

(میرے کلیجے کو محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک والا۔ مگر ہاں وہ محبوب جو مہربانی فرمائے اس کے پاس اسکا منتر اور تریاق ہے) یہ سن کر حضور اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تواجد فرمایا اور جتنے اصحاب وہاں تھے سب وجد کرنے لگے یہاں تک کہ حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ردائے مبارک گر پڑی۔ جب اس حال سے فارغ ہوئے معاویہ بن ابی سفیان نے کہا۔ کتنی اچھی ہے۔ آپکی یہ بازی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ آپؐ نے فرمایا اے معاویہ لیس بکرمن لم یتھنر عند سماع ذکرالحبیب (دور ہوا ے معاویہ وہ شخص کریم یعنی سخی وفیاض نہیں ہے جو دوست کا ذکر سنے اور جھوم نہ اُٹھے) پھر رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کر دئے گئے۔ تواجد میں تالیاں بجانے کے متعلق حضرت عتبہ الغلامؒ سے روایت ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسی سے کوئی شعر سنا اور ہاتھ پر ہاتھ اتنا مارا کہ انگلیوں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے اور

خواجہ ابوسعید ابوالخیرؒ سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب فقیر سماع میں ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے تو شہوت اُسکے ہاتھ سے خارج ہو جاتی ہے اور جب زمین پر پاؤں مارتا ہے تو پاؤں کی شہوت نکل جاتی ہے اور جب نعرہ مارتا ہے تو باطن کی شہوتیں باہر نکل جاتی ہیں لیکن سماع میں نعرہ مارنا اُس وقت دُرست ہے جب باطن میں جذبات کا اتنا غلبہ ہو کہ اس پر قابو نہ پایا جا سکے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرت کے موقعوں پر پسند تھا کہ دف بجایا جائے یا بچیاں گیت گائیں۔ چنانچہ عید کی تقریب پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو لڑکیاں گیت گا رہی تھیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی لیٹے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکرؓ نے غصّے میں ڈانٹا کہ خُدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ کیا شیطانی ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ اس پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھیں گانے دو۔

شادی بیاہ کے لئے بھی فرمایا کہ ایسے موقعوں پر دف بجایا جائے۔ (روایت عائشہؓ و محمد بن حاطب الجمیؓ) حضرت عائشہ ہی بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک انصاری لڑکی رہتی تھی میں نے اسکا نکاح کر دیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ! تم گانے کا انتظام نہیں کراتیں حالانکہ قبیلہ انصار گانے کو پسند کرتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں غالباً اسی موقعہ سے متعلق یہ آیا ہے کہ ''تم لوگ کسی گانے والی لڑکی کو ساتھ بھیجتے جو کہتی اتینا اتینا کم نحیانا و حیکم (ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے پس تم بھی سلامت رہو، ہم بھی سلامت رہیں) ایسی ہی ایک بزم عروسی میں بچیاں گا رہی تھیں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بن سعد نے بعض حاضرین سے بطور اعتراض کہا ''اے صاحبانؓ رسولؐ! اے شرکائے بدر! تمہارے سامنے یہ کچھ ہو رہا ہے جواب مِلا'' جی چاہے تو بیٹھ کر سنو ورنہ چلے جاؤ۔ ہمیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی اجازت دی ہے۔

ازاں جملہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر سے بھی دلچسپی لی ہے۔ عرب میں جو شعر پرستی رائج تھی اس

سے آپ ﷺ کو بعد تھا۔ آپکو نغمہ الہام کی جاذبیت اتنا موقع ہی نہ دیتی تھی کہ شعر وسخن کی طرف زیادہ توجہ ہو۔ مگر دوسری طرف ذوق شعر سے قدرت نے محروم نہیں رکھا۔ اچھے شعر (بلحاظ مقصد) کی قدر فرماتے بلکہ کہنا چاہیے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شعر گوئی کی مجلس بھی منعقد ہوتی تھیں جن میں جاہلیت کے قصے بھی ہوتے تھے اور صحابہ میں سے ایک بار لبیدؓ کا مصرع پسندیدگی سے پڑھا

الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل　　　و کل نعیم لا محالتہ زائل

(آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے، دنیا کی ساری نعمتیں زائل ہو جانے والی ہیں)

حضرت شریرؓ سے ایک سفر میں یکے بعد دیگرے فرمائش کر کے امیہ ابن ابی الصّلت کے سو شعر سنے۔ آخر میں فرمایا کہ یہ شخص اسلام لانے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ بعض اوقات خود بھی (خصوصاً میدان جنگ میں) بلا ارادہ شعر کے انداز پر کلمات فرمائے ہیں۔ حضرت حسانؓ سے دشمنان اسلام کے ہجویہ اشعار کے جواب میں شعر کہلواتے اور کبھی کبھی حضرت حسانؓ کو اپنے منبر پر بٹھا کر ان سے پڑھواتے اور کہتے کہ یہ اشعار دشمنوں کے حق میں تیر سے زیادہ سخت ہیں یہ بھی فرمایا کہ مومن تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے۔

۳۰۲۔ آداب سماع

حضرت جنید بغدادیؒ نے مجلس سماع کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''سماع تین چیزوں کا محتاج ہے، زمان، مکان اور اخوان۔ یعنی زمانہ اور جگہ بھی مناسب ہو اور اہل صحبت بھی اچھے ہوں وہ سماع کے دوران جذب و مستی اور بے قراری کے مظاہرے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ بادلوں کی طرح اڑنا نہیں بلکہ، پہاڑوں کی طرح، پرسکون رہنا چاہیئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی صوفی کی حالت دیکھو کہ وہ ظاہرداری کی باتوں کا زیادہ خیال رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کا باطن خراب ہے۔

سماع کے لئے تین شرطیں ہیں ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، مکان، زمان اور اخوان۔ مکان چاہے مشائخ کی خانقاہ ہو یا کوئی پاک وصاف ہوادار کشادہ اور روشن مقام زماں یعنی وقت موزوں ہو۔ اخوان چاہے کہ فقیر اور درویش اور یاران باتمیز صحبت یافتہ اور ریاضت کشیدہ ہوں اور دل تمام اشغال سے فارغ اور خالی ہو۔ مگر سماع کا ادب یہ ہے کہ جب تک ضروری نہ ہو سماع نہ کرے اگر کوئی تو جد میں ہے تو اس کے حال پر تصرف (چھیڑ چھاڑ) نہ کرے اور اس کو اس شعر کے لفظ و ذوق سے نہ ہٹائے جس سے وہ تو جد کر رہا ہے کیونکہ بڑی پریشانی اور بے برکتی کا باعث ہوتا ہے۔ اگر کسی جماعت پر سماع کی کیفیت طاری ہو اور تم کو اس سے کوئی حصہ نصیب ہونا چاہیے اپنی ہوشیاری میں انکی مستی اور بے خودی کو نیاز مندی کے ساتھ دیکھتے رہو اور تعظیم بجالا تا کہ انکی برکتیں تمہیں بھی حاصل ہوں۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ تمام حاضرین محفل سر کو جھکائے رہیں اور ایک دوسرے کو نہ دیکھیں اور دوران سماع بات چیت نہ کریں، نہ پانی پیئں، نہ دائیں بائیں دیکھیں نہ ہاتھ پاؤں اور سر ہلائیں بلکہ نماز میں تشہد کی طرح باادب بیٹھے رہیں۔ دل کو خداوند تعالیٰ کی طرف کلیتہً متوجہ رکھیں اور منتظر رہیں کہ سماع کے سبب غیب سے اُن کے دل پر سرّ الٰہی منکشف کیا جائے۔

حضرت موسیٰؑ، بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں قصہ کہہ رہے تھے کسی نے نعرہ مارا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے مناجات کے وقت فرمایا (یعنی وہ میری محبت میں نعرہ مارتے ہیں، میری محبت میں روتے چلاتے ہیں اور میرے قرب سے راحت پاتے ہیں تم اُن کو مت جھڑکا کرو) شیخ عبدالرحمٰنؒ نے اپنی کتاب سماع میں یہ روایتیں جمع کی ہے۔ اب کہ ان لوگوں میں ذوق وشوق کے اعتبار سے ہرایک کا ایک خاص مقام اور مرتبہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر تائب سماع سنتا ہے تو حسرت وندامت کی کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ مشتاق کو شوق دیدار زیادہ ہوتا ہے، مومن کا یقین کامل ہوتا ہے، مرید کو بیان کی تحقیق حاصل ہوتی ہے، محبت کرنے والے کو تعلقات سے علیحدگی ہوتی ہے، فقیر کے لئے نا اُمیدی کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ تمام چیزوں سے لوگوں نے کہا ہے کہ سماع کی مثال سورج کی طرح ہے کہ ہر چیز پر اسکی روشنی یکساں پڑتی ہے لیکن ہر چیز اپنی استعداد اور ذوق وشرب کے اعتبار سے فائدہ حاصل کرتی ہے یہ کسی کو جلاتی، کسی کو چمکاتی، کسی کو بڑھاتی اور کسی کو پگھلاتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ایسی بے خودی اور بے خبری کی حالت میں قوال کے تال وسُر پر رقص کرتے ہیں اور اسکی آوازِ نغمہ کو جانتے پہچانتے ہیں۔ اس کا جواب یہ کہ جب انسان نفسانی قوتوں اور خیالات وخواطر سے بے خبر ہوتا ہے تو اس کا دل زیادہ روشن اور قوی ہوجاتا ہے اور جب نفس کمزور اور دل روشن ہوجاتا ہے تو لامحالہ ضرب سماع اور قوال کے نغموں کو بہتر جانتا اور سمجھتا ہے۔ قرآن شریف کی قرأت سن کر بھی بہت ذوق وتوجہ حاصل ہوتی ہے بلکہ اکثر آدمی اس کو سُن کر بے ہوش ہوجاتے اور بعض جان بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ کتابوں میں مسطور ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ بھی دوسرے صوفیا کی طرح سماع سُنا کرتے تھے۔ آپ صرف اعلیٰ درجے کے عارفانہ کام کے شوقین تھے۔ سماع کے بارے میں حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ تین مواقع ایسے ہوتے ہیں جب فقیروں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے

۱) سماع کے وقت جب فقیر آوازِ حق کے سوا کچھ نہیں سنتا۔

۲) وہ اس وقت کھاتا ہے جب بے حد فاقہ ہوتا ہے۔

۳) علم کا چشمہء فیض جاری کرتے وقت۔ اس لئے کہ فقیر اس وقت اولیا اللہ کی صفت کے سوا کچھ اور بیان نہیں کرتا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ ہم اپنی محفل میں بے صبر لوگوں کو ایک لمحے کیلئے بھی برداشت نہیں کرتے۔ حضرت جنید بغدادی انتہائی وجد کے عالم میں نہایت پرسکون رہتے تھے نہ خود بے قرار ہوکر کھڑے ہوتے اور نہ اپنے کسی مرید کے لئے اس عمل کو جائز سمجھتے تھے۔

حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات ''فوائد الفواد'' میں سماع کا بار بار ذکر آیا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ (محبوب الٰہی) بعض مواقع پر سماع کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سماع ایک موزوں صورت ہے۔ اسلئے اپنی فطرت میں حرام نہیں۔ سماع سے قلب میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اگر تحریک یاد الٰہی کے لئے ہے تو مستحب ہے۔ اور اگر فساد کی طرف مائل ہو تو حرام ہے۔ فساد سے مراد لذت نفسی کا حصول ہے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ نے سماع کیلئے پانچ شرائط لازم قرار دیئے ہیں اگر ان میں سے ایک شرط بھی ساقط ہو جائے تو مجلس سماع، محفل کیف وسرور میں بدل جائے گی اور سماع کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ وہ سماع جس سے محبوب الٰہیؒ رغبت خاص رکھتے تھے۔

۱) اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ جو کلام پیش کیا جائے وہ عارفانہ ہو یا انسانی جذبات کو اعلٰی اخلاق کیطرف ابھارنے والا ہو۔

۲) دوسری شرط یہ ہے کہ کلام سنتے وقت انسان کی نیت درست ہو۔ اگر وہ اپنے سینے میں عشق خداوندی کا گداز پیدا کرنے کے لئے سماع سن رہا ہے تو جائز ہے۔ اور اگر سماع کا مقصد حصول تفریح ونشاط ہے تو حرام ہے۔

۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ محفل سماع میں آلاتِ موسیقی سے اجتناب کیا جائے

۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ مجلس سماع کے اندر خواتین کی شرکت نہ ہو۔

تمام علمائے ہند اس حقیقت سے باخبر تھے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ روایتِ حدیث میں درجہ امتیاز رکھتے تھے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے ان مشائخ کرام سے حدیث کا درس لیا تھا جن کی علمی فضیلت کے دوست اور دشمن سبھی قائل تھے۔

قول مصطفیٰؐ ہوتے ہوئے قول ابوحنیفہؒ طلب کرنا ناجائز ہے۔

بزرگوں کی غیر موجودگی میں سماع شروع کرنا مناسب نہیں۔ مولانا علیم الدینؒ نے سماع کے متعلق ایک رسالہ ''مقصدہ'' تحریر کیا ہے اور اسمیں تمام دلائل جمع کردئے ہیں۔ جولوگ سماع کو دل سے سنتے ہیں ان کے لئے مباح ہے اور جو لذت نفس کی خاطر سنتے ہیں ان پر حرام ہے۔

مولانا علیم الدینؒ نے تمام مصلحتوں اور نزاکتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فرمایا کہ تمام علاقوں کے مشائخ پورے ذوق وشوق کے ساتھ سماع سنتے ہیں اور بعض حضرات دفلی اور شہنائی کے ساتھ بھی سنتے ہیں ۔یہ روایت حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت ابوبکر شبلیؒ کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔

سلطان غیاث الدین تغلق نے سماع کی مجالس پر پابندی عائد نہیں کی۔

شام، روم اور بغداد کے لوگ (مشائخ) پورے ذوق وشوق کے ساتھ سماع سنتے تھے۔ حضرت جنیدبھی دوسرے صوفیاء کی طرح سماع سنا کرتے تھے۔ مگر آپ کی مجلس سماع میں سازوں کا گزر نہیں تھا۔ آپ صرف اعلیٰ درجے کا عارفانہ کلام سنا کرتے تھے۔ کشمیری ولی اللہ شیخ نورالدین نورانیؒ فرماتے ہیں۔

ربا بگ شد سنٔیوم سپنس   کبا پہ گنہ دِژمس پننہ ناٹو

ژُس نہ سُمس پُژس نہ ساتس   بہ مے چِیاونس پننہ گھاٹو   (کشمیری)

ترجمہ: اندر کی دھڑکنوں نے ایسی کیفیت پیدا کی کہ میرے سینے میں "دم دم" کی آواز آنے لگی۔ اس آواز کی تپش گرمی اتنی تیز تھی کہ اس نے میرے جسم کو اس طرح بُھنا جیسے انگیٹھی پر کباب۔ اس عالم میں، میں نے ایک لمحہ کیلئے بھی بے توجہی نہیں برتی۔ میری ہر سانس بس اسی عالم میں غرق رہی ہے یہاں تک کہ میں نے اسی عالم (بمعنی گھاٹ) میں مئے کے جام نوش کئے۔ کشمیری صوفی شاعر شمسؔ فقیرؒ فرماتے ہیں ۔

زیرس اندر بم چھ رٹتھ سامانہ تے	ہر بوزتمہ کُے رٹو پیرس دامانہ تے	(کشمیری)

ترجمہ: اے سالک اگر تجھے اس بات کی آگاہی چاہئے کہ باطن کے اندر وہ کون ہے جو ساز بجا رہا ہے یا بجوا رہا ہے، اس کے اندر ساز وسامان کا بندوبست کون کئے ہوئے ہے، تو چاہئے کسی مردِ فقیر (مرشد) کے دامن کو تھام لے۔ وہی اس راز سے محرم کرلے گا۔

بہ ہانئے نے سوز بوزنوٗس	سوزن ڈ ہتھ نیٗونس (کشمیری)	(احمد بٹہ واری)

ترجمہ: جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا کہ میرے اندر (یعنی مٹی کے پُتلے کے اندر جب آدمؑ کی تخلیق ہوئی) آواز یا یوں چال کیسے آگئی، کھنکتی پیدا کی تب سے میں اسی سوز میں ڈوبا ہوا ہوں کیوں کہ وہی "نے" جو ہے تجھے اپنے سُوز سے مدہوش کئے ہوئے ہے۔

کشمیری صوفی شاعر رحیم صاؔحب فرماتے ہیں ۔

مجنونن سوز بُو زنے	سوزِ منزِتم وڈ نیے دردِ نے

چُھ معنی لیلیٰ نے نے نے	بہِ کر چھیو کھ مے خانک مے	(کشمیری)

۳۴۔ ﴿صفتِ صحبت صالحین﴾

طالب راہ طریقت کے واسطے بعد توبہ واستغفار کوئی اور صورت اس سے مفید و بہتر اور تدبیر اس سے زیادہ کارآمد نہیں کہ صحبت صالحین اور خدمت عارفین سے فائدہ اُٹھالے۔ اور اطاعت اصفیا وارادت صوفیہ کو گراں قدر سرمایہ دارین سمجھے اور بطلب حصول سعادت مقربین بارگاہ حضرت احدیت کے حضور میں بصدقِ وخلوص حاضر باشی اختیار کرے۔

حضرت وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔ ''فقیری یا صحبت سے ملتی ہے یا خدمت سے'' تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے احتراز کرو۔

جاہل عالموں ، ریاکار فقیروں اور غافل صوفیوں سے

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بھلائی چاہتا ہے تو نیکیوں اور نیکوکاروں کی خدمت اُسکا نصیب کرتا ہے۔ اور انکے اشاروں کو قبول کرنے کی توفیق دیتا ہے اور نیکیوں کی راہیں اس پر آسان کردیتا ہے۔ ابوسعید حسن بصری علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے۔ ان صحبت الاشرار تورث سوء الظّن بالاخیار (بُروں کی صحبت اخیار سے بدظن کرتی ہے

۳۴۔ صفت پیر معنوی

بقول حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ ؎

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم

کہ گم شد آنکہ دریں رہ بہ رہبرے نہ رسید

بغیر مرشد کامل کی امداد و دستگیری کے قرب احدی نصیب ہونا دشوار ہے اسلئے طالب کو لازم ہے پیر کامل تلاش کرے اور اسکے واسطے اور وسیلے کو ادب اور ارادات کے ہاتھوں سے مضبوط پکڑے اگر یہ رشتہ استوار ہو جائے تو یقینی طالب طلبِ مطلوب میں صادق ثابت ہو اور اسکی طلبِ عنایت شیخ سے کامل ہو جائے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر مومنؔ صاحب فرماتے ہیں ؎

أبے طألبے مولا لوٚبتھے لوٚ بُتھ کیاہ   لوٚبتھے راوِی نہٕ زانٕہہ   (کشمیری)

ترجمہ:۔ اے طالبِ مولا اگر آپ نے کچھ بھی حاصل کیا تو وہ مرشد کامل کی ہمراہی سے پایا ورنہ حصول نا ممکن تھا۔

ولی دنیا میں اللہ کے پھول ہوتے ہیں جسکو صدیق سونگھتے ہیں۔ وہ اپنے حال میں فانی اور مشاہدۂ حق میں باقی ہوتے ہیں۔ کسی عبادت کرنے والے کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کے دلیوں کی صحبت کم نہیں ہے۔ جب اس نے اللہ کے دوست کو دوست رکھا تو اس نے اللہ کو دوست رکھا۔ دنیا کو دو ہی چیزیں تم کو بس میں کرتی ہیں ایک فقیر کی صحبت اور دوسری ولی کی محبت۔ جب کوئی شخص ولی کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو ولی اسکو پہچانتا ہے جب سلام کرتا ہے تو اسکو جواب دیتا ہے۔۔

۳۵۔ صفت محبت

اصطلاح صوفیہ میں محبّ صادق کی اُس باطنی کیفیت کو محبت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جو مطالعہ جمال یار کے لئے قلب کو مضطر اور بیقرار کرے اور حقیقت محبت کی نسبت ارباب طریقت نے باتفاق فرمایا ہے کہ محبت محض وہ شے ہے جسکو نہ کسب وکوشش سے تعلق ہے نہ جد و جہد سے سروکار۔

محبت کی، جس میں معنوی کیفیات کا بھی ذکر ہے، اس صراحت سے بیان فرمائی ہے کہ محبّ صادق کی مخصوص نشانی یہ ہے کہ اسکا قلب حرص دنیا سے صاف اور اغراض آخرت سے پاک ہو اور اسکو ماسوئ یار کسی سے سروکار نہ ہو۔

محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ محبّ ذکر محبوب میں ہمیشہ مشغول رہتا ہے اور ایک علامت محبت کی یہ بھی ہے کہ وصال محبوب ومشاہدہ مطلوب سے محبّ کے شوق میں قلت اور اشتیاق میں کمی نہ ہو بلکہ مواصلت و مشاہدت سے شوق داعی ہو۔ اور جس قدر تقربِ محبوب حاصل ہو اسی قدر شوق اور ذوق میں ترقی ہو اور محبّ وصال محبوب کا خواستگار رہے کیونکہ جس طرح جمال محبوب کی حد نہایت نہیں اسی طرح شوق محبّ کی بھی انتہا اور غایت نہیں۔

محبت الٰہی دو نوع پر منقسم ہے محبت عام اور محبت خاص۔ محبت عام کی تعریف یہ ہے کہ محبّ کا باطن مائل بمطالعہ صفات ہو اور محبت خاص کی صفت یہ ہے کہ محبّ کی روح مائل بمشاہدہ حسنِ ذات ہو کیونکہ محبت عام کا ماہتاب آسمانِ صفات پر دورہ کرتا ہے اور محبتِ خاص کا آفتاب افق ذات سے برآمد ہوتا ہے۔ محبت عام وہ نور ہے جو بزم آرائش کو منور کرتا ہے اور محبت خاص وہ شعلہ نار ہے جو محبّ کی ہستی کو خاکستر اور خرمنِ مقاصد واغراض کو نیست ونابود کرتا ہے۔

عشقِ تو مرا چنان خراب باقی کردد ورنہ سلامت وبسامان بودم

(تیری محبت نے مجھ کو ایسا برباد کر دیا ہے ورنہ میں بھی کسی وقت سلامتی اور سروسامان والا تھا)

جب حضرت آدمؑ کی باری آئی تو جہاں میں ایک ہلچل مچ گئی۔ فرشتوں نے فریاد کی، یہ کیا حادثہ ہوا کہ ہزاروں ہزار برس کی ہماری تسبیح و تہلیل برباد ہوگئی اور ایک مٹی کے پتلے یعنی آدمؑ کو سرفراز کیا اور ہمارے رہتے ہوئے اُس کو چنا۔ ایک آواز سنی کہ تم مٹی کو نہ دیکھو اس پاک امانت کو دیکھو۔

یحبھم و یحبونہ (وہ انکو دوست رکھتا ہے اور یہ اسکو دوست رکھتے ہیں) اور محبت کی آگ ان کے دلوں میں سلگائی ہے اور آواز دی کہ الحق عزیز (خدا ہی برتر اور غالب ہے) جن کو سن کر سب کے کلیجے بھن گئے اور پتا پانی ہوگیا۔ اگر تو ہم کو چاہتا ہے تو رنج و غم میں اپنے کو جھونک دے۔ دیوانوں کی طرح دنیا کی خاک چھانتا رہ۔ دل کو خون بنا کر آنکھوں کے سپرد کر۔ پھر دونوں آنکھیں کھونے کے بعد جان بھی گنوا دے۔

حضرت وارث علی شاہؒ نے فرمایا کہ محبت کرو، محبت سے خدا ملتا ہے۔ ایک صورت پکڑو اور خدا نظر آئے گا۔ جب تو ایک ہی کو دیکھتا اور ایک ہی کو کہتا ہے تو دوسرے تیسرے کی طرف کیوں جاتا ہے۔ (اکے ساتھ 'ب' اور 'ت' بھی ہے تو 'ب' اور 'ت' کو بُت سمجھو اور 'ا' کو اللہ جان لو۔

شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں محبت نہیں چاہتی کہ عاشق کو معشوق کے سوا کسی کے کام میں لگائے کیونکہ مخلوق تیرے لئے آفت ہے۔ اس سے دور رہ۔ اسکے نفع و نقصان سے پرہیز کر۔ اس بارے میں امیر خسروؒ نے خوب فرمایا ہے۔

خلق می گوید کہ خسرو بُت پرستی می کند

آری آری مے کند خلق و عالم کار نیست

ترجمہ: خسرو کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ بُت پرستی کرتا ہے۔ (خسرو ایسے لوگوں کو جواب دیتا ہے کہ ہاں ہاں بت پرستی کرتا ہے، لوگوں کو اُسکے ساتھ کیا تعلق۔

۳۶۔ صفت یقین

ایمان اصل یقین ہے اور یقین تین قسم کے ہوتے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین

علم الیقین عالموں کا درجہ ہے عین الیقین عارفوں کا مرتبہ اور حق الیقین عشاق کا مقام فنا ہے۔ پس علم الیقین کا درجہ مجاہدہ سے اور عین الیقین کا مرتبہ اُنس سے اور حق الیقین کا مقام مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور پہلا مرتبہ عام اور دوسرا مرتبہ خاص اور تیسرا خاص الخاص ہے۔ یقین کامل کی تعریف یہ ہے کہ جو کچھ تم کو پہنچے سمجھو کہ خدا نے بھیجا ہے یقین کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ خلق کی مدح اور عطا کو ترک کرے۔ اولیٰ مرتبہ یقین کا یہ ہے کہ تاریکی شکوک وخبث وشہادت سے دل کو پاک کردے اور توفیق شکر وخوف خدا پیدا ہو جائے اسلئے کہ یقین عظمت خداوندی کی معرفت ہے۔ یقین وہ نور ہے جس سے آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہے جو آنکھوں نے دیکھا ہے اسکی نسبت علم کی طرف جاتی ہے اور جو دل نے دیکھا ہے اسکی نسبت یقین کی طرف جاتی ہے۔ فرماتے ہیں اپنے دل کو یقین کے ذریعہ سے پاک وصاف کرو تاکہ اس میں احکام خداوندی جاری ہوں۔

علم الیقین قطعی برہان سے حاصل ہوتا ہے اور عین الیقین شہود وعیاں سے اور حق الیقین تحقیق صُورت عیاں سے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ جو علم متواتر سے حاصل ہو وہ علم الیقین ہے اور اسکے اوپر عین الیقین ہے اور اس میں حلول کرنا حق الیقین ہے۔

شیخ محی الدینؒ کہتے ہیں کہ سکون وقرار واطمینان کی اضافت جب عقل ونفس کی طرف ہوتی ہے تو اسکو علم الیقین کہتے ہیں اور جب رُوح وجان کی طرف ہوتی ہے تو عین الیقین کہتے ہیں اور جب قلب حقیقی کی طرف ہوتی ہے تو حق الیقین کہتے ہیں۔ اور جب سر دجودی کی طرف ہوتی ہے تو اسکو حق الیقین کی حقیقت کہتے ہیں۔ اور یہ سب مراتب اس شخص میں جمع ہوتے ہیں جو مردان خُدا میں سے کامل ہوتا ہے۔

۳۷۔ صفتِ فقر

"فقیر" لفظ میں چار حروف یعنی ف، ق، ی، ر ہیں۔ ف سے فاقہ، ق سے قناعت، ی سے یقین، اور ر سے ریاضت ہوتے ہیں۔ جب یہ چاروں صفات کسی کے اندر پائی جائیں تو وہ فقیر کہلاتا ہے۔ حضرات صوفیائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ فقر کے معنی عدم اتمک (بے آب و نان) ہے اور بعض مفتیان کا یہ ارشاد ہے کہ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ وہ فنائے صفات کے ساتھ کسی مفاد و مراد کا بھی خیال دل میں نہ رکھتا ہو۔ دنیا و آخرت کا سرمایہ جس کے پاس کچھ نہ ہو اُس کو فقیر کہتے ہیں اور حقیقت فقر کی نسبت محققین اہل طریقت نے فرمایا کہ مقام فقر سالک کے علوی مرتبت اور محل ارتقاع تفاخر کا نام ہے۔ جس کی عظمت کا اظہار ارشادِ حضرت رسالت مآبؐ "الفقر فخری و الفقر منی" سے ہوتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ سالکین با تمکین بعد طے کرنے منازل ترک و تجرید، جب بساط تفرید میں فضائے قرب کی دید کے ہمہ تن مشتاق ہوتے ہیں اس وقت خدائے محبؒ کی جانب سے حدود وادی فقر میں قدم رکھنے کا استحقاق ان کو نصیب ہوتا ہے اور چونکہ اس سفر میں توشہ بجز خدا کے بھروسے کے ممنوع ہے اس لئے مجرّد آزاد ہو کر عیش و آرام کو خیر باد کہہ کر رضائے حق پر راضی و عطائے خلق سے مستغنی ہو کر تلاش گوہر مقصود کے لئے مردانہ وار قلزم اقتصاد میں شناوری کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

فقر غنا سے اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب ہے۔ فقیر کو سزاوار نہیں کہ اپنے دل سے اپنے کپڑوں کو صاف و شفاف رکھے بلکہ اپنے ظاہر کو اپنے باطن کے ہم شکل رکھے۔ فقر اس کو کہتے ہیں کہ ناداری کے وقت مضطرب نہ ہو اور جو موجود ہو اس کو راہ خدا میں صرف کر دے۔

فقراء کی صحبت اختیار کرو۔ کیونکہ یہ دنیا کے خزانے اور آخرت کی کنجیاں ہیں۔ فقیروں میں سے نہایت ذلیل وہ فقیر ہے جو ہر حال میں عورتوں کی عنایت کو قبول کرے۔ فقیر دنیا اور آخرت کے بادشاہ ہیں۔ مجرّد فقیر کا ذرہ بھر اہل دنیا کے پہاڑ برابر عمل سے بہتر ہے۔ فقیر وہ ہے جو نہ سوال کرے نہ رد کرے نہ جمع

کرے۔ فقراء کو حقارت سے نہ دیکھو وہ خلفاء انبیاء ہیں۔ فقر اللہ کے ساتھ غنی ہونے کا نام ہے۔

دنیا کی دو ہی چیزیں تم کو کافی ہیں اول فقراء کاملین کی صحبت دوم اولیاء باتمکین کی محبت کاملین فقر جوہر ہے اور ماسوائے فقر غرض ہے اور فقر شفا ہے اور ماسوائے فقر مرض ہے۔

۳۸۔ ﴿صفت حیاء﴾

ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ حیا انقباض نفس کو کہتے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ باشرم وحیا ہونا اہل ایمان کی خاص صفت ہے۔ الحیاء من الایمان (یعنی حیاء ایمان کی علامت ہے۔)

حیا کا مرتبہ خوف سے بلند تر ہے۔اس واسطے کہ خوف علماء کا مقام ہے اور حیا خاصان حق کا مقام ہے۔

حیا کی ایک قسم کا نام حیاء ایمان ہے جیسے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حیا ایمان میں سے ہے اور حیا جنت میں جائیگی۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔اللہ تعالےٰ کو سفید بال والوں کو آگ سے سزا دینے سے شرم آتی ہے۔

یامعاشرالمسلمین ! استحبو امن الله و الذی نفسی بیدہٖ الیٰ لا قل عین اذهب الیٰ الخالط فی القضاء منفغا استحیاء من ربی عزو جل۔

(اے مسلمانوں اللہ سے حیا کرو۔قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب میں قضائے حاجت کے لئے کُھلے میدان میں جاتا ہوں تو اپنے پروردگار سے حیا کے مارے چادر سے آڑ کر لیتا ہوں)

۳۹۔ صفت رضا

تسلیم و رضا جب ہے کہ شر کو بھی خیر سمجھے اور خیر تو خیر ہے ہی اور تکلیف بھی عاشق کا راز و نیاز ہے۔ رضا سے مُراد ترک تدبیر اور بکمال صدق و خلوص امر رب قدیم و قدیر کی تعمیل کرنا ہے اور محققین ارباب طریقت کا اجماع ہے کہ رضا نہایت رفیع اور مخصوص مرتبہ قرب شاہد حقیقی میں سے ہے۔ اسلئے سالک صادق کو بعد درجہ یقین بہ اُتم اور خلوص کامل حاصل ہونے کے مرتبہ رضا تفویض ہوتا ہے اور اہل رضاء غصہ حسد اور خلشِ شکوک سے پاک و محفوظ اور تکرار و اصرار سے منزہ رہتے ہیں۔

رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔

یایھا الذین امنوا اذقیل لکم تفسحو فی المجالس فافسحوا ایفسح اللہ لکم و اذقیل انشزوا یرفع اللہ الذین امنو منکم و الّذین اُو تو العلم د رجٰت و اللہ بماتعملون خبیر۔

(اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کو اور جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے)

عشق اور رضا کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے ایمان قرار دیا۔ یہ فرمایا ہے جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نظر وارث پاک اعظم اللہ ذکرہ نے "رضائے یار عاشق کا ایمان ہے"۔ جسکی سند قرآن خود پیش فرما رہا ہے کہ مرشد کی مرضی اللہ کے محبوب کی مرضی ہے اور محبوب کی مرضی اللہ کی مرضی ہے۔

میں اسیر فطرت عشق ہوں کہ سوائے اسکے میں کیا کہوں

میں اسی کے عشق میں مر مٹوں تو یہ بندگی کا کمال ہے

خواجہ فضیل بن عیاض علیہ الرحمتہ سے پوچھا رضا بہتر ہے یا زہد۔ آپؒ نے فرمایا رضا افضل ہے

اسلئے کہ زاہد راستے میں ہے اور راضی واصل ہے۔ صبر بندے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور رضا حق تعالےٰ کے ساتھ۔ رضا آرام کرنا ہے زیرِ حکم الٰہی۔ ابو سلیمان دارانی رحمتہ علیہ نے فرمایا کہ رضا کی تعریف یہ ہے کہ نہ خدائے تعالےٰ سے بہشت طلب کرو اور نہ دوزخ سے پناہ مانگو۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر عبدوالوہاب صاحب کھارؒ نے خوب فرمایا ہے۔

دیدار چیانیگ چھم آرزوے	دوزخ منز ے ہاوتم روے
ژےٴ روٗس جنت کتھ بکار	دکھنے دیدار ر رو بروے (کشمیری)

ترجمہ: اے میرے محبوب!۔ میں تو بس دیدار کا آرزومند ہوں چاہے یہ دیدار دوزخ میں ہی کیوں نہ ملے کیوں کہ تمہارے دیدار کے بغیر میں "حیات دوامی" (یعنی جنت) کو کیا کروں گا۔ میری حیات دوامی تو بس تیرا دیدار ہے۔

رضا اسکو کہتے ہیں کہ فضل الٰہی سے دل مسرور ہو۔

ابو محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا رضا کی تعریف یہ ہے کہ اگر دوزخ بائیں ہاتھ پر ہو یہ نہ کہیں کہ دائیں ہاتھ پر آئے اپنے کام خدا کے سپرد کریں۔ رضا یہ ہے کہ سوال نہ کریں۔ جو رضا پر ثابت قدم رہا اُس نے مصیبت کی لذت اُٹھائی اور یہ بھی فرمایا احکام قضا وقدر کا رُوح سے استقبال کرنا رضا ہے۔

۴۰۔ صفت بیداری

ارباب حقائق کا ارشاد ہے کہ رات کو قدرت حق نے ایسا صحیح معیار بنایا ہے جس سے غافل و ہوشیار کے کذب و صدق کا بخوبی اظہار ہو جاتا ہے کیونکہ جس طرح شب کی بیداری وسیلہ معرفت نفس اور سبب کشف احوال ہے اسی طرح خواب غفلت باعثِ ذلّت اور موجب خسارہ آخرت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دل کے ساتھ آنکھ کا بیدار ہونا لازم ہے اور آنکھ کے ساتھ دل کے دیدار کے لئے بیقرار ہونا ملزوم ہے ورنہ دل خفتہ اور چشم بیدار بھی بیکار ہے اور چشم غافل و دلِ ہوشیار بھی نا قابل اعتبار ہے۔

حسین بن صالحؒ نے فرمایا کوئی رات ایسی نہیں ہے جس میں آسمان سے خیرات نہ اُترتی ہو جو بیدار رہنے والوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ زیادہ کھانے اور زیادہ سونے سے دل فاسد پڑتا ہے۔

ابوالحسن سری سقطی علیہ الرحمتہ نے فرمایا جو شبِ تاریکی میں اپنے رب سے مانوس ہوا قیامت کے روز اُسی کا نام بلند و روشن ہوا۔

اللہ تعالےٰ جب بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسکو خواب غفلت سے پناہ دیتا ہے۔ اس بارے میں ایک واقعہ حضرت احمد صاحب ابدال مچام مجدّدیؒ (مرجع خلائق) محلہ شری بھٹ، علمگری بازار سرینگر کا بیان ہے ایک دن اُنکے پاس ایک آدمی آیا اس نے خواب دیکھا تھا۔ بیان کرنے کے بعد احمد صاحبؒ نے فرمایا اے غافل۔ اگر تو بُرا نہ ہوتا تو یہ بُرا خواب نہ دیکھتا۔ حدیث صحیح ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی نیند جاہل کی نماز کے برابر ہے جس نے اللہ کے ذکر میں شبِ بیداری کی وہ صبح کو اُسی دن جیسا ہو گیا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

حضرت جنید بغدادیؒ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے رات کے ایک حصّے میں سویا کرتے تھے۔ بعض بزرگ شب بیداری کو صوفیاء کی معراج سمجھتے تھے۔ اسی خیال کے پیش نظر اس زمانے کے مشہور بزرگ

حضرت سہیل تستریؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ کو ایک خط میں لکھا کہ خواب غفلت سے بچو اس لئے کہ سونے والا اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکتا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کے ذریعے آگاہ کیا کہ جو ہماری محبت کا دعویدار ہو کر راتوں کو سوتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے جواب فرمایا کہ یہ حکم خاص انبیاء کرام علیہم اسلام کے لئے ہوسکتا ہے مگر ایک بات یاد رکھو کہ اللہ کی راہ میں بیدار رہنا ہمارا ذاتی فعل ہے۔ اس کے برعکس ہمارے سونے کا تعلق اللہ کے فعل سے ہے اور اللہ کا فعل انسانوں کے فعل سے بدرجہا بہتر ہے جیسا کہ اس کائنات کے پیدا کرنیوالے نے قرآن مقدس میں فرمایا ہے کہ آرام ایک بخشش ہے اللہ کی جانب سے اپنے دوستوں پر۔

مولانا رومؒ کی ریاضت اور مجاہدہ اس قدر بڑھا ہوا ہوتا تھا کسی مرید نے مولانا رومؒ کو شب خوابی کے لباس میں نہیں دیکھا یہاں تک کہ تکیہ اور بستر بھی نہیں ہوتا۔ اگر نیند غالب آجاتی تو بیٹھے بیٹھے سو جاتے۔ اکثر روزے رکھتے اور پانی سے افطار کرلیا کرتے تھے۔ اذان ہوتی تو فوراً قبلے کی طرف مڑ جاتے اور چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا۔ نماز میں اتنا استغراق ہوتا کہ گردوپیش کی خبر نہ رہتی۔ عشاء کے بعد نماز کی نیت باندھی تو دو رکعتوں میں صبح ہوگئی۔ نماز میں اتنا رویا کرتے تھے کہ داڑھی اور سینہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔ سردی کی شدت کے باعث آنسوں رخساروں پر جمنے لگتے تھے مگر مولانا رومؒ کی محویت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ جس دن گھر میں کھانے کا سامان نہ ہوتا اس روز مولانا رومؒ بہت خوش نظر آتے اور کہا کرتے تھے آج ہمارے گھر سے درویشی کی بو آتی ہے۔

۴۱۔ ﴿صفت وجد﴾

محققین ارباب طریقت نے ارشاد فرمایا ہے کہ درحقیقت وجد کثرت محبت کا ثمرہ اور شدت شوق کا نتیجہ ہے اور اصطلاح حضرات صوفیہ کرام میں وجد اس وارداتِ قلبی کو کہتے ہیں جو منجانب اللہ وارد ہوتا ہے جس کی تشریح و توضیح عبارت و اشارت سے ناممکن و محال ہے اور بعض عارفین کا فرمودہ ہے کہ وجد حجابات نفسانی کے باعث اپنے وجود کے ساتھ حضرت واجب الوجود سے محجوب ہوتا ہے اور جب اس تفرقہ سے مضطرب الحال ہوتا ہے تو شدت شوقِ اتّصال کی سوزش اور حدّت طاری ہوتی ہے اُس وقت عالم لاہوت سے انوار حضرت واجب الوجود کی تجلی اسکے سر پر ہوتی ہے اور عالم جبروت سے تجلی اسکی روح پر اور عالم ملکوت سے تجلی اسکے قلب پر اور عالم ناسوت سے تجلی اسکے جسم پر ہوتی ہے۔

وجد اسرار الٰہی میں سے ہے جسکی کیفیت کا اظہار عبارت سے نہیں ہوسکتا۔ ابوسید بن اعرابی علیہ الرحمتہ نے فرمایا وجد یہ ہے کہ حجاب کا دور ہونا، دوست کا مشاہدہ ہونا، فہم کا موجود ہونا، غیب کا دیکھنا، راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مقصود کو انس دینا، یعنی اپنی خودی زائل کرنے سے مانوس ہوجانا ہے۔

وجد کرنے والوں کی روحیں معطر و لطیف ہوتی ہیں اور انکا کلام مردہ دلوں کو زندہ اور عقلوں کو زیادہ کردیتا ہے۔

وجد کی بیقراری اور اضطراری کی خاص وجہ ہے جو شوق کے غلبہ سے ہوتی ہے۔

۴۲۔ صفت خاموشی

محققین ارباب طریقت کا ارشاد ہے کہ خاموشی حضرات عارفین کی مخصوص صفت اور سالک راہ حق کی ترقی مرتبت کا بہترین ذریعہ ہے۔

عاشقین حضرت رب العزت کا مقولہ ہے کہ خاموشی محبت کا لازمی نتیجہ اور محبّ صادق کے باطنی حالات وکیفیات کی عین علامت ہے۔ اللہ کے نزدیک اُسکی زبان سے زیادہ محبوب وہی ہے (صاحب ایمان کا کوئی جزو) اسلیئے اسکی حفاظت کرنی چاہیے کہ اسکو دوزخ میں نہ لیا جائے۔ مرد مسلمان کی عمدہ خانقاہ اُسکا گھر ہے جہاں وہ اپنی زبان، شرمگاہ اور نظر کو محفوظ رکھے۔ ابو السعید حسن بصری علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے۔

لِسانُ الحکیم من وراء قلبه ان اراد ان یقول یرجع الیٰ قلبه فان کان له قال و لا امسك وان الجاهل قلبه فی طرف لسانهٖ لا یرجع الیٰ قلبه ما الیٰ علیٰ لسانه تکلم بهٖ

ترجمہ:۔ حکیم دانا کی زبان اس کے قلب کے پیچھے رہتی ہے جب وہ کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو اپنے قلب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر قلب نے اجازت دی تو اس نے بات کی ورنہ زبان روک لی اور جاہل کا قلب اُس کی زبان کی نوک پر ہوتا ہے وہ دل کی طرف رجوع نہیں کرتا جو کچھ اس کی زبان پر آتا ہے کہہ دیتا ہے۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر رحمٰن صاحب کھریو" فرماتے ہیں

عُرفانہٖ متو چیو دل رِنۍ زنۍ ے تھو ‏ ‏ نیبرے گۍ گرز بو دل رنۍ زِنۍ ے تھو ۔ (کشمیری)

ترجمہ: سالکوں نے مئے معرفت نوش فرمایا اور اپنے دل کو زندہ رکھا۔ عالمِ خارجی میں زبان خاموش رکھی بس اپنے دل کو زندہ رکھا۔

جو خاموشی فکر سے خالی ہے وہ غفلت اور سہو ہے اور جو فکر و تامل کے بعد بات کرتا ہے وہ سلامت رہتا ہے۔ جسکی زبان دُرست ہوئی اسکے سب اعمال دُرست ہوئے حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ صاحب

معرفت کی علامت خلق سے دوری اور خاموشی اختیار کرنا ہے۔

ابوحاتم بن عنوان اتمؒ نے فرمایا تین وقت غور کرنا لازمی ہے۔

۱) جب عمل کرو تو یاد رکھو کہ خدا ناظر ہے

۲) جب بات کرو سمجھو کہ خُدا سنتا ہے

۳) اور جب خاموش رہو تو یقین رکھو کہ خدا جانتا ہے

مرد وہ ہے جو زبان کا نگہبان رہے۔ عبادت کے دس حصّے ہیں نو حصّے تو دنیا سے دور رہنا ہے ایک حصہ خاموش رہنا ہے۔ زیادہ باتیں اسی طرح نیکیوں کو صاف کردیتی ہیں کہ جس طرح بارش کے بعد زمین صاف ہوجاتی ہے۔ کسی نے اس بارے مس کیا خوب کہا ہے۔

ژھوپہ چھے رُپہ ہنز کرکھے سونہ ہنز (کشمیری ضرب المثل)

ترجمہ: خاموشی چاندی ہے اگر اختیار کروگے تو سونا ہے۔

۴۲ - صفت خوف

محققین ارباب طریقت ارشاد فرماتے ہیں کہ خوف الٰہی منجملہ دیگر درجات عالیہ کے سالکین ذی صفات کے ایک مقام علیا کا نام ہے۔ جو سیر وسلوک میں عارفین باتمکین کو پیش آتا ہے کہ خشیت رب العزت سے ہر آن لرزاں وترساں رہتے ہیں۔ جس کا ثمرہ ان بستان مقصود کی سیر کراتا ہے کہ شاہد بے نیاز کی سرکار سے خلعت قرب واختصاص مرحمت ہوتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مَن خاف مِن الله تعالیٰ لهد یشف غیظه

(جس کو اللہ کا خوف ہوگا وہ اپنے غیظ وغضب کا خیال رکھے گا)

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وہاب صاحب کھارؒ فرماتے ہیں۔

تَس تورِ دِیتھے گُر گھسُن کیٖتھ دور کرن چھے

ترجمہ:۔ جو خوف الٰہی رکھتا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ طے کرنے کیلئے خود سواری بھیجتے ہیں

مرید کے لئے خوف اور امید ایسا ہی ضروری ہے جیسے پھلوں کے لئے سایہ اور دھوپ۔ ابو سلیمان درانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا دنیا وآخرت کے جملہ امورات کا اصل خوف رب العزت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ عبرت سے علم زیادہ ہو جاتا ہے اور تفکر سے خوف۔

یحیٰی بن معاذ علیہ الرحمۃ نے فرمایا بلند ترمنزل طالبین خوف کی ہے محبّ کو اس وقت تک جام محبت نہیں پلایا جاتا جب تک اسکا قلب بھر نہ جائے خوف الٰہی سے۔

مقام خوف یہ ہے کہ غیر خدا سے نہ ڈرے

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وہابؔ صاحب کھارؒ فرماتے ہیں۔

یُس کھوژِ ذاتس تَس کھوژِ عالم	اَدِ کونہٕ جِن ہتہ انسان

ترجمہ:۔ جس نے خوفِ خدا اختیار کیا ہو تو وہ کسی سے نہیں ڈرتا ہے خواہ وہ جن ہو یا انسان

۴۴۔ ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولا، ترکِ ترک

تب تک عبادت درست نہیں ہوسکتی جب تک دنیا کا خیال نہ چھوڑ دے۔ کیونکہ جب تمہارا ظاہر دنیا طلبی میں مشغول اور تمہارا باطن ارادت کی طرف مائل ہوتو کوئی عبادت کیونکر بجالا سکتے ہو۔ دل تو خدا نے ایک ہی دیا ہے۔ جب ایک کام میں مشغول ہوتو دوسرا کام نہیں کرسکتا۔ دنیا اور آخرت کی مثال پورب اور پچھّم کی طرح ہے جب ایک سے قریب ہوگئے تو یقیناً دوسرے سے دور ہوجاؤ گے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس عالم نے دنیا ترک کردی ہو اسکی دو رکعت نماز تمام عابدوں کی قیامت تک کی عبادت سے خُدا کے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔ جب دنیا چھوڑنے سے عبادت کا یہ مرتبہ ہوجاتا ہے تو ہر ایک طالب کا فرض ہے کہ دنیا کو چھوڑ دے۔ دنیا میں زہد کے معنی کیا ہیں۔ علماء کے نزدیک زہد کی دو قسمیں ہیں ایک وہ زہد ہے جو بندے کی قدرت میں ہے دوسرا وہ جو بندے کے اختیار سے باہر ہے۔ جس کو بندہ کرسکتا ہے وہ تین چیزیں ہیں۔

۱۔ دُنیا میں اس چیز کی طلب ترک کردینا جو اُسکو حاصل نہیں ہے۔

۲۔ اپنی ذات سے ایسی چیزوں کو دور کردینا جن کا تعلق دنیا سے ہے۔

۳۔ اپنے باطن سے دنیاوی خواہشات کا ترک کردینا ہے۔

جب بندہ زہدِ مقدور بجالاتا ہے یعنی جو میسر ہے وہ نہیں مانگتا اور جو پاس ہے اُسے دور کردیتا ہے اور اپنے دل سے اسکی خواہش بھی نکال دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے زہد غیر مقدور بھی اُسے حاصل ہوجاتا ہے یعنی اُسکا دل دنیا سے پھر جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کے نزدیک اسی کو زہد حقیقی کہتے ہیں۔ اس امر میں مشکل ترین کام دل سے دنیاوی خواہشات کا دور کردینا ہے۔

کشمیری صوفی شاعر مومنؔ صاحب نے فرمایا ہے۔

ترک ترکس یوٗ دمعنہِ بوزکھ   پیٚتی آسکھ تی روزکھ   (کشمیری)

ترجمہ:" ترک" کی باتیں تو کرتے ہو مگر اس کے معنی کو بھی سمجھے بھی ہو؟ اے سالک! اگر ترک کے معنی اور اُس کے بعد اُس "معنے" کے ترک کے معنی سُنو گے تو جہاں کے ہو وہیں کے رہ جاؤ گے۔ (یعنی عالمِ حیرانی میں بے جان بُت کی طرح پڑے رہو گے)۔ یہاں تو ایسے بھی کامل بیٹھے ہیں جنہوں نے ترک دُنیا تو کیا ترک عقبٰی بھی کر دیا اور اس طرح ترک مولا سے بھی گذر گئے۔ (وَصل کے بعد جب نہ بندہ رہا اور نہ ہی مولا تو طلب کس لئے۔)

اگر کوئی شخص ساری دنیا کی ملکیت سے ہاتھ اُٹھالے تو بھی زہد کے مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک اسکی طلب سے اپنے دل کو خالی نہ کر دے۔ کیونکہ طلب میں رغبت پائی جاتی ہے اور رغبت و زہد آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ زہد تمام نیکیوں کی بنیاد ہے اور حالات پسندیدہ اسکے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر نعمہؔ صاحب فرماتے ہیں۔

برزُھد بہ تقویٰ اے دل نہ تو ہرگز   بُلبل صفت باش بہ گلزار مَرتھ گو (کشمیری)

ترجمہ:۔ اے دل زہد و تقویٰ پر ہرگز مائل نہ ہو بلکہ بلبل کی صفت اختیار کرو جو گلوں پر عاشق ہوتا ہے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر قادر صاحب کیہنہ فرماتے ہیں۔

نے لا نے الا اللہ نے بندٕ نے مولا   کیہنہ قادرتہِ جمع یِیتہ آسہ ھو پانے

ترجمہ:۔ وہاں نہ لا ہے نہ الا اللہ، نہ بندہ ہے نہ مولا ہے، وہاں بس وہ ہے

مرید کی پہلی منزل یہی ہے کہ جڑ کو مضبوط کرے جب تک جڑ مضبوط نہ ہو گی دوسرے مقامات بھی دُرست نہ ہوں گے۔ (خراب بنیاد پر تعمیر بھی خراب ہو گی) دنیا میں جس کا نام زاہد مشہور ہو گیا اُس نے ہزاروں نیک نامیاں پائیں اور جس کے نام کے ساتھ رغبت منسوب ہو گئی اُس نے ہزاروں ناپسندیدہ نام اختیار

کر لئے۔ زاہد دنیا میں مسافر ہوتا ہے اور عارف عقبیٰ میں مسافر ہوتا ہے۔ زہد کے تین طریقے ہیں:۔

☆ ایک حرام چیزوں کا چھوڑ دینا یہ عوام کا زہد ہے۔

☆ دوسرے وہ حلال جو فضولیات میں داخل نہیں ہیں ان کا ترک کرنا یہ خواص کا زہد ہے۔

☆ تیسرے اُن چیزوں کا ترک کرنا جو بندے کے دھیان کو خُدا سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کرے یہ عارفوں کا زہد ہے۔

خداوند تعالیٰ نے تمام برائیوں کو ایک خانے میں رکھا جس کی کنجی دنیا کی محبت ہے اور تمام نیکیوں کو اس خانے میں جمع کر دیا جس کی کنجی ترکِ دنیا ہے۔ جب تک تم حد سے بھرے ہوئے جسم اور اپنی ناپائدار ہستی کے گرد پھرو گے بات نہیں بنے گی کیونکہ ریشم کا کیڑا جب اپنے چاروں طرف گھوم کر ریشم کا گچھ بناتا ہے اور سانس بند کر کے اس کے اندر قید ہو جاتا ہے اور جان کی بازی لگا دیتا ہے تب کہیں جا کر ریشم پیدا ہوتا ہے۔ ذرا تم بھی تو اپنے نفس کی اندھیری کوٹھری سے باہر آ ؤ۔ امید و خوف کے کعبہ کا طواف کرو اور زہد و ترک جاہ کی منزل میں بیٹھ جاؤ تا کہ کل جب قیامت کے میدان میں معرفت کے انوار لے کر سامنے آؤ تو دوزخ کو بھی برداشت کی طاقت نہ ہو اور تم سے فریاد کرنے لگے اور کہے۔ اے مومن جلدی سے گذر جا، کیونکہ تیرا نور میرے شعلوں کی لپک کو ٹھنڈا کر رہا ہے۔

ایک بزرگ اکثر کہا کرتے تھے کہ نماز، روزہ، اور وظائف کی دیگ کو ضرورت ہے لیکن اصلی چیز گوشت ہے جب گوشت ہی نہ ہوگا تو مصالحے کیا کام آئیں گئے۔ گوشت ترک دنیا ہے اور نماز، روزہ، وظائف مصالحہ جات ہیں اس لئے مرد مومن کو لازم ہے کہ پہلے ترک دنیا کرے اور کسی چیز سے تعلق نہ رکھے پھر نماز، روزہ ، اور دوسرے وظائف میں مشغول ہو تو کوئی خطرہ نہیں۔ مگر اس حالت میں کہ دل دنیا سے لبریز ہو تو عبادت اور وظائف سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

کسی درویش نے حضرت نظام الدین اولیاؒ سے عرض کیا۔ ترک دنیا کیا ہے؟ جواب میں حضرت محبوب الٰہیؒ

نے فرمایا کہ میرے ایک دوست خواجہ محمود ہیں۔ وہ ایک دن راستے میں جارہے تھے کہ انہوں نے ایک درویش کو دیکھا جو اپنے فقر کے لئے فاقہ کشی میں مبتلا تھا۔ اکثر اوقات بھوکا رہنے کے باعث اس کا پیٹ کمر سے جالگا تھا۔ درویش کو محمود نے ایک سکّہ دینا چاہا۔ درویش نے جواب دیا آج میں نے جنگلی پھل جی بھر کے کھایا ہے اور روز ہی کی طرح سے آج کے لئے استغنٰی حاصل کرلیا ہے اس لئے اے خواجہ مجھے اس سکے کی حاجت نہیں۔ کسی ضرورت مند کو دے دو۔ یہ سنانے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا۔ یہ ہے صبر اور یہ ہے قناعت اور اسی صبر وقناعت کو ترک دنیا کہتے ہیں۔

ترک دنیا کا اصلی مطلب یہ ہے کہ اپنی طبیعت کو کسی شے کی جانب مائل نہ ہونے دے۔ ترکِ عقبٰی کا مطلب ہے کہ آخرت کی فکر عارف یا عاشق ترک کردے اور جنت وجہنم، ثواب وگناہ کا خیال دل سے نکال دے اور محض عشقِ یار کو اپنا مطلوب ومقصود تصور کرے۔ ظاہری عبادت کو منزِل مقصود نہ سمجھے اور دُنیا میں رہتے ہوئے دنیا وآخرت سے منہ موڑے۔ اسکے بعد ترکِ مولا اور ترکِ ترک کا راز مرشد کامل ہی فاش کرسکتا ہے۔

۴۵۔ فنا و بقا

محققین ارباب طریقت نے ارشاد فرمایا ہے کہ فنا سے عدم شعور مراد ہے جو بواسطہ ظہور ہستی حق ہو اور جس حالت میں اپنی بے شعوری سے بھی بے شعوری ہو جائے تو اس کو فنا فی الفنا کہتے ہیں۔

فنا زوال لذّات وحظوظ دنیوی اور بقا رغبت اخروی کو کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ فنا سے مفاد دنیا اور اغراض اُخروی سے انقطاع قطعی اور بقا سے کلیتہً رغبت حق مراد ہے یہ تعریف بمقتضائے صدق محبت کی گئی ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن شیبان قریشی علیہ رحمتہ نے فرمایا فنا و بقا کا علم وحدانیت کو خالص کرنے اور عبودیت کو درست کرنے میں منحصر ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ محض مغالطہ ہے۔

شیخ علی بن وہابؒ نے فرمایا۔ ابدی بقا اس میں ہے کہ اپنے آپ سے فنا ہو جائے کبھی کسی عاقل نے مشاہدے سے لذت نہیں اُٹھائی۔ کیونکہ حق کا مشاہدہ ایسی فنا ہے کہ جس میں لذت ہے نہ لذت پانا نہ مزہ لینا۔ اور بقا حضور حق تعالیٰ ہے۔ حضور حق تعالیٰ سے جو اپنی مراد سے فنا ہوا وہ مراد حق کے ساتھ باقی ہوا۔ خود کو خدائے تعالیٰ کے ساتھ دیکھنا وفا ہے۔ اور خدا کو اپنے ساتھ دیکھنا فنا ہے۔ اور خدا کو دیکھنا اور خود کو نہ دیکھنا وفا ہے۔ اور خدا کو اپنے ساتھ دیکھنا فنا ہے۔ اور خدا کو دیکھنا اور خود کو نہ دیکھنا بقا ہے۔ اگر تو اپنی ہستی سے فنا ہو جائے تو اُس وقت تو ہی تو ہے۔ جس نے وجود کو پایا وہ ہر موجود سے فنا ہو گیا اور جو وجود کے ساتھ ہوا اسکے لئے ہر موجود ثابت ہے۔ جو فنا میں فنا ہوا اور بقا میں باقی رہا۔ فنا بھی ایک حجاب ہے مگر اُسی صورت میں کہ باطل بھی فنا ہو۔ جیسا کہ بعض نے کہا ہے کہ اُس نے موسیٰؑ کو موسیٰؑ سے فنا کیا۔ یہاں تک کہ وہ متکلم ہوا۔ حضرت وارث پاکؒ نے صحیح فرمایا ہے کہ حق کو حق سے پہچاننا چاہئے اور فنا کو فنا سے اور بقا کو بقا سے۔ بقا تو بقا کے ساتھ ہوتی ہے اور بقا آنکھ جھپکنے کی طرح ہوتی ہے۔ جب بندہ حق میں محو ہو جاتا ہے اس وقت زبان نامحرم ہو جاتی ہے۔

۴۶۔ روح حق

اس اصطلاح کی تشریح میں کئی الفاظ کا استعمال ہوا ہے جو کہ دیگر مذاہب کی کتب میں وارد ہوئے ہیں۔

اصل بشارت میں لفظ "احمد" موجود تھا کبھی اس کا ترجمہ "روح القدس" کر دیا گیا۔ کہیں معین و مددگار لکھا گیا۔ کہیں اس لفظ کو شافع اور کہیں روح حق کا معنی کر دیا گیا۔ یہ سارے الفاظ بائبل کے مختلف مقامات پر آئے ہیں۔ یہ سارے کے سارے "محمد" اور "احمد" کے معنی کے قریب قریب پائے جاتے ہیں۔

انجیل برناباس باب نمبر ۱۷ کی عبارتیں اس طرح کی ہیں۔ "لیکن میرے بعد وہ ہستی جو تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کیلئے آب و تاب ہے اور پہلے انبیاء نے جو باتیں اُن کے بارے میں فرمائی ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے"

یہی انجیل برناباس باب نمبر ۸۲ عیسیٰؑ کا ارشاد ہے "میں تو فقط اسرائیل کے گھرانے کی نجات کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جو مسیحا تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہاں کیلئے مبعوث فرمائے گا اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کی تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں کے باعث ساری دُنیا میں اللہ کی پرستش کی جائے گی اور اس سے راحت نصیب ہوگی اور بلکہ میرا اطمینان تو اس رسولؐ کی تشریف آوری سے ہوگا جو میرے بارے میں تمام جھوٹے نظریات کو نیست و نابود کر دے گا۔ اس کا دین پھیلے گا اور سارے جہاں کو اپنی گرفت میں لے لے گا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیمؑ سے اس طرح کا وعدہ کیا ہے۔"

آپ کے بعد کوئی اور نبی آئے گا تو آپ نے یعنی برناباس نے جواباً کہا آپ کے بعد کوئی سچا نبی نہیں آئے گا البتہ کثرت سے جھوٹے نبی آئیں گے۔ جنہیں شیطان کھڑا کرائے گا اس کے بعد پھر سوال کیا گیا اس مسیحا کا نام کیا ہوگا جواب میں فرمایا اس کا نام قابل تعریف ہے اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا فرمایا اور آسمان کی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتظار کر میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا فرمایا ہے ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بیشمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور جب میں

تجھے دُنیا میں بھیجوں گا تو رسول بن کر آپ کی بات سچی ہوگی آسمان وزمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہوسکتا۔اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر فقیر رحیمؒ صاحب فرماتے ہیں ۔

اول آخر چھ آنسرور   حیات النبیؐ سر کر

رٔحیم فقیر وغم مہ بر   چیانہ حیا تک چھم قسم (کشمیری)

ترجمہ:۔اوّل وآخر حضرت محمدؐ ہی ہیں اُن کی حیاتِ مقدسہ کی تحقیق کر۔اے رحیم صاحب آپ کو کس بات کا غم ہے،حیاتِ نبیؐ ابتداء تا انتہا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اپنے حواری (برناباس) سے اپنے آخری حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میرے قتل کی سازش کی جائے گی چند ٹکوں کے عوض میرا ایک حواری مجھے گرفتار کروائے گا لیکن وہ مجھے پھانسی نہیں دے سکیں گے اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے اُٹھائے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکہ کیا اُس کو میرے بجائے سولی پہ چڑھا دیا جائے گا۔

حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں میں سات آٹھ سال کا تھا میں نے ایک یہودی کو ٹیلہ پر چلاتے دیکھا وہ یہود کو بلا رہا تھا جب یہود آ گئے تو انہوں نے کہا تجھے کیا ہو گیا اس نے کہا وہ ستارہ طلوع ہو گیا جو "احمد" کی ولادت سے وابستہ ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو حضورؐ کی ولادت سے آگاہ کر دیا گیا تھا اور حضرت موسیٰؑ نے وہ نشانی اپنی قوم کو بھی بتا دی تھی۔آپ نے فرمایا تھا وہ ستارہ جو تمہارے نزدیک "کلات" نام سے مشہور تھا جب وہ اپنی جگہ سے حرکت کرے تو سمجھ لو کہ آخر الزمان نبیؐ کی پیدائش کی علامت ہے۔(تورات شریف)

اور یہ خبر بنی اسرائیل میں اچھی طرح پھیل چکی تھی۔علماء بنی اسرائیل اس خبر پر تبصرہ کرتے اور لوگوں کو آگاہ کرتے۔ (سیرۃ النبویہ صفحہ ۴۸ جلد ۱)

۴۷۔ حضور ﷺ کا حلیہ مبارک

ابو معبد نے اُمِ معبد سے کہا وہ شخص جو ہمارے اجڑے گھر کو آباد کر گیا اور ہماری بدحالی کو خوش حالی میں بدل گیا کچھ اس کا حلیہ مبارک بتا تو امّ معبد نے یہ بتایا۔

پاکیزہ کشادہ چہرے والا، پسندیدہ عادات والا، صاحب حُسن و جمال، سیاہ آنکھوں والا، لمبے اور گھنے بالوں والا، اداؤں میں رعب، سیاہ گھنگریالے بالوں والا، خاموش، وقار کے ساتھ چلنے والا، دور سے دیکھنے میں دل کو بھانے والا، قریب سے دیکھنے میں دل کو لُبھانے والا، نہایت شیریں میٹھی گفتگو کرنے والا، واضح الفاظ والا، نہ کلام میں کمی بیشی نہ چالاکی، گفتگو موتیوں کی طرح، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آئے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرے، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، حسین منظر والا، قدر دان، رفیق ایسے کہ ہر وقت گرد و پیش رہیں، جب وہ کچھ کہتا تو چُپ چاپ لوگ سنتے ہیں، جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کیلئے وہ جلدی کرتے ہیں، وہ مخدوم ہے وہ مطاع ہے، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔ (مدینۃ الرسول ص ۷۰ ج ۱)

آپکی تعریف و ثنا میں کوئی شخص کیا کہہ سکتا ہے۔ آپ کی تعریف و ثنا تو اللہ نے بھرپور کی۔

۴۸۔ معجزہ معراج النبی ﷺ

حضور ﷺ کو مکی زندگی میں کتنے دُکھ اور مصائب برداشت کرنے پڑے۔ دشمنوں کی کثرت، طائف کے مصائب، شعب ابی طالب کی تنگی۔ سوشل بائیکاٹ، اپنوں کی بیگانگی اس عرصہ میں ایسا کون سا دُکھ تھا جو نہ آیا۔ کونسی ایسی مصیبت تھی جس نے گھیر انہیں ڈالا مگر پھر بھی حضورؐ کی پیشانی مبارک پر نہ کوئی بل پڑا، نہ چہرہ کا رنگ بدلا، نہ ہی مایوسی چھائی، نہ ہی کسی کیلئے بد دُعا کو ہاتھ اُٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبیؐ (محبوب) پاک کیلئے عزت و سرفرازی، قدر و منزلت کے دروازے کھول دیئے۔ ہجرت کے تین سال قبل معراج کرائی گئی۔ (فتح الباری، ص ۱۵۴ جلد ۷)

شق القمر، ردالشمس، حبس الشمس کے معجزات کی طرح معراج النبیؐ بھی معجزہ ہے۔ اس عظیم معجزہ کا ظہور رجب المرجب شریف کی ستائیسویں (۲۷) ۱۰ نبوی کی شب کو ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی الذی برکنا حولہٗ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیرo

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ محمد ﷺ کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی تاکہ نشانیاں دکھائی جاسکیں۔ بیشک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اس سفر مقدس کے تین نام ہیں۔ اسراء، معراج، اعراج (فوائد الفواد خواجہ انظام الدینؒ) اس سفر مقدس کی منزلیں بھی تین ہیں۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ مسجد اقصیٰ سے سدرہ تک سدرہ سے عرش اعلیٰ تک۔ اس سفر مقدس کے مسافر کی حیثیتیں بھی تین ہیں۔ شان بشریت، شان ملکیت، شان حقیقت اس سفر مقدس سے سواریاں بھی تین ہیں۔ براق، سیڑھی، رفرف۔

حدیث صحیح میں منقول ہے کہ ایک رات حضورؐ حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں آرام فرماتے تھے یکا یک حضرت جبرائیل امینؑ اترے آپکے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے جو آپکو مسجد حرام میں لے گئے اور ایک سونے کا طشت

لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگائی گئی اور آپکے سامنے براق لایا گیا۔ وہ براق سفید رنگ برق رفتار تھا۔ حضورؐ پاک اس پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ پہنچ گئے۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ حضورؐ سوار ہوئے تو جبرائیل آپ کے پیچھے تھے۔ (باب المعراج)

معراج کو مندرجہ ذیل صحابہ نے بیان کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ، مولا علیؑ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، صابر انصاریؓ، ابوایوب انصاریؓ اور عائشہ صدیقہؓ، اسکے علاوہ اور بھی کچھ صحابہؓ نے بیان کیا تھا۔ اس حدیث معراج میں جو شقِ صدر کا ذکر ہے۔ اس میں کئی حکمتیں ہیں کہ قلب انور میں فی الفور قوت پیدا ہو جائے کہ آسمانی مشاہدات اور دیدار الٰہی میں کسی قسم کی دقت پیدا نہ ہو حضورؐ کے قلب مبارک کو جسم مبارک سے باہر نکال کر رکھا جانا اور ان پر موت کا طاری نہ ہونا بھی کمالات نبوت سے ایک ہے۔ دل نکالا گیا ہے مگر خون کے بہنے کا کسی حدیث میں ذکر نہیں۔

خون کا بہنا بشریت اور شقِ صدر میں بہنا نورانیت کی دلیل ہے۔ شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔ دورانِ سفر میرا گذر ایک ایسی زمین سے ہوا جس زمین میں کھجور کے درخت بہت ہی تعداد میں تھے۔ حضورؐ سے یہاں پر جبرائیلؑ نے کہا یہاں اتر کر نماز نفل ادا کیجئے یہ یثرب (مدینہ منورہ) ہے جہاں آپ ہجرت فرمائیں گے۔ پھر وہاں سے آگے کا سفر شروع ہوا ایک مقام پر جبرائیلؑ نے کہا یہاں اتر کر نماز پڑھیے آپ نے وادی سینا میں شجر حضرت موسیٰؑ کے پاس نماز پڑھی۔ اِسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا تھا۔ پھر وہاں سے آگے چلے پھر جبرائیلؑ نے کہا یہاں بھی اتر کر نماز پڑھیں یہ حضرت شعیبؑ کا مسکن تھا۔ پھر آگے چلے تو جبرائیل امینؑ نے کہا یہ بیت اللحم ہے یہاں بھی نماز پڑھ لیں۔ یہاں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی تھی۔ (خصائص کبریٰ، ص ۱۵۸، جلد ۱)

آگے چل کر حضورؐ فرماتے ہیں میرا گذر ایک مقام پر ہوا جہاں سے خوشبودار ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ جبرائیلؑ نے کہا یہ جنت کی خوشبو ہے اور بعد از ان ایسے مقام پر گذر ہوا جہاں سے بدبو آ رہی تھی۔ جبرائیل امینؑ نے کہا یہ جہنم کی بدبو آ رہی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا میرا ایسے مقام سے گذر ہوا جہاں لوگوں کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو غیبت کرتے تھے۔ اور ایک شخص کو دیکھا جو نہر میں تیر رہا تھا اور پتھر کا لقمہ بنا بنا کر کھا رہا تھا جبرائیل امینؑ نے بتایا یہ سود خور ہے۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں براق پر سوار جا رہا تھا ایک جماعت پر گذر ہوا انہوں نے مجھے سلام پیش کیا۔ السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر الزمان، السلام علیک یا حاشر آپکو سلام کہنے والے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ تھے۔ (خصائص کبریٰ، ص ۱۵۵، جلد ۱)

حضورؐ فرماتے ہیں پھر میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جو ایک دن میں زمین پر بیج ڈالتے اور اُسی دن کاٹ لیتے ہیں پھر وہی کھیتی اس طرح جیسے پہلے تھی ہو جاتی۔ جبرائیل امینؑ نے بتایا یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ ان کی ایک نیکی سات سو (۷۰۰) نیکیوں سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ لوگ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اللہ انہیں بہت کچھ اس کے بدلے میں عطا کرتا ہے۔ پھر رسول اللہؐ کا گذر ایک ایسی قوم سے ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے۔ کچلے جانے کے بعد پھر وہ پہلے کی طرح ہو جاتے تھے۔ پھر کچلے جاتے تھے۔ جبرائیل امینؑ نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں کی ادائیگی میں سستی کرتے تھے اور بے نیاز رہتے تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک ایسی قوم پر ہو جن کی شرم گاہوں پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ اونٹ اور بیل کی طرح چرتے تھے۔ کانٹے اور جہنم کے پتھر کھاتے تھے۔ جبرائیل امینؑ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ حضورؐ فرماتے ہیں پھر میرا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں اچھا خوشبودار پکا ہوا گوشت اور دوسری ہانڈی میں کچا بدبودار گوشت ہے مگر وہ لوگ کچے اور بدبودار گوشت کے کھانے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اچھے پکے ہوئے گوشت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جبرائیل امینؑ سے معلوم ہوا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی حلال طیب بیوی کے ہوتے ہوئے زانیہ فاجرہ کے ساتھ رہتے تھے یا یہ وہ عورتیں ہیں جو شوہر سے ہٹ کر زانی بدکردار کے ساتھ رات بسر کرتی تھیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں پھر میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جو سرراہ واقع ہے اوپر سے گذرنے والی ہر شے انکو پھاڑ دیتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو راستوں پر چھپ کر بیٹھتے، آنے جانے والوں کو لوٹتے ہیں حضورؐ فرماتے ہیں پھر میرا گذر ایسی قوم پر ہوا جس نے لکڑیوں کا بھاری گھٹا جمع کر رکھا تھا اٹھانے کی ہمت نہیں تھی جبرائیل امینؑ نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جن پر حقوق اور امانتوں کا بوجھ ہیں مگر ادا نہیں کرتے۔

حضورؐ فرماتے ہیں پھر میرا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں لوہے کی قینچیوں سے کاٹی جارہی ہیں جب کٹ جاتی ہیں تو پھر پہلے کی طرح ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ جبرائیل امین نے بتایا حضورؐ یہ آپکی امت کے خطیب اور واعظ ہیں جو اچھے کاموں کا حکم لوگوں کو دیتے تھے مگر خود نہیں کرتے تھے۔ (خصائص کبریٰ)

حضورؐ نے بیت المقدس میں امامت فرمائی

بیت المقدس میں پہنچ کر جبرائیلؑ نے حضورؐ کے براق کو ایک پتھر میں سوراخ کر کے باندھ دیا۔ اسکے بعد حضورؐ اور جبرائیل امینؑ دونوں مسجد شریف میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) ادا کی (خصائص کبریٰ، ص ۱۶۷، جلد ۱) مسجد میں انبیاءؑ تشریف لا چکے تھے۔ اور سب کے سب حضورؐ کے دیدار کیلئے منتظر تھے (زرقانی، ص ۴۴، جلد ۲) کچھ دیر کے بعد مؤذن نے اذان دی پھر تکبیر کہی پھر صف بندی ہوگئی اور سب انبیاء مرسلین نے حضورؐ کے پیچھے نماز ادا کی۔ (خصائص کبریٰ، ص ۱۵۱، جلد ۱)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آسمان سے فرشتے بھی آئے حضورؐ نے انبیاء کو اور سب فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

(زرقانی، ص ۵۰، جلد ۴) اور تمام انبیاءؑ نے اپنے اپنے انداز میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی حمد بیان کی۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہؑ نے ان الفاظ میں اللہ کی حمد بیان کی "اس ذات کو حمد ہے جس نے مجھے خلیل بنایا اور امام و پیشوا بنایا اور آگِ نمرود کو مجھ پر ٹھنڈا کیا"

سیدنا موسیٰ کلیم اللہؑ نے ان الفاظ میں حمد باری تعالیٰ کی۔ "اس ذات کی حمد ہے جس نے مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور قوم فرعون کی تباہی اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی۔"

سیدنا داؤدؑ نے ان الفاظ میں حمد فرمائی " حمد ہے اس ذات بابرکت کی جس نے مجھ کو عظیم ملک بخشا اور زبور سکھائی لوہے کو میرے ہاتھ میں نرم کیا میرے ساتھ تسبیح پڑھی اور مجھ کو علم و حکمت سے نوازا"

سیدنا سلیمانؑ نے اس طرح حمد کی " اس ذات پاک کو حمد ہے جس نے ہوا، جنّات، شیاطین کو میرے لئے مسخر کر دیا کہ میرے حکم پر چلیں اور پرندوں کی بولی سکھائی اور ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کیلئے مناسب نہ ہوگی۔"

سیدنا عیسیٰؑ نے ان الفاظ میں حمد فرمائی "مجھے حضرت آدم کی طرح بغیر باپ پیدا کیا، مردوں کو زندہ کرنے، اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے کیلئے تورات اور انجیل کا علم دیا۔ مجھ کو اور میری ماں کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا۔ مجھ کو آسمان پر اٹھایا اور کافروں کی صحبت سے پاک رکھا۔"

اس مقدس محفل کے اختتام پر حضور سید عالمؐ نے اپنا صدارتی خطبہ اس طرح ارشاد فرمایا

اور نے ان الفاظ میں حمد فرمائی۔ "حمد ہے اس ذات پاک کو جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا اور تمام عالم کیلئے بشیر و نذیر بنایا مجھ پر قرآن شریف نازل فرمایا۔ جس میں ہر شے کا کھلا بیان موجود ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میری امت کو اولین و آخرین بنایا۔ میرے سینہ کو کھولا۔ میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھے فاتح بنایا"

جب اپنے صدراتی خطبہ سے فارغ ہو گئے تو سیدنا ابراہیمؑ نے فرمایا کہ انہیں کمالات و فضائل کی وجہ سے محمدؐ سب سے بڑے نظر آئے۔ (خصائص کبریٰ، ص ۱۷۳، جلد ۱)

جب حضورؐ مسجد شریف سے باہر تشریف لائے تو آپ کو تین پیالے پیش کئے گئے ایک پیالہ پانی، دوسرا دودھ، تیسرا شراب سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ پسند فرمایا۔ جبرائیل امین عرض کرتے ہیں کہ آپ نے دین فطرت کو اختیار فرمایا۔ اگر آپ شراب کے پیالے کو پسند کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور اگر آپ پانی کے پیالے کو پسند کرتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔ (زرقانی شرح مواہب، ص ۴۷، جلد ۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب میں بیت المقدس میں مجلس سے فارغ ہوا تو میرے سامنے ایک سیڑھی لائی گئی اس سے زیادہ حسین شے میں نے کوئی نہیں دیکھی۔ جبرائیل امینؑ نے مجھے سیڑھی پر چڑھایا یہاں تک کہ میں آسمان کے ایک دروازے تک پہنچا۔ سیڑھی کی حقیقت خدا جانے یا مصطفےٰؐ جانے۔ روایت ہے کہ دستگیر دو جہاں نے آپؐ کو اپنے شانہ مبارک پر چڑھایا اس بارے میں صوفی شاعر وہاب صاحب کھار نے اشارہ دیا " شانِ دارس دستگیرن"

ترجمہ: غوث اعظمؒ نے حضورؐ کو اپنے شانوں پر چڑھایا۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ آسمان اول پر پہنچ کر جبرائیل امینؑ نے دروازے پر دستک دی دربان نے پوچھا تیرے ساتھ کون ہے جبرائیل امینؑ نے کہا محمدؐ۔ پھر فرشتے نے پوچھا کیا انہیں پیغام دیکر بلایا گیا ہے۔ جبرائیل امینؑ نے کہا ہاں فرشتوں نے مَرحبا کہا اور دروازہ کھول دیا آسمان پر گئے تو ایک بزرگ شخصیت کو دیکھا جبرائیل امینؑ نے کہا انہیں سلام کہئے یہ سیدنا آدمؑ تھے۔ آدمؑ کے دائیں بائیں کچھ صورتیں دیکھیں۔ دائیں والے مومن تھے۔ بائیں والے کفار تھے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آدمؑ کے دائیں دروازے سے خوشبو اور بائیں دروازے سے بدبو آتی تھی۔ (زرقانی، ص ۶۰، جلد ۶)

دوسرے آسمان پر گئے یہاں حضرت یحییٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ ان سے سلام فرمایا تو انہوں نے جواب دیا۔ پھر تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے دروازہ کُھلوایا وہاں پر حضرت یوسفؑ سے ملاقات ہوئی پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں پر حضرت ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔ پھر پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے وہاں ہارونؑ سے ملاقات ہوئی۔ چھٹے آسمان پر موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ پھر ساتویں آسمان پر گئے تو وہاں پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بیت المعمور پر پشت لگائے بیٹھے ہیں۔ جبرائیل امینؑ نے عرض کی انہیں سلام فرمائیں حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ پھر ساتویں آسمان پر سے اُوپر سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔

حضورؐ نے فرمایا میں جنت میں گیا وہاں وہ تمام نعمتیں تھیں جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی نہ کسی کان نے سنی ہے۔

حضورؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ میں جنت میں گیا وہاں میں نے اپنے آگے تیرے جوتوں کی آواز سُنی جو کمالات نبوت سے ایک ہے۔

امام سلطانیؒ فرماتے ہیں جب عرش سے گذر ہوا تو عرش دامنِ محبوب سے لپٹ گیا۔

حضرت ابو سعید حذریؓ فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ کے بعد حضورؐ کو جنت کی طرف لے جایا گیا اور جنت کی سیر کرائی گئی پھر جہنم دکھلائی گئی۔

بخاری و مسلم کی روایت میں اس طرح ہے فرمایا کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک گیا جہاں عجیب و غریب رنگ دیکھے۔ پھر جنت میں داخل کیا گیا تو اس کے گنبد موتیوں کے تھے اور مٹی مشک تھی۔

(فتح الباری، ص ۱۴۹، جلد ۷)

حضورؐ فرماتے ہیں اسکے بعد مجھے ایسے بلند مقام پر لے جایا گیا جہاں پر قضا و قدر کے قلم مصروف کتابت تھے۔ فرشتے احکام خداوندی کو لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔ (زرقانی، ص ۸۸، جلد ۹)

اس مقام کو مقام صریف الاقلام بھی کہا جاتا ہے اور یہ مقام سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہے۔

حضورؐ نے اس کا بھی مشاہدہ فرمایا۔

سدرۃ المنتہیٰ تک حضورؐ پہنچے تو جبرائیل رک گئے۔ معذرت کی، آگے بڑھوں تو تجلیات ربانی جلا دیں گی۔ آگے بارگاہ قدس تک پہنچنے کیلئے آپ کو رفرف (سبز مخملی مسند) پیش ہوئی۔ اس پر سوار ہوئے۔

شہاب خفاجی فرماتے ہیں کہ رفرف سبز مخملی مسند ہے۔ رفرف کا لفظ قرآن شریف میں ہے۔ جنتی رفرف پر تکیہ لگائے ہونگے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے بھی ایک روایت ملتی ہے حضورؐ فرماتے ہیں میرے لئے آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور میں نے نور اعظم کو دیکھا اور پردہ میں سے موتیوں کی ایک رفرف (مسند) کو دیکھا۔

امام شعرانی فرماتے ہیں اس عالم انوار کے سفر میں حضورؐ کو ایک وحشت گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ یہ

گھبراہٹ آپؐ کے معراج جسمانی ہونے کی دلیل ہے اگر یہ معراج روحانی ہوتی تو یہ صورت نہ ہوتی۔

(المواقیت والجواہر،ص ۳۵،جلد۲)

المواقیت اسی مقام پر ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی آواز محسوس ہوئی کہ حضورؐ اپنے یارِ غار کی مانوس آواز سے مطمئن ہوں۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہے اپنے بندے کو نواز دے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کیا حضورؐ نے معراج کی شب اپنے رب قدوس کو دیکھا تو انہوں نے جواب دیا۔ ہاں دیکھا ہے زیارت کی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے ان کے اس قول کو بلاچوں وچراوشک وشبہ تسلیم کیا۔ امام ترمذیؒ کی روایت ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا حضورؐ نے اپنے رب کی زیارت کی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ کیا حضورؐ نے اپنے رب کی زیارت کی ہے تو آپؐ نے فرمایا دیکھا ہے۔ دیکھا ہے، دیکھا ہے اس فقرہ کو اتنی دیر تک دہراتے رہے کہ سانس ختم ہوئی۔ (روح المعانی)

جب حضورؐ کو مقام خاص سے نوازا گیا تو وہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مندرجہ ذیل ارشادات سے نوازا ہے۔

میں نے تجھے اپنا خلیل وحبیب بنایا اور تمام لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ تیرا سینہ کھول دیا۔ تیرا بوجھ اتارا، تیری آواز کو بلند وبالا کیا۔ میری توحید کے ساتھ تیری رسالت اور عبدیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تیری امت کو بہترین امت بنایا۔ شرف اور فضل کے لحاظ سے اولین ظہور اور وحد کے لحاظ سے آخرین بنایا۔

آپ کی امت میں سے کچھ لوگ ایسے بنائے ہیں جن کے دل اور سینہ میں اللہ کا کلام لکھا ہوگا۔

آپ کو سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا کیں۔ آپ کو حوضِ کوثر عطا کیا اور آٹھ چیزیں آپ کی امت کو دیں۔

اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، صوم رمضان، نیکی کا حکم کرنا اور بُرائی سے روکنا آپکو فاتح اور خاتم بنایا۔

معراج کی شب بے پناہ عنایات الٰہیہ میں اہم حکم پچاس نمازوں کا بھی ہے جس کی تفصیل کتب احادیث میں ملتی ہے۔

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضورؐ حضرت موسیٰؑ کی درخواست پر بار بار حاضر ہوتے رہے، پانچ پانچ معاف ہوتی رہیں۔ پھر جب پانچ رہ گئیں تو حضرت موسیٰؑ نے عرض کی پھر جایئے تو حضورؐ نے فرمایا اب اس کام کے لئے جاتے مجھے شرم آتی ہے آواز آئی کہ میرے محبوب یہ تعداد میں پانچ ہیں مگر ثواب میں پچاس۔ (مسلم، ص ۹۱، جلد ۱)

پیار کا انداز ہے محبوب بار بار مانگ رہا ہے مُحب بار بار دے رہا ہے۔ معراج کی رات حضورؐ سے پوچھا گیا آپ کون سا لقب پسند کرتے ہیں۔ عرض کی اے اللہ میں صفت عبدیت کو پسند کرتا ہوں۔

یہ معجزہ معراج روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہے۔ صحابہ کی بہت بڑی تعداد کا بھی یہی موقف ہے۔ ان میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت مالک بن صعصعؓ، ابن مسعودؓ شامل ہیں۔ تابعین تبع تابعین شمار سے باہر ہیں۔

مسئلہ معراج کا دونوں مسجدوں، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ سے تعلق بنایا ہے۔ ان دونوں مسجدوں سے حضورؐ نے برکات لیں اور انہیں دیں۔

مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی امامت، قیادت و سیادت کی واضح دلیل ہے۔

معراج شریف کا آنا جانا نماز عشاء کے بعد اور نماز فجر سے پہلے تک کے درمیانی وقت میں ہے، نماز فجر سے قبل واپس آکر مکہ مکرمہ شریف میں پڑھی ہے۔ حضورؐ کے سینہ پاک کو چاک کرنے اور اس سے دل پاک کو نکال کر باہر رکھنے میں حضورؐ پر موت طاری نہیں ہوئی۔

حضرت عیسیٰؑ کی ملاقات میں اشارہ ہے کہ قرب قیامت آکر شریعت محمدیہؐ کو جاری فرمائیں گے۔

حضورؐ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا چونکہ آپ معمار کعبہ ہیں۔ اور بھی بہت اشارے تمام انبیاء کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

ابن منیر فرماتے ہیں سات آسمانوں تک سات معراجیں ہوئیں آٹھویں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی۔

نویں معراج سدرۃ المنتہیٰ سے مقام صریف اقلام تک ہوئی۔

مسجد اقصیٰ اور آسمانوں پر انبیاء کی ملاقاتیں دلیل ہیں کہ انکے اجسام مقدسہ کو مٹی نہیں کھا سکتی۔

معراج کی رات فرشتوں کو مختلف حالات میں دیکھا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں ہے معلوم ہوا نماز جامع عبادت ہے۔ جس میں فرشتے بھی شریک ہیں۔

حضورؐ نے معراج میں اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور دل کی آنکھوں سے بھی دیکھا۔

(خصائص کبریٰ، ص ۱۶۱، ج ۱)

حضورؐ نے جنت میں بلالؓ کے جوتوں کی آواز سنی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک وقت میں جسم دو مقامات پر ہوسکتا ہے۔

(المواقیت، ص ۳۶، جلد ۲)

حضورؐ اللہ کے عبدِ خاص الخاص ہیں۔ جن کا کرنا خدا کا کرنا ہے۔ حضورؐ نے بلا حجاب اپنے رب قدوس کی زیارت کی، شب معراج کا یہ واہمہ بھی ختم ہوگیا کہ اپنے رب سے بات کہنے کے لئے جبرائیلؑ کے محتاج ہیں، جبرائیلؑ نے عرض کی حضورؐ میری خواہش ہے جب آپ کی امت پُل صراط سے گذرے تو اسکے نیچے پر بچھا دوں تا کہ وہ آسمان سے گذر جائے۔

(روح البیان، ص ۲۳، ج ۵)

واپسی پر جو تحائف دیئے گئے اُن میں سے ایک پنجگانہ نماز ہے۔ التحیات میں تجلیاتِ معراج کی جھلک ہے۔ حضورؐ نے رب کو دیکھا یہ اُن کی معراج ہے۔

حضورؐ کی بارگاہ تک پہنچ جانا مومن کی معراج ہے۔ التحیات میں جھلک پائی جاتی ہے۔ نماز میں غیر کو بلانا نماز کو توڑ دینا ہے۔ مگر حضورؐ کو خطاب سے سلام واجب ہے۔

۴۹۔ معراج نبی ﷺ

معراج، اللہ نے کسی پیغمبر کو نہیں دی۔ اللہ نے محمد ﷺ کے لئے چار چیزیں چھپا کر رکھی ہیں۔ جبرائیل محمد صلّی علیہ وسلّم کے پانچ تن سنوار کر ساتھ ایمان کے اوپر لائے معراج کے لئے، جبکہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے صاف انکار کر دیا تھا کہ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ معراج میں جوں جوں آپ ﷺ عرش پر چڑھتے گئے۔ پہلے ناسوت کی منزل آئی ذرہ ذرہ درخشان (چمکتا) تھا۔ وہاں سے آگے بڑھے تو مقام ملکوت کی سیر کی۔ یعنی فرشتوں کا تماشا دیکھا (مشاہدہ کیا)، جبروت (عالم ارواح) کی منزل سے ممتنع کے شہر پہونچے وہاں کی سب حقیقت معلوم ہوئی۔ جہاں تاریکی تھی اور چاند اور سورج کی روشنی نہیں تھی یعنی ظلمات کے شہر میں ابھی آفتاب اور ماہتاب روشن نہیں ہوئے تھے۔ شہر ظلمات میں محمد ﷺ کا نور اندھیرے میں اُجالا اور روشنی ہے۔

یخرجھم من الظلمات الی النور (قرآن) (اللہ انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے جاتا ہے)

چوتھی منزل لاہوت یعنی عارف الوجود کا شہر ہے۔ وہاں پہنچنے پر لاہوت کے بیچ میں رسول اللہ ﷺ کا تخت لاکر رکھا گیا۔ اب اللہ اور محمد ﷺ کے درمیان پردہ ہے۔ وہاں دونوں میں گفتگو ہوئی۔ عاشق اور معشوق محو گفتگو ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ آپ کے سمیت میرے ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبر ہیں۔ سب میرے طالب ہیں۔ میں نے ان کو معراج پر نہیں بلایا۔ یعنی آپکے بغیر تمام کو معراج سے بے خبر رکھا یعنی باطن میں ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبروں کی تعداد کے برابر سانسیں ہیں (یعنی وجود) وجود عرش معلیٰ تک نہیں جا سکتا اسی لے انہیں معراج نہیں ہو سکتی۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ آپکی دوری (فراق) میں، میں تڑپ رہا تھا اسی لئے عرش پر بلوالیا ہے۔ ''ہوس تھی دید کی معراج کا بہانہ تھا۔''

اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم (القرآن)

(اطاعت کرو اللہ تعالےٰ کی اور اس کے رسول علیہ وسلم صلی اللہ کی اور جو تمہارے لئے صاحب امر بنائے گئے۔)

قرآن و حدیث کی رو سے صاحب اُمر (یعنی حکم کرنے والا) وہ شخص ہوتا ہے جو ایسے صفات کا حامل ہو جس کی نشاندہی نبیؐ کریم نے کی ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے غدیر کے اعلان میں فرمایا "من کنت مولا فھذا العلیؑ مولا" (میں جس جس کا مولا ہوں آج سے علیؑ اُس اُس کا مولا ہے)۔

جس نے آپ علیہ وسلم صلی اللہ سے محبت کی اس نے دراصل میری اطاعت کی۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد علیہ وسلم صلی اللہ سے 90 ہزار باتیں کہیں اور 30 پارہ قرآن عطا کیا۔ 30 پارے تین حصّوں میں تقسیم کیئے۔ 10 پاروں میں روح سے متعلق، 30 ہزار باتیں بتائیں۔ عالم ناسوت کو سب سے افضل قرار دیا۔ اللہ تعالےٰ نے معجزہ بتایا اور دکھایا ہے۔ ملکوت میں تزکیہ نفس (نفس کی پاکیزگی) ضروری ہے۔

انزل القران علےٰ سبعة حُرف کلھاشاف و کافٍ (حدیث)

(خدا نے قرآن نازل کیا سات حرفوں میں ان میں سے ہر ایک کافی و شافی ہے)

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت جو وحدت کا خزانہ ہیں۔ سب میرے سینے میں ہیں۔ جو آپ کو بانٹ رہا ہوں یعنی آپکو عطا کر رہا ہوں۔

جس نے اسلام کے لئے اپنا سینہ کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت کی روشنی میں ہے (القرآن)

یہ تمام باتیں بتا کر خدا نے محمد علیہ وسلم صلی اللہ کو چار کانسے کے پیالے دیئے۔ جن میں دودھ، پانی ،شہد اور شراب (یعنی شربت عشق) تھی۔ انہیں خوان میں سجا کر رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ کو پیش کیا گیا اور فرمایا محمد علیہ وسلم صلی اللہ آپ بھی لیجئے اور اپنی اُمت کو بھی پلایئے۔ حضرت نے دودھ قبول کیا اور پوچھا اسے کسے دوں۔ اللہ نے حضرت کو بتایا کہ:-

دودھ۔ محبت کا پیالہ۔ معرفت ۔ جبرائیل، یعنی عقل

شہد۔ دنیا کی محبت کا پیالہ۔ شریعت۔ اسرافیل، یعنی دم (صُور)

پانی۔ قطرے کا پیالہ (قطرہ دریا ہے) طریقت، میکائیل، یعنی دل

شراب۔ عشق کا پیالہ۔ حقیقت، عزرائیل۔ یعنی روح

جبرائیل نے کہا آپ نے دودھ پی کر بہتر کیا یہ تمام چیزیں اس میں شامل ہیں۔ دوسرا پیالہ پانی ہے۔ اس پیالے سے پانی طالبوں کو دیجئیے یعنی یارانِ طریقت کو عطا کیجئے۔ یہ سب کو میسر نہیں ہوتا ہے کیونکہ کچھ لوگوں کے دِلوں میں ابلیس شکوک اور وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

الخناس الذی یوسوسُ فی صدور الناس (القرآن) (وہ ابلیس ہے جو لوگوں کے دلوں میں شکوک اور وسوسے پیدا کرتا ہے۔)

خدا کا قول ہے کہ تم ابلیس سے واقف نہیں جو لوگوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ جو شخص ابلیس سے واقف نہیں ہوگا اسے کوئی عبادت اثر نہیں کرے گی۔ بہر حال سمجھو یا نہ سمجھو۔

مثلهم کمثل الحمار یحمل اسفارا (القرآن) (انکی مثال ایسے گدھوں کی ہے جن پر خوشبوئیں لادی ہوئی ہوں کہ وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے) یعنی علم حاصل کر کے بھی اگر بصیرت روشن نہ ہوئی تو گدھے پر خوشبو لادیں یا صندل کی لکڑیاں، تو کیا فائدہ ہے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی ولی شیخ نورالدین نورانیؒ فرماتے ہیں ؎

خرگیہ کتاب بوراہ ہتھ   پران پران پر گیہ چھیتِ   (کشمیری)

ترجمہ:۔ جو کوئی بھی علم غیر نافع حاصل کرتا ہے وہ اُسکو کوئی بھی فائدہ نہیں دیتا ہے جس طرح گدھے پر منوں کتابیں لاد دیں تو وہ عالم نہیں بن سکتا۔

تیسرا پیالہ شہد ہے۔ دُنیا کی لذّت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو دیجئے یعنی جو بظاہر ہیں مگر اہل شریعت

غفلت میں پڑے ہوئے ہیں خدا کو بھول کر عیش و عشرت اور ظاہری ہوس و لالچ میں مبتلا ہیں۔

غافلُ الحیات موت ولیس بادمٍ (حدیث)

(نبی ﷺ نے فرمایا کہ غافل آدمی کی زندگی موت ہے اور وہ انسانوں میں داخل نہیں ہے) یعنی جو لوگ خدا کی عبادت سے غافل ہیں وہ مردے ہیں۔

چوتھا پیالہ شراب کا ہے۔ شراب کا پیالہ عاشقوں کو دیجئے۔ وہ عشق میں ڈوب کر اچھے رہیں گے۔ یعنی جو شرابِ عشق پیئے گا وہ دیدارِ معشوق کر سکے گا۔ یعنی وہ حقیقت سے آشنا ہو جائے گا۔

یہاں بہت اہم بات کہی گئی ہے حضرت محمد ﷺ سے خداوند کریم نے فرمایا کہ جو شخص دودھ پئے گا وہ آپ کی پیروی کریگا۔ یعنی شریعت پر قائم رہے گا۔ پانی پیئے گا تو شک و شبے کے قطروں میں غوطہ زن رہے گا۔ یعنی طریقت کی منزل کی جستجو کرے گا۔ شہد پیئے گا تو دنیا کی محبت میں مبتلا رہے گا۔ شراب پیئے گا تو معشوق کا دیدار کر سکے گا (یہاں شراب سے مراد مئے حقیقی ہے) یعنی حقیقت سے آشنا ہو جائے گا۔

و سقاهم ربهم شراباً طهوراً (القرآن) (اور ان کے رب نے انہیں طہور پلائی) مراد ہے کہ ساقی (خدا) کے ہاتھ سے دیدار کی شراب پیئے گا یعنی مرشد کے عشق میں مجنوں بنے گا۔

لباس زہد و تقویٰ تا نہ پوشی شراب معرفت را کہ نہ نوشی

ترجمہ:۔ جب تک کوئی شخص معرفت الٰہی حاصل نہ کرے، زہد و تقویٰ یعنی عبادت کے صفات سے فیض نہیں حاصل کر سکتا۔ عاشق جب تک زہد و تقویٰ کا لباس نہیں پہنتے شرابِ معرفت کیا پی سکتے ہیں یعنی جب تک ظاہر پاک نہیں ہو گا باطن پاک نہیں ہو سکتا۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر نعمہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

برزہد و تقویٰ اے دل تو نہ تو ہرگز

بُلبل صفت باش بہ گلزار مرتھ گو   (کشمیری)

ترجمہ: اے دل عبادت گذاری اور پرہیز گاری کو ہی اپنا شعار مت بنا بلکہ اپنے آپ میں بُلبل کے صفات پیدا کر اور گلزار عشق میں ہی اپنی جان دیدے۔

اسکے معنی ہیں کہ جس کا دل اور جسم طاہر نہیں ہوگا وہ معرفت کی شراب نہیں پی سکتا۔ فرشتے نے وضاحت کی۔ دودھ جبرائیلؑ، پانی میکائیلؑ، شہد اسرافیلؑ، شراب عزرائیلؑ۔ دوسرے لفظوں میں جبرائیلؑ عقل کو، میکائیلؑ دل کو، اسرافیلؑ دَم (صور) کو، عزرائیلؑ روح کو کہتے ہیں۔ یہ نصیحت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہ میں باندھ لی پھر محمّد صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کو ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا تو پانچ خوبیوں کو خوان میں سجا کر طبق میں جبرائیلؑ کے ہمراہ پہنچے یعنی صدق، عدل، حیا، شجاعت اور عنایت کا لباس اوڑھا کر جبرائیلؑ لے گئے۔ صدق کا پائجامہ، عدل کی قمیض، حیا کا کمر بند، شجاعت کی دستار اور عنایت کا ڈوپٹہ اوڑھا کر جبرائیل حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے حضور میں لے گئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کو پہننے کی درخواست کی یعنی پہلے خدا نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کی پھر انہیں خلعت سے سرفراز کیا (الناس مع اللّباس) لوگ اپنے لباس سے پہچانے جاتے ہیں۔ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ سے کہا کہ خدا نے مجھے یہ لباس عطا کیا۔ جب کہ ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو نہیں دیا مجھ پر اس کی خاص نظر عنایت ہے تو جبرائیلؑ نے خدا کا حکم سنایا،

لولاك لماخلقت الافلاك (حدیث)

ترجمہ: اے نبیؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمان کو نہ پیدا کرتا۔

خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی درجہ عطا کیا۔ اپنی اُمت کو جا کر سنا دیجئے کہ صدق نبوت ہے، عدل ولایت ہے، حیا بندگی ہے جس میں صدق ہے وہ مسلمان ہے۔ الصدق ینجی والكذب یُهلك (حدیث) (سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے) یعنی سچے کو راحت ہے

اور جھوٹا مہلک ہے، عدل طریقت کی پیروی ہے۔ جس میں عدل ہے وہ مومن ہے جیسا حقیقت کا حال ہے۔ جس میں مردم آزاری نہیں وہ انسان ہے۔ شجاعت، معرفت کی راہ ہے۔ جس میں اپنی اور خدا کی پہچان ہے وہ بندہ ہے عابد ہے۔ خدا کی عنایت ہی علم معرفت ہے۔ توحید کی راہ میں آدمؑ اور حواؑ نے خُدا کی معرفت حاصل کی اور نفسانی افعال سے پاک ہوئے تو شریعت پر عمل پیرا ہوئے۔ عدل جبلی (حقیقی) ہے۔ اس میں ممکن کا شائبہ ہوتا ہے یعنی ممکن الوجود کی منزل ہے۔ اب جو لوگ دنیاوی حرص وہوس سے دل کو پاک وصاف کر لیں تو شریعت کی منزل سے گذر کر طریقت کی منزل پر گامزن ہوتے ہیں۔ کشمیری صوفی شاعر وھاب کھارؒ صاحب فرماتے ہیں۔

شریعت گوڑِ پالتن تے   طریقت ژلی زنگار

حقیقت چُھے دیدن تۓ   معرفت وُچھت رٹھ قرار   (کشمیری)

ترجمہ: اے سالک تمہاری اولین منزل شریعت کو پالینے کی ہے۔ پھر تو وادیِ طریقت میں پہنچ جائیگا جہاں تمیرے باطن کی ساری کدورت وغلاظت دور ہو جائیگی۔ اور پھر اس باطن کی صفائی ہی کی وجہ سے تیری آنکھوں کو نُور بصیرت عطا ہوگا۔ جس سے تم حقیقت کو پہچان پاؤ گے۔ تب جا کے تو انوارِ تجلّی کے جام معرفت سے مُستفید ہو جائیگا اور تیرے قلب ونظر اور ہوش وخرد کو قرار نصیب ہوگا۔

الحیاء شافی (حیا شفا دینے والی) ہے۔ ممتنع الوجود میں روح کی منزل ہوتی ہے یعنی جس نے خود کو روح اور نفس کے خطرات اور خواہشات سے دُور کیا وہ حقیقت میں شافی کہلاتا ہے۔ وہ شجاعت کا مالک ہے اور عارف الوجود یعنی صاحب معرفت ہے۔ جو لوگ معرفت کی منزل سے واقف ہو جاتے ہیں تو انہیں صاحب مذہب بھی کہتے ہیں اور انہیں سارے مذاہب کی بھی خبر ہوتی ہے۔ جن لوگوں کا ظاہر اور باطن یکساں ہو تو انہیں اہل صفا یعنی صوفیٔ مذہب کہتے ہیں۔

الفقیر ھو الصوفی مذھب اللہ (فقیر صوفی ہے اور اس کا مذہب اللہ ہے)   شریعت بندگی ہے

صدق (سچائی) حضرت ابوبکر صدیقؓ

عدل ولایت ہے طریقت کی پیروی حضرت عمر فاروقؓ

حیا حرمت ہے حقیقت کا حال حضرت عثمانؓ

شجاعت معرفت کی چال ہے (بہادری، دلیری) حضرت علیؑ

معرفت وہ ہے جس نے خود کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا۔

فقیر کا ایک ہی مذہب ہوتا ہے۔ اُمّی یعنی واحد۔ جو اللہ کا مذہب ہے۔

اے سالک محمد ﷺ۔ صدق (سچائی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو۔ دنیا میں سچائی قائم رہے گی۔ عدل (انصاف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دو۔ دنیا میں عدل قائم رہے گا۔ حیا (شرم) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دو۔ ایمان برقرار رہے گا۔ شجاعت (بہادری) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دو۔ تا قیامت ولایت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ولایت کا مرکز یا بانی مانا جاتا ہے اور تا قیامت انہیں ولیوں کی مرکزیت اور معرفت کی شہنشاہیت کا شرف حاصل رہے گا۔

معراج پر خداوند تعالےٰ اور رسول ﷺ کے درمیان پردہ تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے جبرائیلؑ سے کہا۔ اے اخی (چھوٹے بھائی) درمیان میں سے پردہ ہٹا دو۔ یعنی اندھیرے اور اجالے کے درمیان میں جو پردہ تھا وہ ستر ہزار پردوں کے برابر تھا۔ جبرائیلؑ نے کہا "اگر اس میں سے ایک پردہ بھی اُٹھاؤں تو میں جل جاؤں گا۔"

ان اللہ سجین الفحجاب من نور و ظلمات و کشفھا لاحرقت سجات وجھہ (حدیث)

(اللہ نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں مستور ہے اگر وہ کھل جائیں تو میں تجلّی سے جل جاؤں یعنی خدا

کی ذات عقل وادراک کی سرحدوں سے پرے اور بہت پرے ہے۔کسی بھی حال میں خدا کے سوا کوئی شے خدا کی تجلی کو پورا پورا نہیں دیکھ سکتی)

یعنی ایک وقت ایسا آتا ہے کہ بس" دیکھو اور سنو" وصل ہوتے ہی پردہ ختم ہو جاتا ہے جن لوگوں کو وصل (ملاپ) نہیں ہوتا ان کے سامنے گہرا پردہ رہتا ہے اور وصل کا وقت مقرر نہیں ہوتا۔ کسی بھی وقت وصل ہو سکتا ہے۔ کشمیری صوفی شاعر وہاب کھارؒ فرماتے ہیں۔

نور نبی کرتھ یکسان قد نبیؐ عرشہِ تھوٗ دزان

پانہ نبی وچھتن عیان اَمہ کھوتہِ ببہ کیاہ چھہ بنیاد (کشمیری)

ترجمہ: جب رسولؐ پاک اُس منزل پر تھے جہاں جبرائیلؑ کی بھی رسائی نہ تھی۔ نبیؐ کا نور اس قدر بلند وبالا تھا کہ وجود خُدا کی تجلّی اور نور نبیؐ کی تجلّی میں سرحد کی لکیر کھینچنا مشکل اور محال تھا۔ (اشارہ در قرآن) "قاب قوسین" اس عالم میں بس نبی برحقؐ کے شمائیل ہی پوری طرح اُجاگر ہوئے۔ یہی تو بنیاد ہے نورِ قدیم کی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بنیاد ہی نہیں۔ (اشارہ سورہ نجم)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر گئے تو ان کا جسم جمالی تھا اور جب عرش معلّٰی پر پہونچے وہاں خدا کا تن (جسم) نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ذات قدیم ہے اور ذات قدیم اور صفات قدیم میں وصل ہو گیا۔ ذات قدیم (خداند تعالےٰ) نے ایک بار سوچا کہ اپنے معشوق کو خلق کروں اور اس نے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم (صفات قدیم) پیدا کیا اور اسے اپنے خزانے میں محفوظ رکھ لیا۔ اس سے پہلے کوئی مخلوق نہیں تھی۔ نہ لوح تھا نہ قلم تھا نہ سیاہی تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں تھے۔ غرض یہ کہ کچھ بھی نہیں تھا۔ لاکھوں سال گذرنے کے بعد خدا کو معشوق کی یاد آئی اور اس نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور تکمیل نورِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے کی۔

اس بارے میں نے اپنے شعری مجموعہ "عکسِ سرمدی" میں تمثیل موسیٰؑ (منظوم) میں بیان کیا ہے۔

لوح اوس ینے تہ میل آس پنے زمین اسمان جن اسکی ینے

آدم اوس زنٕے تہٕ ملٲکھ آسۍ ینٕے   عرشس فرش وُنہٕ اوس دِنٕے

مۆراوس ینٕے روٗح اوسِ زنٕے   سیر اوس موٗجوٗد تہٕ پیر اوس ینٕے

نورِ محمدؐ نۆن دژاوینٕے   احدس احمد ناو پیٚو تتٕے   (کشمیری)

ترجمہ:۔سب سے پہلے ذاتِ قدیم تھی۔ذاتِ قدیم غور وفکر میں تھی کہ کس طرح معشوق (صفتِ قدیم) کو جلوہ گر کردوں۔اُس وقت نہ لوح تھا نہ قلم، نہ روشنائی، نہ زمین، نہ آسمان، نہ جن، نہ آدم، نہ ملک، نہ عرش، نہ فرش، نہ روح اور نہ ہی پیر۔(محمدؐ) پھر اُس نے نورِ محمدؐ کو خلق کیا اور احد کو احمدؐ نام دیا اور اُسی نورِ محمدیؐ سے ساری مخلوقات کی تخلیق کی۔

عارفوں پر سے اندھیرے میں پردہ ہٹ جاتا ہے اور وصل ہوتا ہے تو کوئی پردہ حائل نہیں رہتا۔یعنی جب وصل ہوتا ہے تو ربوبیت کا پردہ باقی نہیں رہتا۔جمال الوہیت کا پردہ ممکن الوجود کے سامنے ہوتا ہے۔الوہیت کے پردے کو پہونچے بغیر جمال کبریائی کا دیدار نہیں ہوسکتا۔جس طرح آفتاب کے اُجالے میں تارے ماند پڑجاتے ہیں اسی طرح دیدارِ الٰہی کے بعد ساری روشنی ماند پڑجاتی ہے۔

كلّ من عليها فان

ترجمہ: دنیا میں جو کچھ ہے وہ فانی ہے۔   (القرآن)

من نظر إلى الله تعالى و يبقىٰ وجه ربك

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر نظر کرتے ہوئے صرف رب کی ذات باقی ہے

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر شمس فقیر صاحب فرماتے ہیں

فان کرِسارٕے آسہٕ شبِ جمعہ   فانی فان کروونیے   (کشمیری)

ترجمہ:۔اُس روز شبِ جمعہ ہوگی جب وہ ساری کائنات کو فنا کردیگا کیونکہ فانی فان کرنے والا ہے۔صرف ربّ کی ذات یعنی دیدارِ الٰہی باقی رہے گا۔

لا یدخل احدفی عبادۃ حتی لایدخل نفسه فی عبادۃ حتی عبادِہٖ نفسِہٖ (حدیث)

ترجمہ: کوئی اس وقت عبادت میں داخل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا نفس بھی عبادت میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ نفس سراپا عبادت بن جائے۔

معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ سے دریافت کیا۔ اے اخی (چھوٹے بھائی) تینوں پردے کہاں ہیں نہ تو مغرب میں، نہ مشرق میں، آخر کہاں ہیں، جبرائیلؑ نے جواب دیا۔

۱) طوبیٰ نور محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔

۲) سدرۃ المنتہیٰ (یعنی عارف الوجود)

۳) زیتون یعنی روحِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم

اس طرح یہ تینوں مومن کے من میں ہیں

والتین والزیتون (قسم ہے انجیر اور زیتون کی)

خدا نے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا۔

جس نے نفس کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا (من عرف نفسه فقد عرف ربهٗ)

یعنی جس نے خود کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ نقاب کبریا شرک خفی کو کہتے ہیں۔ خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آیئے میرے نزدیک میرے اور آپکے صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو ایک آئینہ رکھا ہوا ہے اس میں ایک دوسرے کی شکل دور سے دیکھ سکتے ہیں۔

زیتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو کہتے ہیں۔ اس طرح یہ تینوں مومن کے دل میں رہتے ہیں اور نا سمجھ ایمان کو اپنے آپ میں ڈھونڈتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کی ملاقات ہوگی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سجدہ کیجئے میری طرف سے۔ حضرتؐ نے قبول کیا۔ نقاب کبریا، شرک خفی

کے پاس سے آواز آئی۔

قف یا حبیب ان اللہ یصلی

ترجمہ: اے حبیب ٹھہر جاؤ خدا نماز میں مشغول ہے۔

تحقیق یہ ہوئی کہ خدا نماز میں مصروف ہے جب کہ نبی ﷺ نے خدا کی نماز پڑھی حضرت محمد ﷺ نے پوچھا ہمارے خداوند تعالےٰ تمہاری پرورش کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔یوں آواز آئی یصلّی صَلوۃٍ (وہ نماز پڑھ رہا ہے) یعنی خداوند تعالےٰ اپنی نماز آپ ادا کر رہا ہے اور جتنی بھی روحیں ہیں وہ نماز ادا کرتی ہیں اور خدا کے فرشتے بھی نماز ادا کرتے ہیں اسکا مطلب ہے کہ جب تک بندہ اپنے آپکو نہیں پہچانے گا اسکی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئے گی۔عشق نے کہا مجھے بلانے کون آیا۔معشوق سے ملاقات کرانے کے لئے پردہ اٹھا کر وکیل (جبرائیل) نے نقابِ کبریا ہٹادی اور عاشق و معشوق (اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ کا وصل ہوا)۔

اس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وصل کے ساتھ ہی ظاہر میں کفر سے دُور اور باطن میں شرک سے دُور ہوگئے۔

وما انا مِن المشر کین

ترجمہ: اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ (القرآن)

اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و امر بالعمل

ترجمہ: زبان سے اقرار کیا، دل سے یقین کیا اور عمل کا اظہار کیا

اسکے بعد عاشق نے معشوق کا ہاتھ پکڑ کر تحت الثریٰ پر معشوق کو تخت نشین کرادیا اور خدا نے کہا اے محمد ﷺ جس روز چاند اور تارے خدا کا دیدار کرتے ہیں اس روز یہاں آپ ﷺ بھی دیکھئے اور ساری دنیا کو بھی

دکھلائیے اور میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور اپنی اُمت کو بھی اسی طرح کیجئے۔

(معراج العاشقین از خواجہ گیسودرازؒ)

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانماینکث علیٰ نفسہٖ فمن اوفٰی بماعاھد علیہ اللہ فسیوتیہٖ اجراعظیما (قرآن)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ گویا خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خُدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جس نے عہد شکنی کی وہ اپنے نفس سے عہد شکنی کرے گا اور جس نے خدا سے اپنا معاہدہ پورا کیا اسے بہت بڑا اجر دیا جائے گا)

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر وازہ محمود صاحب فرماتے ہیں ۔

پیر ہٕندس دامنس تھپ چیر کر گیر موگژھ درگمانے چندروز (کشمیری)

ترجمہ:۔ مرشد کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو یہ چندروزہ دُنیا ہے اسکی طلب نہ کرو۔ آخرت کی فکر کرو۔

مزید فرماتے ہیں ۔

پیر ہٕبن دٕرگُشائے عالمِ غآب (کشمیری)

ترجمہ: اپنے دل میں مرشد کو جگہ دو اور عالمِ غیب میں محمدؐ سے رہبری حاصل کرو

ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ (القرآن)

ترجمہ: جب تم نے کنکر پھینکے تو تم نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ تعالےٰ نے پھینکے یعنی ید اللہ نے پھینکے

من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ

ترجمہ: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

سَنُریھم ایاتنافیٰ لا فاق فی انفسم (القرآن)

ترجمہ: ہم انہیں اپنی نشانیاں عنقریب کائنات میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھائیں گے۔

جس نے محمد ﷺ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا جس نے محمد ﷺ کا حکم مانا اس نے خدا کا حکم مانا، جس نے محمد ﷺ کی بات سنی اس نے خدا کی سنی جو محمد ﷺ بولتے ہیں وہی خدا بولتا ہے۔

دینا اللہ و یا کل للہو یشرب للہ (حدیث)

(وہ خدا کے لئے ہوتا ہے وہ خدا کے لئے کھاتا ہے اور خدا ہی کے لئے پیتا ہے) یعنی بندہ مومن کا ہر فعل عبادت میں داخل ہو جاتا ہے)۔

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جان شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ترجمہ: میں تو ہوا، تو میں ہوا، من تن ہوا، تو روح ہوا، کوئی بھی اسکے بعد نہ کہہ سکے کہ میں کوئی اور ہوں اور تو کوئی اور ہے۔

وماینطق عن الھویٰo ان ھُو الاّ ومی یوطیo (القرآن)

ترجمہ: نبی ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ خدا کی طرف سے اُن پر وحی نازل کیجاتی ہے۔

فاِنّ الجنّت ھی الماوٰی (القرآن)

ترجمہ: اور جنت انکا ٹھکانہ ہے۔

یعنی حضرت محمد ﷺ اس وقت تک نہیں بولتے جب تک خدا کی مرضی نہیں ہوتی۔

ذکر الخفی طریق (حدیث)

ترجمہ: عروج اور نزول کو پہونچنے کو خفی کہتے ہیں۔

مردان خدا خدا نہ باشد لیکن از خدا جدا نہ باشد

ترجمہ: خدا کے بندے خدا نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔

خدا سے ملنا جُدا ہونا یہ دونوں باتیں بھی اپنے مرشد سے معلوم ہونگی۔ اس طرح محمد ﷺ کو اس ترتیب سے معراج کی خبر دے کر بندے کو سرفراز کیا یعنی اعزاز دے کر بھیجا۔ حضرت محمد ﷺ وصل کے بعد دو رکعت نماز (ایک رکعت جبرائیل علیہ اسلام کی نیت سے اور ایک اپنی نیت سے) ادا کی۔

سلام پھیرنے کے وقت اللہ کا حکم آیا ایک رکعت میری طرف سے بھی پڑھیئے۔ اِسی حال میں تین بار اللہ اکبر قرآت (قرآن کا سورہ) پڑھئے، روح سے سجدہ کیجئے۔ (یعنی کل روح امر رب) سب روح اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور اس نماز میں دعائے قنوت الحمد پڑھے، سلام پھیر کر دعا مانگئے، دُعا کیا ہے۔

استغفر اللہ ربی واتوب الیه

ترجمہ: اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما اور تیری جانب ہی پلٹتا ہوں

مجھے تیرا دیدار عشق اور مرتبہ نصیب ہو، میری اُمت کو بھی ان باتوں کی توفیق دے۔

اللهم انی اسئلك المغفرة و العافیه (حدیث)

ترجمہ: خداوند تعالیٰ بخشش کر اور عافیت نصیب ہو

مومنوں پر نماز واجب ہے۔ جبرائیلؑ کا بولنا سنت ہے۔ نبیؐ کا بولنا اللہ کا بولنا ہے۔

لاصلوة الا بحصور القلب

ترجمہ: حضوریٔ قلب نہ ہو تو نماز نہیں۔

منور قلب فرض ہے۔ خدا کا بولنا قول اللہ تعالےٰ ہے۔

فی کلامہِ المقدس الا بنیاء و الا ولیاء یُصلون فی قلوبھم دائمون

ترجمہ: اللہ کے پاک کلام میں آیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء ہمیشہ دل میں نماز پڑھتے رہتے ہیں

من اراد العبادة بارادة الوصل فقد شرك (حديث)

ترجمہ: جس نے خدا کو پانے کی خواہش سے عبادت کی اس نے شرک کیا۔ (حدیث)

یعنی جس نے خدا کے وصل کی خواہش میں نماز پڑھی اس نے بھی شرک کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شریعت میں اللہ کو دیکھنا بہت اچھا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو معراج ہوئی۔ بہت سے عالموں کو معراج کے سلسلے میں شبہ ہے وہ محض اُن کی غلط فہمی ہے۔

لا راحة للمومنين الا بلقاءِ الله (حديث)

ترجمہ: مومنوں کی خوشی اللہ کے دیدار میں ہے۔

دیکھے بغیر یوں حضرت ﷺ کے بولنے پر ایمان لانا گویا اِسلام سے دُور ہونا ہے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس نے خدا کو پہچان لیا وہ بولتا نہیں خود میں اللہ کی ذات دیکھتا ہے مگر چپ رہتا ہے۔ اگر کہتا ہے کہ اس نے خدا کو دیکھا ہے تو شرک ہے اگر کہتا ہے کہ نہیں دیکھا تو کافر ہوتا ہے۔

من عرف الله لايقول الله و من قال الله لاعرف الله (حديث)

ترجمہ: جس نے خدا کو پہچان لیا وہ کہتا نہیں اور جو کہتا ہے اس نے خدا کو واقعی نہیں پہچانا۔

جانت ہیں سو کہت نہیں۔ کہت سو جانت ناہیں (رحیم خان خانان)

ترجمہ: یعنی جو کوئی خدا کو پہچانتا ہے زبان سے کہتا نہیں اور جو خدا کا نام لیتا ہے زبان سے خدا کو نہیں سمجھ

پایا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں اپنا کوئی ذاتی کام نہیں تھا۔ خداوند تعالےٰ نے انھیں اپنا نائب بنا کر دنیا والوں کو خدا کی پہچان کرانے کے لئے بھیجا ہے۔

لانفرق بین احدٍمن رُسلِہٖ (القرآن)

ترجمہ: ہم خدا کے رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔

یعنی خدا کا ارشاد ہے کہ میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں کوئی فرق نہ کرو۔ جب رسول اللہؐ معراج سے تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معراج کا سارا واقعہ بتایا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ معراج سے آشنا ہوئے تو انہوں نے بغیر شک وشبہ کے اقرار کیا جس نے معراج سے انکار کیا وہ کافر ہے مثلاً ابوجہل ، الولہب وغیرہ کیونکہ خدا کا قول ہے۔ میرے قول میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں کوئی فرق نہ کرو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے رخصت ہو کر اپنے گھر پہونچے تو دروازے کی زنجیر ابھی تک ہل رہی تھی اتنا ہی وقفہ آنے جانے میں صرف ہوا۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص صحابہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور معراج کے تمام واقعات بیان کئے۔

قول خُدا ہے۔ وما س سجتنی الارض ولا اسماء لعبدلا قلب المومن (القرآن)

ترجمہ: میں نہیں سمایا آسمان میں نہیں سمایا زمین میں بلکہ سمایا ہوا ہوں مومنوں کے دل میں۔

یعنی خدا کی ذات آدمی کے تن سے نزدیک ہے یوں سمجھ لیجئے کہ بندہ ہی خدا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم منزل (یعنی مرتبہ سے) اتر کر اس تن کے صفات میں آئے۔ خدا اور بندے کے درمیان میں ستر ہزار پردے باطن کے تھے۔

اس بارے میں کشمیری صوفی شاعر نعمہ صاحب فرماتے ہیں ۔

پیٔوم ژٕتہٕس تَس چُھ میٔون ناو   سنٕز تہٕ وو گنٕز ؤنٕ دِتٕی مے تَس   (کشمیری)

ترجمہ:۔ نعمہ صاحب نے بذاتِ خود ایک واقعہ "بندے کے خدا ہونے" سے متعلق یوں بیان کیا ہے کہ ایک دن وہ نانبائی کی دکان پر روٹی لانے گئے جہاں ایک عورت روٹیاں فروخت کر رہی تھی۔ اُس نے نعمہ صاحب سے دریافت کیا کہ خدا کا نام کیا ہے۔ نعمہ صاحب نے جواب دیا کہ خدا ہے۔ عورت نے کہا کہ اتنے بڑے فقیر ہو کر خدا کو نہیں جانتے۔ نعمہ صاحب لاجواب ہو کر وہاں سے چلے آئے۔ دو تین دن کے بعد وہ دوبارہ آئے ، اُس عورت نے پوچھا کہ جواب لائے ہو تو نعمہ صاحب نے کہا کہ اب خدا کا راز، راز نہیں رہ سکتا کیوں کہ جب میں نے اندر باہر ہر طرف سے تحقیق کی تو جواب ملا کہ نعمہ ہی خدا کا نام ہے اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کشمیری نانبائی کی ان پڑھ عورت نعمہ صاحب سے پہلے ہی "خدا" بن چکی تھی۔ تبھی اُس عورت نے نعمہ صاحب کی آزمائش کی تھی اور نعمہ صاحب کو بھی "مقامِ خدا" حاصل ہو گیا

ذات اللہ اقرب الیه من جسد انسان (حدیث)

ترجمہ: (انسان بہ نسبت اس کے جسم سے اللہ کی ذات کے قریب ہے)

جبرائیل علیہ اسلام درمیان میں اللہ اور بندے کے وصل کرانے والے تھے اسکے بعد خدا کو محبت پیدا ہوئی اور محمد ﷺ کو انہوں نے وصل کے لئے طلب کرلیا۔

طلب اللہ تعالے فرض الکل فردٍ اقبل کُل فریضة (حدیث)

ترجمہ: اللہ کی طلب ہر شخص پر ہر فرض سے مقدم ہے

امروز ایں جمال تو بے پردہ ظاہر است

در مزیم کہ احدی فردا برائے چیست

ترجمہ: عباد اللہ حاضر و ناظر ہیں خلاف ورزی کرے تو شریعت رخصت ہوتی ہے۔

بندے خود کو پہچانیں اور اپنے دل کی تاریکی کو دور کریں نہ کہ ساری دُنیا کو تاریک خیال کریں۔

لاتدرك الابصار وهو اللّطيف الخبير (القرآن)

(آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے اور خدا بہت لطیف اور تمام خبریں رکھنے والا ہے)

یعنی اپنی ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکیں گے مگر دیکھیں گے میری آنکھوں سے ان کی پاک و مقدس صورت، بندے کو پہلے اپنی پہچان کرنی پڑتی ہے اس کے بعد ہی وہ خدا کو پہچان سکتا ہے۔

من الارض نباتا (القرآن)

ترجمہ: اور خدا نے تمہارے لئے زمین سے پیڑ پودوں کو پیدا کیا۔

یعنی تمہارے تن کی زمین میں زندگی کا بیج بوتا ہے جو کوئی تن کی زمین پاک کرے گا اور خدا کے منع کئے کاموں سے باز رہے گا۔ وہی درخت طوبیٰ کا میوہ بھی کھائے گا۔

الصلوٰۃ معراج المومنين بعد الصلوٰۃ تلاوت القرآن الصوم حبه من النار وحسن الايمان

ترجمہ: نماز مومنوں کی معراج ہے نماز کے بعد قرآن پڑھنا اور روزہ رکھنا یہ دوزخ سے بچاتا ہے اور حسن ایمان ہے۔ (حدیث)

یعنی اللہ کا دیدار کر لیا تو مومنوں کی نماز ہوگئی۔ اللہ سے باتیں کر لیں تو تلاوت قرآن پاک ہوگئی اس کو دیکھتے رہنا روزہ ہوگیا اور ان سب باتوں سے وہ دوزخ سے محفوظ ہوگیا۔ ان سب باتوں کے بغیر مسلمان نہیں رہتا جو لوگ کفر چھوڑ کر محمد ﷺ کے دین کو قبول کرتے ہیں تو حضرت رسول اللہؐ اپنا نور انہیں دکھاتے ہیں اور خود کو ظاہر کر دیتے ہیں انہوں نے یہی ترتیبِ ایمان بتائی ہے۔

الشريعة اقوالى و الطريقة افعالى و الحقيقة احوالى و المعرفة راس المالى (حديث)

ترجمہ: شریعت میرے اقوال ہیں طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں اور معرفت میرا خزانہ ہے۔

یعنی کلمہ پڑھتے رہنا۔ میری شریعت نماز ہے۔ میری طریقت روزہ رکھنا ہے۔ میری حقیقت مال کا زکوٰۃ کرنا ہے۔ میری معرفت کعبے کی نیت کر کے حج کرنا ہے، یہ سارے کام کرے تو مسلمان ہوتا ہے۔ اول کلمہ پڑھنا پھر تسبیح میں مشغول رہنا چاہیے۔ ان احکامات کی عدولی نہ کرے اور جسم کو پاک وصاف رکھے اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

الا یمان اول الطریقة اولها شهادة ان لاالٰهالاالله (حدیث)

ترجمہ: ایمان طریقت کی ابتداء ہے اور یہی سب سے پہلی شہادت ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

یعنی نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا کی تحقیق کرنے والوں کے نزدیک دنیا کو چھوڑنے سے تھوڑا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ ''لا الہ الا اللہ'' پیغمبروں اور ولیوں نے دل کی زبان سے ادا کیا ہے اور دل کی آنکھوں سے اللہ کو دیکھا ہے۔ روح سے نماز ادا کی ہے۔ دماغ سے روزہ رکھا وجود کو زکواۃ میں دیا ہے اور ذات (دیدار الٰہی) سے حج کیا ہے۔ نور محمد ﷺ دیکھنا کلمہ ہے حضرت آدم علیہ اسلام کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوئی جب تک کہ ان کی نظر نورِ محمد ﷺ پر نہ پڑی۔ نظر پڑتے ہی سارے گناہ معاف ہوئے۔ نور محمد ﷺ پر ثابت (برقرار) رہنا، نماز ہے۔

واقیموا الصلوٰۃ (القرآن)

ترجمہ: نماز قائم کرو۔

اپنے وجود کا خاتمہ، زکوٰۃ ہے۔

واتوز کواۃ (القرآن)

ترجمہ: زکوٰۃ ادا کرو۔

دیدار الٰہی (کعبہ دیکھنا) حج ہے۔

فلارفث ولافسوق ولاجدال فی الحج ط (القرآن)

ترجمہ: حج میں بُرائی، گناہ، مکروہات اور لڑائی جائز نہیں۔

موتوا قبل ان تموتو (حدیث)

ترجمہ: موت سے پہلے ہی باعتبار خواہش مرجاؤ۔

یعنی موت کی نشانی بتاتے رہو یا خدا کی یاد اور اسکی معرفت میں موت آجائے۔ الانبیاء یصلّون فی قبورھم (حدیث)

ترجمہ: نبیؑ اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں

یعنی پیغمبرؑ اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں یعنی تن سے نماز ادا کرتے ہیں، قبر میں تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگی پھر تجھے پتہ چلے گا کہ نماز کس طرح ادا کی جاتی ہے۔ قبر کی پرستش سے دوزخ کے عذاب کا علم ہوگا۔

کون ایسا ہے جو خدا کی راہ میں جان دیکر حیات حاصل کرے گا۔

باداز شانہ چون دوائے تو صنم　　درکس منگر چون نشائے تو صنم

گر برای من کشتہ شوی　　شکرانہ بدہ کہ خون بہائے تو صنم

یعنی کہا کہ جو شخص دردمند بن کر آئے گا تو اسکی حاجت روائی میں کروں گا اگر میری راہ میں مارا جائے گا تو سارے گناہ میں بخشدوں گا۔ فنافی الشیخ سے سالک کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ مرشد گناہ بخشیں گے تو سمجھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ بخش دیئے۔

حجل الشیخ الکامل نافعاًلانسان کماحجل النبیؑ (حدیث قدسی)

ترجمہ: انسان کے لئے بتایا شیخ کامل کا اتنا ہی نافع ہے جتنا نبیؐ کا۔

ایک دن مرشد کامل نفع بخشے گا جس طرح نبیؐ نفع بخشتے ہیں اور ساری امت کی شفاعت کریں گے۔ ''پیر ہمیشہ محمدﷺ کامل ،مرید سچا'' علماء امتی اور انبیاء بنی اسرائیل (حدیث) (میری اُمت کے علماء نبی اسرائیل کے پیغمبروں کے ہم رتبہ ہیں) جنت اور دوزخ اپنا ہی وجود ہیں۔ جس نے اپنا وجود پہچانا اس نے جنت پائی اور دوزخ سے نجات پائی۔

رہ خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید (مولا رومیؒ)

(یعنی پیغمبر علیہ السلام کے طریقے کے خلاف جو شخص کوئی بھی راستہ اختیار کرے گا کبھی بھی وہ منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ بہترین ہمنشین ہمارے واسطے کون شخص ہے۔ حضور پاکﷺ نے فرمایا جسے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو جس کے عمل سے آخرت یاد آ جائے۔

قول رسول اللہ ''پہلی چیز جو اللہ نے خلق کی وہ میرا نور ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور سب مومن میرے نور سے ہیں اور جو چیزیں عالم میں تم دیکھتے ہو سب تمہاری ذات میں ہیں۔ آدمی کے جسم میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے اور گوشت کے ٹکڑے میں قلب اور قلب میں روح ہے اور روح میں سر ہے اور سر میں خفی ہے اور خفی میں اخفاء ہے۔

کشمیری صوفی شاعر نعمہ صاحب فرماتے ہیں۔

اول آؤ نور محمد عشق سپدس جاریئے ۔ اَدِ آو بابہ آدم آویٔژ کاٰھ لیِے (کشمیری)

ترجمہ: سب سے پہلے جو چیز خلق ہوئی (ظاہر ہوئی) وہ نور محمدیؐ ہی ہے اُس نور کے ظہور سے ہی عشق کی ابتداء بھی ہوئی اور جاری بھی ہوا۔ ایک عرصہ گذرنے کے بعد بابا آدمؑ کی تخلیق ہوئی۔

۵۰۔ کشمیر میں سلسلہ وارثیہ

کشمیر میں سلسلہ وارثیہ کی ترویج واشاعت اور تبلیغ کے تذکرے سے قبل ضروری ہے کہ عالمگیر سطح پر وارثیت کا ایک مختصر ساخاکہ پیش کر دیا جائے۔ سلسلہ وارثیہ دراصل قادریہ (رزاقیہ)، چشتیہ (نظامیہ) سلسلوں سے وابستہ ہے اور انہیں کی ایک شاخ ہے۔ یہ سلسلہ آفتاب ولایت امام العاشقین سیّدنا ومولانا حضرت حافظ قاری حاجی سید وارث علی شاہ الحسینیؒ سے منسوب ہے جن کا مزار اقدس دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی اتر پردیش میں ہے۔ جس کا شمار ہندوستان کے حسین ترین روضوں میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس صفحہ ہستی پر ایسے برگزیدہ بندوں کو جلوہ افروز فرمادیا ہے جن کا نام تاقیامت روشن آفتاب کی طرح منوّر رہے گا۔ قول ہے کہ اگر قرآن وحدیث کے بعد کسی کلام کو عظمت اور فضیلت حاصل ہے تو وہ اولیاء کرام کے خطبات وکلام کو، کیونکہ انکا کلام عشق الٰہی میں ڈوبا ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ان حضرات کو علم لُدنی سے سرفراز کر کے وارث انبیاء بنادیتا ہے۔ ایسی نادر اور شاہکار ہستیوں میں امام الاولیاء، واقف اسرار، حقیقت تاجدار دیوہ شریف حضرت سید وارث علی شاہ الحسینیؒ کا نام سرفہرست ہے جنہیں ان کے لاکھوں مریدین، معتقدین اور متعلقین عرف عام میں وارث پاک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ دیوہ شریف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ یکم رمضان المبارک 1822ء میں پیدا ہوئے اور یکم صفر بمطابق 1905ء میں خالق حقیقی سے وصال ہوگیا۔ آپکے والد محترم حکیم حافظ قاری سیّد قربان علی شاہؒ اور والدہ سیّدہ بی بی سکینہؒ ہیں۔ آپکے ظاہری مرشد اُن کے بہنوئی حضرت خادم علی شاہؒ چشتیؒ وقادریؒ تھے۔ وارث پاکؒ کو باطنی اور روحانی بیعت اور فیض براہِ راست اور بلا واسطہ اپنے جداعلیٰ تاجدار ولایت، سیّد الفقراء، ابوتراب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے روبرو عطا کی تھی۔ اسلئے ظاہری اور باطنی طور پر آپؒ وارث علیؑ کہلائے۔ آپکا شجرہ مبارک سیّد اشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی 26ویں پشت سے ملتا ہے اور 29ویں پشت میں رحمتہ العالمین، سرور کائنات اور تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ آپ امام موسیٰ

کاظم کی نسل سے نیشاپور (ایران) کے سادات میں جلوہ افروز ہوئے اور تمام عمر خاص و عام کو محبتِ شاہد حقیقی کی طرف راہنمائی فرمائی آپ بطن مادر سے ولی پیدا ہوئے تھے۔ آپکی کتابِ عمر کا دیباچہ عشق الٰہی کے عنوان سے شروع ہوا تھا اور خاتمہ کتاب پر بقافی الذات کی مہر لگی ہوئی تھی۔ آپ علیہ الرحمہ ہی کی ذات گرامی سے سلسلہ واثیہ منسوب ہے۔ جسکے ذریعے مذہبی، روحانی، اخلاقی اور انسانی فیض و برکت کا سلسلہ جاری ہے۔ آپکی ساری زندگی سنت محمد ﷺ کی پیروی اور نمونہ تھی۔ آپکے افکار، نظریات اور تعلیمات، قرآن پاک واحادیث کی تفسیر ہے۔ وارث پاک شبستان مصطفےٰ ﷺ کی شمع، گلستان مرتضوی کے پھول، بیابانِ عشق کے شیر ببر اور تسلیم و رضا کے تاجدار تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی محبت حقیقی کی تبلیغ میں گذاردی۔ انہوں نے بتایا کہ محبت، مذہب وملت، ذات وپات، رنگ ونسل جماعت وفرقہ کی بنیاد پر نہیں ہوتی محبت، معرفت الٰہی سے ہے۔ خدمت خلق ہی خدمت خدا ہے اور محبت ہی کی بنیاد پر انسان اشرف المخلوقات کہلایا۔ صرف 12 سال کی عمر میں آپکی دستار بندی کی گئی۔ آپ نے حج کے لئے جب احرام پہنا تو ساری عمر دنیاوی لباس ترک فرمادیا۔ جوتا اور ٹوپی خواجہ غریب نوازؒ کے دربار میں 15 سال کی عمر میں ترک کردی۔ نجفِ اشرف پہنچے تو صفتِ ابوترابی کے تحت زندگی بھر کے لئے فرش خاک کو اپنا بستر بنالیا۔ کربلا معلّٰی پہنچے تو بھوکے پیاسے شہیدوں کے غم میں ہمیشہ کیلئے فاقہ کشی اختیار کی۔ آپکی نورانی شخصیت میں وہ مقناطیسی قوت تھی کہ سارا زمانہ آپکی طرف مائل ہوجاتا تھا۔ آپکی صورت کو جس نے ایک بار دیکھا وہ ہمیشہ کے لئے فریفتہ اور گرویدہ ہوگیا۔ آپکے بین الاقوامی مریدوں میں ترکی کے سلطان حمید خان، جرمنی کے شہنشاہ بسمارک اور شہزادہ سرویا (Saroya)، برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ (Queen Victoria) وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔ آپؒ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سیاحت میں گذارا اور بارہ سال تک مسلسل عرب، ایران، عراق، فلسطین، شام، مصر، ترکی، روس، جرمنی اور تمام یورپ میں روحانیت ونورانیت کا تبلیغی دورہ کرتے رہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی بلند ترین روحانی تعلیمات کو ساری دنیا میں عام کیا اور عشق الٰہی کی لامحدود ولافانی قدروں کو اپنی بے پناہ باطنی قوت سے

دلوں میں نقش فرمایا۔ آپؒ کی ساری زندگی غم ومحبت سے شعلہ زار اور عشق الٰہی اور یاد الٰہی سے سرشار تھی۔ زندگی بھر آپکا کوئی لمحہ ذکر الٰہی سے خالی نہ گیا۔ یہاں تک کہ وصال کے موقع پر بھی ایک وقت کی نماز کوئی کئی بار ادا فرمایا۔ احرام کو کفن جان کر اور زمین کو قبر کی منزل سمجھا۔ اور موتو قبل ان تموتو کی سچی تصویر بنے رہے۔ زندگی بھر راحت کا سامان مہیا نہیں کیا حتیٰ کہ کبھی پلنگ، تخت، کرسی، مونڈھے وغیرہ تک پر آرام نہ فرمایا نہ کبھی مسند لگائی نہ سر کے نیچے تکیہ رکھا۔ تمام عمر پیٹ بھر کبھی کھانا نہ کھایا۔ تسلیم ورضا کی ایسی عادت ڈالی کہ نہ کسی کا شکر ادا کیا، نہ کسی سے شکوہ کیا، صبر وضبط وتوکّل کو ایسا اپنایا کہ نہ خود کو بہتر سمجھا اور نہ کسی کو اپنے سے کمتر جانا۔ سونے، چاندی، روپے، پیسے کو کبھی ہاتھ تک نہیں لگایا۔ تمام عمر کسی سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔ عشق الٰہی کی خاطر زندگی بھر شادی نہیں کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سبھوں کے لئے آئینہ ہدایت اور مشعل راہ ہے۔ زندگی کے ہر پہلو سے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا درس مل رہا ہے کچھ لوگ لاعلمی، کم علمی، اور نام نہاد وارثیوں کی بے عملی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ وارث پاکؒ مجذوب تھے اسی لئے شادی نہیں کی اور شریعت کے پابند نہیں تھے۔ یہ الزام قطعی غلط اور لغو ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ شریعت کا احترام کیا ہے۔ اب اگر کسی شخص نے سلسلہ وارثیہ میں شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد شریعت سے ہٹ کر زندگی گزاری تو یہ سرکار وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم نہیں بلکہ اُسکا ذاتی فعل ہے۔ غرض کہ سرِ شریعت، مرشدِ طریقت، رہنمائے حقیقت، شہنشاہِ معرفت اور وارثِ مولائے کائنات حضرت علیؓ، حضرت وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث اور اقوال اولیاء کرام کے علمبردار تھے۔

سرکار وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے عام مریدوں کو شادی کرنے سے نہیں روکا مگر اپنے خاص احرام پوش فقراء کو عورتوں سے باز رکھا ہے اور تجرّد کی زندگی گذارنے کی لگاتار تاکید فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ اپنے خرقہ طریقت میں لنگوٹ شامل فرمادی۔ وارثی فقراء اپنی زندگی کو اصحاب صُفّہ کی طرح فقر اور قناعت کے نورانی سانچے میں ڈھال لیتے ہیں اور محض اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ تصوّر وارث ظاہری نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے کرنا ہوگا۔ جسکے لئے قلب کی صفائی، نفس کی پاکیزگی اور روحانی عبادت یعنی اذکار اشغال، مراقبہ

وغیرہ لازمی ہے اور یہ کام صرف مرشد کامل کرا سکتے ہیں۔

حضرت وارث پاکؒ نے تعویذ اور گنڈے دینے سے منع فرمایا۔ دیگر سلسلوں اور وارثی سلسلہ کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ وارثی سلسلہ میں خلافت سجادگی نہیں ہے اسلئے وارث پاک کے روحانی وکیل یا نمائندے کی حیثیت سے وارثی فقیر، طالبوں کو وارث پاکؒ کی جانب سے سلسلہ ورثیہ میں بیعت دیتے ہیں اور سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ وارث پاکؒ دست بیعت میں اتنا ہی پڑھایا کرتے تھے" ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا پنج تن پاک کا اور اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا"۔ جبکہ وارثی فقراء کو وارثِ پاکؒ کا بھی نام شامل کرنا پڑتا ہے۔ گویا کہ وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سارے مریدوں کو براہ راست پنج تن پاک کی پناہ میں لیا ہے کیونکہ آپکو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نسبی طور پر خاص باطنی ربط تھا جو دیگر صوفیہ میں عام طور سے نہیں پایا جاتا۔ سیدنا وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ حقیقی طور پر وارث مرتضویؓ تھے اسلئے بیعت کرتے وقت انہیں پانچ ہستیوں کے نام پڑھواتے تھے۔ بس یہی آپکا شجرۂ طریقت تھا آپؒ کسی کو شجرہ نہیں دیتے تھے فرماتے ہیں شجرہ وغیرہ رسمی چیز ہے یہاں دل کے شجرے سے کام ہے۔

چنانچہ اے عاشقان وارثؒ اگر وصلِ خدا کی آرزو ہے تو اپنے مرشد کامل کے بعد حقیقی اور روحانی تصورِ وارث فنافی المشائخ میں فنا ہو جاؤ تا کہ اس فنا سے بقا حاصل ہو۔ بقول وارث پاکؒ

"پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے۔ پیر کی ذات ہی میں فنافی الرسولؐ اور فنافی اللہ کا درجہ مل جاتا ہے۔"

ہندوستان کے دیگر شہروں کے مقابلے میں کشمیر میں سلسلہ وارثیہ کافی تاخیر سے پہنچا۔ جہاں اُسکی زندگی نصف صدی سے بھی کم ہے۔ بچھوارہ کے ایک فقیر اجمیر شریف تشریف لے گئے تھے جو چشتی سلسلہ کے مرید تھے۔ وہ دور وارث پاکؒ کی حیات کا تھا وہاں اُنکی ملاقات بذات خود وارث پاکؒ سے ہوئی۔ جنہیں دیکھتے ہی وہ شیدا اور فریفتہ ہو گئے۔ وہ پہلے کشمیری تھے جنہوں نے وارث پاک سے براہ راست بیعت لی تھی وارث پاکؒ کے وصال سے صرف چند سال پہلے وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اس زمانے

میں وہ کشمیر میں وارثی سلسلے کے تنہا علمبردار تھے تقریباً 34 سال قبل 1962ء میں غلام محمّد سبلا (کاوڈارہ) اور غلام محمد صوفی (فتح کدل) پہلی بار کلکتہ سے دیوہ شریف کی زیارت کے لئے گئے جہاں انہوں نے حضرت مستانی شاہ وارثی سے تبلیغ کی خواہش کا اظہار کیا۔ مستانی شاہ، سُبلا اور صوفی صاحبان کے ہمراہ کشمیر آئے اور وارثیت کو متعارف کرایا مگر کسی کو طالب نہ بنانے کی وجہ سے سلسلہ وارثیہ جڑ نہیں پکڑ سکا تھا۔ اُس سال ضلع سلطان پور یوپی کے مشہور احرام پوش فقیر حضرت روشن شاہ کے احرام پوش فقیر حمید شاہ وارثیؒ کشمیر آئے اور کاوڈارہ میں الحاج میر محمد سُبحان سُبلا کے آبائی مکان میں قیام فرمایا اور سلسلہ وارثیہ کی عملی تبلیغ شروع کی۔ اُسکے ایک ماہ بعد وہ دوبارہ کشمیر آئے اور مہاراج گنج میں الحاج میر حسن حسین سُبلا کی دُکان پر اُنکی ملاقات فقیر عبدالرحمٰن کھار صاحب سے ہوئی جو چشتی وقادری سلسلوں کے خلیفہ تھے۔ جناب رحمان صاحب کے مرشد فقیر علی محمد گلکار عرف کھر تھے۔ جن کا تعلق سلسلہ چشتیہ سے تھا۔ جن کے ہزاروں مرید تھے ایک دو دن کی ملاقاتوں کے بعد جناب حمید شاہ وارثیؒ نے رحمان صاحب کو وارثی سلسلہ میں داخل کر دیا اُس وقت رحمان صاحب کے سینکڑوں مرید موجود تھے جن میں میر ثناء اللہ، رحیم شاہ، محمد امین او کے وغیرہ کا نام قابل ذکر ہے۔ رحمان صاحب کے وارثیؒ ہو جانے پر اُنکے مرشد گلکار صاحب نے اعتراض کیا کہ چشتی وقادری سلسلوں کی خلافت رکھتے ہوئے انہوں نے وارثیہ میں کیوں بیعت لی۔ رحمان صاحب کو شروع ہی سے پنج تن پاک سے گہری عقیدت ومحبت تھی اور انہوں نے وارثیہ سلسلہ کی بیعت میں پنجتن پاک کے تذکرے کی وجہ سے حمید شاہ صاحب سے بیعت لینے سے گریز نہیں کیا۔ وہ اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے کہ پنج تنی ہونے کی وجہ سے فقیری بہت جلدی مل جاتی ہے۔ حمید شاہ صاحب نے رحمان صاحب کو اُنکے مرشد کامل ہونے کی بناء پر احرام بھی عنایت فرمایا تھا۔ رحمان صاحب کے وارثیہ سلسلے میں داخلے کے اُسی سال ثناء اللہ اور حبیب اللہ شورا بذریعہ ٹیکسی الحاج میر حسن حسین سُبلا کی رہبری میں سرینگر سے براہ راست دیوہ شریف پہلی مرتبہ گئے اور آستانہ عالیہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ دریں اثنا رحمان صاحب وارثیؒ نے اپنے پرانے اور نئے مریدوں کو سلسلہ وارثیہ میں داخل کرنا

شروع کر دیا الحاج میر حسن حسین سُبلا نے بھی رحمان صاحب کی طرح حمید شاہ صاحب وارثیؒ سے براہ راست سلسلہ وارثیہ کی بیعت لے لی تھی۔ اُنہیں چونکہ رحمان صاحب سے پہلے ہی سے چشتی وقادری سلسلوں کی خلافت حاصل تھی اور سرہندیہ سلسلہ (نقشبندیہ سلسلہ کی شاخ) کی خلافت الہ آباد کے فقیر حضرت فرید الحسن قادری وسرہندی سے سہروردی سلسلہ کی خلافت اننت ناگ کے مشہور فقیر حضرت احسن صاحب سے ملی ہوئی تھی لہذا سینکڑوں اپنے مرید موجود تھے۔ سلسلہ وارثیہ میں داخلے کے بعد سے اب تک اُن کے مریدوں اور طالبوں کی تعداد ہزاروں سے زائد ہو چکی ہے۔ جن میں کلکتہ، بمبئی، دہلی، جموں، کرنال، ناسک، لکھنو، سلطان پور، سویزر لینڈ، جاپان، فلپائن، ایران، سعودی عرب، اسپین کے مریدین وغیرہ فیضاب ہو رہے ہیں۔ اُن کے مرشد حضرت حمید شاہ وارثیؒ کے مرشد حضرت روشن شاہ وارثی تھے جو 20 اکتوبر 1995ء سیف اللہ گنج ضلع سلطان پور میں پردہ کر گئے۔ اُن کے مرشد حضرت صدیق شاہ وارثی تھے، جن کا آستانہ جگدیش پور ضلع سلطان پور میں ہے۔ حضرت صدیق شاہ وارثیؒ سرکار وارث پاکؒ کے براہ راست فقیر تھے۔

۵۱۔ فرمودات حضرت وارثِ پاکؒ

حضرت سیدنا حاجی حافظ قاری وارث علی شاہ الحسینیؒ صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے مندرجہ ذیل تعلیم سلسلہ وارثیہ میں ارشاد فرمائی ہے۔

☆ محبت ہمارا عین مشرب ہے۔

☆ محبت بھی خدا کا ایک راز ہے۔

☆ محبت کرو محبت میں سب کچھ ہے۔ بے محبت نماز و روزہ سب بے کار ہے۔ دیکھو واقعہ کربلا کو کہ لوگ نماز پڑھتے تھے روزہ بھی رکھتے تھے مگر آل رسولؐ کی محبت نہیں تھی تب تو پر خاش پر کمر باندھ کر ستیاناس ہوئے۔

☆ فرشتوں کو محبت جزوی دی گئی ہے اور انسان کو محبت کامل مرحمت ہوئی ہے۔

☆ محبت ہی کے سبب انسان اشرف المخلوقات ہوا۔

☆ محبت میں رقابت ضرور ہوتی ہے۔

☆ اگر محبت ہے تو مسجد اور مندر میں ایک شان نظر آئیگی۔

☆ یقین اعتقاد کی روح ہے۔

☆ بامِ حقیقت کا زینہ محبت ہے۔

☆ اگر محبت صادق ہوتی ہے تو محبّ کی ہر چیز میں محبوب کا جلوہ نظر آتا ہے۔

☆ جو محبت میں برباد ہوا وہ حقیقت میں آباد ہوا۔

☆ عشق کا مرید بے ایمان نہیں مرتا۔

☆ محبت صادق کے واسطے ہر ذرہ معرفت کا آئینہ ہوتا ہے۔

☆ جو ہم سے عشق کرے وہ ہمارا ہے۔

☆ محبت کو بجز ذات کے صفات سے تعلق نہیں رہتا۔

☆ محبت میں عقل زائل ہو جاتی ہے۔

☆ محبت میں انتظام نہیں۔

☆ عاشق کو خُدا معشوق کی صورت میں ملتا ہے۔

☆ محبت ہے تو ہم ہزار کوس پر بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

☆ مشرب عشق میں ایک صورت کے سوا دوسری صورت دیکھنا شرک ہے۔

☆ ایک صورت پکڑ لو وہی صورت تمہارے یہاں بھی ساتھ رہے گی وہی قبر میں اور وہی حشر میں ساتھ ہوگی۔

☆ محبت میں شاہ و گدا کا فرق نہیں رہتا۔

☆ یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے۔

☆ پیر کی صورت میں خُدا ملتا ہے۔

☆ مرید کی کامیابی پیر پر موقوف ہے۔

☆ پیر کی صورت ہر وقت سامنے رہے وہی صورت ہر جگہ نظر آنے لگے گی۔

☆ ہر حال میں پیش نظر رکھ کہ نماز کا پابند ہونا لازمی ہے۔

☆ عبادت صرف نماز ہی نہیں اپنی خانہ داری اُمور میں ضروریات کی چیزیں لا دینا، بیوی کی کفالت کرنا، بچوں کی دلداری کرنا، غلام اور لونڈی کی پرورش یہ سب عبادت میں شامل ہے۔

☆ مرید کو کامل یقین کرنا چاہیے، مرید تو خاک کے ڈھیر سے حاصل کر سکتا ہے۔

☆ پیر کی محبت مرید کا دین ہے۔

☆ سنا سنا اگر آنکھ والا ہے تو آنکھ سے مرید کیا جا سکتا ہے۔

☆ مریدی دل سے ہوتی ہے اور دل مسلمان ہوتا ہے۔

☆ عاشق ہر چیز میں معشوق کی صورت دیکھتا ہے۔

☆ عاشق کو لازم ہے کہ سر کٹ جائے مگر شکایت نہ کرے کیونکہ قاتل بھی غیر نہیں۔

☆ رنج پہنچے تو صبر کرو، راحت پہنچے تو شکر کرو کیونکہ سب خُدا کی جانب سے ہے اسباب دنیا کا بہانہ ہے۔

☆ اہل تصدیق کسب نہیں کرتے۔

☆ ہماری منزل تسلیم و رضا ہے جو خاص اہلبیتؑ کے گھر کی چیز ہے۔

☆ اپنی تکلیف بیان نہ کرو خُدا سب دیکھتا ہے۔

☆ فقیر کو چاہیئے کہ وہ اللہ سے بھی نہ مانگے کیا وہ جانتا نہیں جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

☆ ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں ہوتا، جب تک دل نہ پکڑو۔

☆ جو وعدہ کرو اُس کو پورا کرو۔

☆ فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں۔

☆ بڑی فقیری یہ ہے کہ ہاتھ نہ پھیلے بلا مانگے کوئی دے تو لے لیں۔

☆ دنیا کا مال واسباب جمع کرنا فقیر کے لئے حرام ہے۔

☆ فقیر وہ ہے جو انتظام سے علیحدہ ہو۔

☆ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور نہ خود کسی کی ملک ہو۔

☆ یقین کے ساتھ خدا کو مددگار جانو۔

☆ ایمان خدا کی محبت کا نام ہے۔

☆ من وتو کا جھگڑا جائے تو خدائی کا جلوہ نظر آئے

☆ فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں چونکہ منزل عشق سخت دشوار گذار ہے اسلئے طالب اس راستے کو مشکل سے پسند کرتے ہیں۔

☆ جو طمع میں مبتلا ہو جائے وہ ہمارا نہیں ہے۔

☆ عاشق کو لازم ہے کہ معشوق کا فرمان بردار رہے۔

☆ جس فقیر کا خلق سے سروکار رہا وہ خراب ہوا۔

☆ جس نے حق پر بھروسہ کیا وہ کامیاب ہوا۔

☆ جس کا پیر نہیں اس کا دین نہیں۔

☆ عاشق نہ تعریف سے خوش ہوتا ہے نہ ملامت سے رنجیدہ کیونکہ تعریف اور ملامت کرنے والے کو وہ غیر نہیں سمجھتا۔

☆ رضائے معشوق کی تعمیل عاشق کا فرض ہے۔

☆ عاشق وہ ہے جسکی ایک سانس بھی یادِ محبوب سے خالی نہ جائے۔

☆ جو جس صورت کا عاشق ہوتا ہے وہ اس صورت میں مل جاتا ہے۔

☆ جس کا عشق کامل ہوتا ہے اس کا شوق فراق و وصال میں یکساں رہتا ہے۔

☆ جُھٹل کھیلے سچل ہوئے (جھوٹ چھوڑ کر سچے ہو)۔

☆ مرید میں جب تک خودی رہے گی پیر سے دور رہے گا۔

☆ مرید کو وہی ارادہ چاہیے جو پیر کا اشارہ ہو۔

☆ ایمان محبت کامل کا نام ہے۔

☆ رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔

☆ جسکو تصدیق نہیں اسکا ایمان نہیں۔

☆ جو ہم سے محبت کرے اس سے محبت کرو۔

☆ نہ کسی کے حق میں دعا کرو اور نہ بد دعا کرو۔ تسلیم و رضا کے بندے رہو۔

☆ تسلیم و رضا جب ہے کہ شر کو بھی خیر سمجھے اور خیر تو خیر ہے ہی اور تکلیف بھی عاشق کا راز و نیاز ہے۔

☆ خیر و شر اسی کی جانب سے ہے مگر تصدیق اسکی مشکل ہے۔

☆ تسلیم ورضا حضرت سیّدہ فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا اور دونوں صاحبزادوں امام حسنؓ و امام حسینؓ کا حصہ ہے۔

☆ آدمی جب تک عشق میں کافر نہیں ہوتا مسلمان نہیں ہوتا۔

☆ نماز وہی ہے جو حضورِ قلب کے ساتھ ہو۔

☆ عشق وہی ہے جو کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔

☆ مذہب عشق میں کفر واسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔

☆ عاشق غافل نہیں سمجھا جا سکتا اسکی یہی نماز ہے اور یہی روزہ ہے

☆ منزل عشق میں ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات۔

☆ مرید مثلِ بیمار کے اور پیر بمنزل طبیب کے

☆ پیر وہ ہے جو صلبی اولاد سے زیادہ قلبی اولاد پر مہربان ہو۔

☆ اپنے احسان کا ذکر کرنا احسان کے فائدے کو مٹانا ہے۔

☆ پیر بہت ہیں مگر مرید صادق مشکل سے ملتا ہے۔

☆ عاشق کی ہر سانس بلا کسب وذِکر (عبادت) ہے

☆ عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کرے۔

☆ معشوق کی جفا ہو یا وفا ہو عاشق کے لئے ایک راز ہے۔

☆ عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اُس پر سانپ کا زہر اثر نہیں کر سکتا۔

☆ عاشق صادق مثل آنکھ کی پتلی کے ہوتا ہے کہ وجود چھوٹا شہود بڑا۔

☆ عاشق دین و دنیا دونوں سے بے خبر اور بے نیاز ہے۔

☆ موحدین شیطان اور رحمان میں فرق نہیں کرتے اور عشاق شیطان کو بُرا نہیں کہتے بلکہ واقعہ ابلیس خاص قسم کا سبق ہے لیکن شریعت کی رو سے ابلیس نے یہ غلطی کی کہ حضرت آدم علیہ اسلام کو غیر سمجھا۔ خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ کا خیال نہ کیا۔

☆ خدا محض آسمان پر ہی نہیں ہم میں تم میں چھپ گیا ہے۔

☆ عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام ہے اگر عاشق کی زبان سے کوئی بات غلط بھی نکل جائے تو اسکو خدا سچ کر دیتا ہے۔

☆ جسکی نظر دوست پر ہے اسکا کوئی دشمن نہیں۔

☆ مسجد، مندر، گرجا جہاں جائے سوائے ایک شان کے کچھ نہیں دیکھے۔

☆ کتابیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا تصدیق اور چیز ہے۔

☆ انسان کا یقین جہاں رکتا ہے خدا وہیں سے ظاہر ہوتا ہے۔

☆ جب انسان اپنے دم پر قادر ہو جاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے تحت آجاتے ہیں۔ وحوش و طیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔

☆ نہ اُس سے مانگے نہ انکار کرے اسی کا نام تسلیم و رضا ہے۔

☆ شریعت ایک انتظامی بات ہے اگر انتظام نہ ہو تو سب کام بگڑ جائے گا۔

☆ نقل کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اصل کو دیکھنا چاہیے۔

☆ جو شخص باوضو رہتا ہے وہ قیامت کے دن پرہیزگاروں کی صف میں کھڑا ہوگا۔

☆ اعضائے وضو قیامت کے دن نورانی ہوں گے۔

☆ شوق سے روزہ رکھنا عاشقوں کی سنّت ہے۔

☆ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مطلوب کی راہ میں اگر تکلیف بھی پیش آئے تو راحت سمجھے۔

☆ روزہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

☆ بڑا بخیل وہ ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتا۔ زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کفر ہے۔

☆ جو محبت کرے وہ ہمارا ہے منزل عشق میں خلافت نہیں ہوتی۔

☆ جہاں عشق ہو وہاں علم و عقل کا کام نہیں رہتا۔

☆ عشق کے مرید کا انجام خراب نہیں ہوتا۔

☆ موحد وہ ہے جسکے دل سے ماسوائے اللہ کا خیال محو ہو جائے

☆ جس نے جملہ واردات و واقعات کا فاعلِ حقیقی خدا کو جانا وہ موحد ہے۔

☆ ہم لنگوٹ بند ہیں۔ آدابِ عشق یہ ہیں کہ راہِ طلب میں فقیر ننگے سر ننگے پاؤ ہے۔

☆ تسلیم و رضا کا مرتبہ سیّدہ فاطمہ الزہرہؓ نے اپنے بابا جانؐ سے پایا اور حضرت امام حسینؑ کے ذریعے جسکا جس قدر حصہ ہے اُسے ملتا ہے۔

☆ جو کوئی دعویٰ جانشینی کرے وہ باطل ہے۔

☆ عشق تین حرفوں سے بنا ہے، ع، ش اور ق یعنی ع عبادت الٰہی، ش شریعت کی ادائگی اور ق قربانیِ نفس۔

☆ محبت اسلام کی بنیاد ہے۔ محبت کامل ہے تو ایمان بھی کامل ہے۔

☆ محبت ہمارا عین مشرب ہے۔ محبت کے لئے اتباعِ رسول ﷺ شرط ہے اور اتباعِ رسول ﷺ کیلئے محبتِ رسول ﷺ شرط ہے۔

☆ عشق کی اُلٹی چال یہ ہے کہ جسکو پیار کرتا ہے جلا دیتا ہے اور جسکو پیار نہیں کرتا اُسکی باگ ڈھیلی کردیتا ہے۔

☆ جہاں حضرت عاشق معشوق کی ذات میں فنا ہوگا تو عاشق عینِ معشوق ہوگیا۔

☆ نماز رُوح کی غذا ہے جو حضورِ قلب کے ساتھ ہو۔

☆ جو نماز ادا نہیں کرے گا وہ ہمارے حلقۂ بیعت سے خارج ہے۔

☆ اھلِ بیت اطہارؑ سے محبت فرض اور لازمی ہے جبکہ اصحابؓ رسول ﷺ کی تعظیم واجب ہے۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہوکر۔

(اکبر الہ آبادی)

صفاتِ حضرت وارثِ پاکؒ

نذرانہ عقیدت: ازحاجی میر حسن حسین سُبلا سرہندی وارثی

الف سے اللہ وارث وارثؒ	الف سے اختیار وارثؒ وارثؒ
ب سے بسم اللہ وارثؒ وارثؒ	ب سے بنیاد وارثؒ وارثؒ
پ سے پاک وارثؒ وارثؒ	پ سے پنجتنی وارثؒ وارثؒ
ت سے تطہیر وارثؒ وارثؒ	ت سے تقدیر وارثؒ وارثؒ
ث سے ثقلین وارثؒ وارثؒ	ث سے ثمر وارثؒ وارثؒ
ج سے جمال وارثؒ وارثؒ	ج سے جلوہ وارثؒ وارثؒ
ح سے حیات وارثؒ وارثؒ	ح سے حق وارثؒ وارثؒ
خ سے خورشید وارثؒ وارثؒ	خ سے خوشبو وارثؒ وارثؒ
د سے دم وارثؒ وارثؒ	د سے دُعا وارثؒ وارثؒ
ذ سے ذکر وارثؒ وارثؒ	ذ سے ذات وارثؒ وارثؒ
ر سے روح وارثؒ وارثؒ	ر سے راحت وارثؒ وارثؒ
ز سے زم زم وارثؒ وارثؒ	ز سے زہرہؓ وارثؒ وارثؒ
س سے ساقی وارثؒ وارثؒ	س سے ساغر وارثؒ وارثؒ
ش سے شفاء وارثؒ وارثؒ	ش سے شمع وارثؒ وارثؒ
ص سے صادق وارثؒ وارثؒ	ص سے صابر وارثؒ وارثؒ

ض سے ضامن وارثؒ وارثؒ

ع سے علیؒ وارثؒ وارثؒ

غ سے غنی وارثؒ وارثؒ

ف سے فقیر وارثؒ وارثؒ

ک سے کعبہ وارثؒ وارثؒ

ق سے قبلہ وارثؒ وارثؒ

ل سے لازوال وارثؒ وارث

م سے مولیٰ وارثؒ وارث

ن سے نور وارثؒ وارثؒ

ہ سے ھواللہ وارثؒ وارثؒ

و سے وجہ اللہ وارثؒ وارثؒ

ی سے یقین وارثؒ وارثؒ

میر حسینؔ شیدا وارثؒ وارثؒ

ض سے ضبط وارثؒ وارثؒ

ع سے عشق وارثؒ وارثؒ

غ سے غوث وارثؒ وارثؒ

ف سے فنا وارثؒ وارثؒ

ک سے کائینات وارث وارثؒ

ق سے قادر وارثؒ وارثؒ

ل سے لافتیٰ وارثؒ وارثؒ

م سے محبت وارثؒ وارثؒ

ن سے نظام وارثؒ وارثؒ

ہ سے ھوکار وارثؒ وارثؒ

و سے واحد وارثؒ وارثؒ

ی سے یاسین وارثؒ وارثؒ

میر حسینؔ گدا وارثؒ وارثؒ

حوالہ جات

غنیۃ الطالبین	حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ
فوائد الفواد	حضرت نظام الدین اولیاءؒ
کشف المحجوب	حضرت شیخ علی ہجوری داتا گنج بخشؒ
شریعت وطریقت	حضرت اشرف علی تھانویؒ
احیاء العلوم	حضرت امام غزالیؒ
سکینۃ الاولیاء	شہزادہ دارا شکوہ
سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارا شکوہ
عوارف المعارف	حضرت شیخ سہروردیؒ
معراج العاشقین	خواجہ بندہ گیسو درازؒ
مکتوبات صدی	حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ
مکتوبات دوصدی	حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ
حیات وارثؒ	حضرت ابراہیم شیدا وارثیؒ
خلاصۃ السلوک	حضرت ابراہیم تیدا وارثیؒ
مثنوی مولانا رومؒ	حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

ختم شد

اول آخرٕ خیرٕ سرور
دوٚیم آفتیم و ہم
حیات النبیؐ سرٕ
چانہٕ چیانک چھم وقت

(کشمیری)